بفیض تاجدارِ اہل سنت حضور مفتی اعظم علامہ شاہ محمد مصطفٰے رضا قادری برکاتی نوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

رضا اکیڈمی کا دینی، علمی، اصلاحی وادبی مجلّہ

سالنامہ یادگارِ رضا ممبئی

شمارہ : 29 ۱۴۴۴ھ/۲۳-۲۰۲۲ء

مؤسس: الحاج محمد سعید نوری مدظلہ العالی

مدیر: غلام مصطفیٰ رضوی

ناشر: رضا اکیڈمی
۵۲ رڈونٹاڈ اسٹریٹ، کھڑک ممبئی ۴۰۰۰۰۹

29
سالنامہ
یادگارِ رضا
مؤسس: الحاج محمد سعید نوری مدظلہ العالی
مدیر: غلام مصطفیٰ رضوی

فروغِ اہلسنت کیلئے امام اہلسنت کا دس نکاتی پروگرام

① عظیم الشان مدارس کھولے جائیں. باقاعدہ تعلیمیں ہوں

② طلبہ کو وظائف ملیں کہ خواہی نہ خواہی گرویدہ ہوں

③ مدرّسوں کی بیش قرار تنخواہیں اُن کی کارروائیوں پر دی جائیں

④ طبائع طلبہ کی جانچ ہو جو جس کام کے زیادہ مناسب دیکھا جائے معقول وظیفہ دیکر اس میں لگایا جائے.

⑤ اُن میں جو تیار ہوتے جائیں تنخواہیں دیکر ملک میں پھیلائے جائیں کہ تحریرًا و تقریرًا و وعظًا و مناظرۃً اشاعتِ دین و مذہب کریں

⑥ حمایتِ مذہب و ردِّ بدمذہباں میں مفید کتب و رسائل مصنّفوں کو نذرانے دے کر تصنیف کرائے جائیں

⑦ تصنیف شدہ اور نو تصنیف رسائل عمدہ اور خوشخط چھاپ کر ملک میں مُفت تقسیم کئے جائیں.

⑧ شہروں شہروں آپ کے سفیر نگراں رہیں جہاں جس قسم کے واعظ یا مناظر یا تصنیف کی حاجت ہو آپ کو اطلاع دیں، آپ سرکوبیٔ اعدار کے لئے اپنی فوجیں، میگزین اور رسالے بھیجتے رہیں.

⑨ جو ہم میں قابلِ کار موجود اور اپنی معاش میں مشغول ہیں وظائف مقرر کرکے فارغ البال بنائے جائیں اور جس کام میں انھیں مہارت ہو لگائے جائیں.

⑩ آپ کے مذہبی اخبار شائع ہوں اور وقتاً فوقتاً ہر قسم کے حمایتِ مذہب میں مضامین تمام ملک میں بقیمت و بلاقیمت روزانہ یا کم سے کم ہفتہ وار پہنچاتے رہیں.

حدیث کا ارشاد ہے کہ "آخر زمانہ میں دین کا کام بھی درم و دینار سے چلے گا" اور کیوں نہ صادق ہو کہ صادق و مصدوق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کلام ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۲، صفحہ ۱۳۳)

رضا اکیڈمی
۵۲ رڈونٹاڈ اسٹریٹ، کھڑک ممبئی ۴۰۰۰۰۹

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بہ فیض حضور مفتی اعظم علامہ شاہ محمد مصطفیٰ رضا قادری برکاتی نوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مؤسس: الحاج محمد سعید نوری مدظلہ العالی

رضا اکیڈمی ممبئی کا دینی و علمی مجلّہ

سال نامہ

یادگارِ رضا

شمارہ: ۲۹

۱۴۴۴ھ/ ۲۳۔۲۰۲۲ء

مدیر: غلام مصطفیٰ رضوی

[اعلیٰ حضرت ریسرچ سینٹر/نوری مشن مالیگاؤں]

ناشر: رضا اکیڈمی

۵۲ رڈونٹا ڈاسٹریٹ، کھڑک ممبئی ۴۰۰۰۰۹

Ph.: (022) 66342156 www.razaacademy.com

e-mail : mumbai.razaacademy@gmail.com

آئینہ در آئینہ

اداریہ

۱	مشرکین کی یورش اور ہماری ذمہ داریاں	مدیر	۴

انتقادیات

۲	تعلیمی اداروں میں تصورِ سزا (افکارِ رضا کی روشنی میں)	غلام مصطفیٰ رضوی	۹

تحقیقات

۳	رئیس المتکلمین کی تصنیفی خدمات	پروفیسر محمد عطاء الرحمٰن قادری	۱۲
۴	''جدّ الممتار'' کے عالمی اشاعتی سفر کی مختصر تاریخ	ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا تحسینی	۱۷

ادبیات

۵	امام احمد رضا اور منظوم فتاویٰ	مشتاق احمد قادری عزیزی	۳۰

نظریات

۶	بادل سے متعلق تحقیق اعلیٰ حضرت	ابوالحقائق راشد علی رضوی مدنی	۴۰
۷	ہوا سے متعلق تحقیقاتِ اعلیٰ حضرت	ابوالحقائق راشد علی رضوی مدنی	۴۳
۸	اعلیٰ حضرت کی علم ہندسہ میں مہارت	ابوعبید محمد شہزاد نقشبندی	۴۷

بزمِ اطفال

۹	خشیت الٰہی کا دل افروز نظارہ	غلام مصطفیٰ رضوی	۵۹
۱۰	بچّوں کے اعلیٰ حضرت	ڈاکٹر محمد حسین مشاہدؔ رضوی	۶۱

اصلاحیات

۱۱	ذکرِ سلطان الہند بزبانِ حسان الہند	نازش مدنی مرادآبادی	۷۹
۱۲	امام احمد رضا اور باطل روایات کی تردید	کلیم احمد قادری	۸۲

بزم نوری

۱۳	یادوں کے چراغ	مولانا محمد عبدالمبین نعمانی قادری	۹۶
۱۴	کلامِ نوریؔ میں عقیدۂ ختم نبوت کی ضیاباریاں	غلام مصطفیٰ رضوی	۱۰۷
۱۵	تاجدار اہل سنت و مرکز اتحاد ملت	طارق انور مصباحی	۱۱۴
۱۶	تاج الشریعہ: بیتے لمحات کے آئینے میں	مفتی حسن منظر قدیری	۱۱۹

منظومات

۱۷	مدحت اعلیٰ حضرت	سلمان رضا فریدیؔ مصباحی	۱۲۳
۱۸	جلوۂ رضا	سید شاکر حسین سیفیؔ	۱۲۴

مطالعات

۱۹	کیا امام احمد رضا مجتہد فی المسائل تھے؟	محمد اسلم رضا قادری	۱۲۵

پیش رفت

۲۰	رضا اکیڈمی ممبئی کی خدمات ۲۲-۲۰۲۱ء	ادارہ	۱۳۵

☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

مشرکین کی یورش اور ہماری ذمہ داریاں
(خلیفۂ اعلیٰ حضرت صدرالافاضل کے افکار کی روشنی میں)

’’انھیں کسی طرح یہ گوارا نہیں کہ سرزمینِ ہند میں مسلمانوں کا وجود رہے۔‘‘

اِس زمانے میں مشرکین کی سازشیں شباب پر ہیں۔ ان کی مہم تو ایک صدی سے زیادہ عرصہ سے جاری ہے۔ انھیں مسلمانوں کا وجود کھٹکتا ہے۔ انھیں یہ گوارہ نہیں کہ مسلمان ہند میں رہیں۔ انھیں یہ خدشہ ہے کہ اسلام اِس سرزمین پر باقی رہ گیا تو تمام خودساختہ نظریات رفتہ رفتہ دَم توڑ جائیں گے۔ اِس لیے کہ اسلام دینِ فطرت ہے جو دلوں میں گھر کر لیتا ہے۔ یہی دینِ برحق ہے؛ جس میں کشش بھی ہے اور استقرار بھی۔ اس لیے بقول خلیفۂ اعلیٰ حضرت صدرالافاضل علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی:

’’انھیں کسی طرح یہ گوارا نہیں کہ سرزمینِ ہند میں مسلمانوں کا وجود رہے۔‘‘(۱)

ایک صدی پیش تر انگریز کے عہد میں بھی مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنے کے لیے سازشیں رچی گئی تھیں۔ اس زمانے میں علماے حق سر سے کفن باندھ کر میدان میں آئے۔ ملک کی آزادی کی پہلی جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں لڑی گئی۔ جس کے قائدین میں علامہ فضل حق چشتی خیرآبادی (م۱۸۶۱ء/ ۱۲۷۸ھ) کا نام نمایاں ہے۔ یہی کارواں آگے بڑھا۔ بیسویں صدی کے آغاز میں اس کے نمایاں قائدین میں ایک نام صدرالافاضل علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ (م۱۹۴۸ء/ ۱۳۶۷ھ) کا ہے۔ جنھیں اعلیٰ حضرت سے کئی جہتوں سے خصوصی فیض حاصل ہے۔ آپ عظیم مدبر، ماہر سیاست داں اور مفسر اعظم تھے۔ آپ نے انگریزی استبداد کے خلاف جدوجہد کی ہے؛ مشرکین کی سازشوں سے بھی مسلسل پردہ کشائی کا فریضہ انجام دیا۔ ہند کے طول وعرض میں

انگریز وان کے ہم نوا مشرکین کی سازشوں سے اہلِ ہند کو باخبر و متنبہ کرتے رہے۔ اپنے عہد میں اہلِ ہند کو جگاتے رہے، فتنوں سے خبردار کرتے رہے۔ خطرات سے نمٹنے کی سعی و کوشش فرماتے رہے۔

۱۳ رشعبان ۱۳۶۴ھ کے محررہ مکتوب بنام تاج العلماء سید محمد میاں مارہروی میں لکھتے ہیں:

''اسلام و مسلمین پر اس وقت دنیا میں جو فتن کے سیلاب آ رہے ہیں اور جو خوف ناک خطرے سامنے ہیں، وہ واجب کرتے ہیں کہ حامیانِ ملت حمایتِ دین کے لیے تمام ممکن مساعی کام میں لائیں۔'' (۲)

آج اس سے جُدا حالات نہیں۔ عالمی صورتِ حال بھی نازک ہے۔ مسلمانوں کے خلاف تمام باطل قوتیں یک جا ہو چکی ہیں۔ CAA جیسے قانون اور NRC کے ذریعے مسلمانوں کو ہند سے ختم کرنے کی پلاننگ کی جا چکی ہے۔ شعائرِ اسلام پر بھی لگاتار حملے ہیں۔ مسلم تہذیب و ثقافت بھی مٹانے کی جدوجہد تیزی سے جاری ہے۔

صدر الافاضل نے اپنے ایک مکتوب محررہ ۹ رنومبر ۱۹۴۶ء میں مشرکین کی ریشہ دوانیوں پر کئی اہم نکات درج فرمائے ہیں۔ تجاویز دی ہیں۔ جو بڑی مؤثر، ممکن العمل، افادہ بخش ہیں۔ جن کی حال کے شامیانے میں اتنی ہی ضرورت ہے جتنی ۸۰ ر برس قبل تھی۔ اُمید کہ اہلِ خرد ان پر توجہ کریں گے۔ اور موجودہ مشکل حالات میں انھیں روبعمل لا کر دُشمنانِ اسلام کی یورش کا پامَردی و عزیمت کے ساتھ مقابلہ کریں گے۔ یہاں مکتوب کے چند اقتباسات بِلا تبصرہ تحریر کیے جاتے ہیں۔ (ضمنی عناوین راقم کے قائم کردہ ہیں۔)

لیڈران کی اشتعال انگیزی:

ہندو حکومتوں کے یہ پہلے امتحان ہیں جو بہار اور گڑھ، میں ظاہر ہوئے اور ان تجربوں سے ہندو اس نتیجے پر پہنچے کہ مسلمانوں کے قتل و غارت میں وہ بغیر کسی خطرے کے کامیاب رہیں گے۔ ان امتحانوں سے ان کے حوصلے بڑھ گئے اور ان کے لیڈر ہر دَم اشتعال انگیزی میں مصروف ہیں، (۳)

تازیانۂ عبرت یا سزا:

مگر یہ واقعات مسلمانوں کے لیے تازیانۂ عبرت ہیں، اور اس جرم کی سزا ہیں کہ

مسلمانوں نے خداوند عالم اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے خلاف ہندوؤں سے دوستی اور محبت کی تھی، اور ان کے ساتھ وِداد و اتحاد کے رشتے جوڑے تھے، ان پر اعتماد رکھتے تھے، اور ہندوؤں کی غلامی میں اپنی عزت جانتے تھے اور ابھی تک بہت سے اسی مصیبت میں گرفتار ہیں۔ ایسے ہولناک مظالم کے بعد بھی ان کی آنکھیں نہیں کھلیں اور ان کے دلوں میں ان مظلوم مسلمانوں کی حالتیں دیکھ کر بھی رحم نہ آیا۔

قدرت کی طرف سے یہ ایک تنبیہ ہے اور ہر عہد میں قدرت کی طرف سے تنبیہات ہوتی رہی ہیں، جو قومیں ایسی تنبیہات سے عبرت حاصل کر کے اپنی حالتیں درست کر لیتی ہیں قدرت ان کی اعانت فرماتی ہے۔ اور ان کے مرتبے بلند ہو جاتے ہیں۔ (۴)

احکامِ اسلامی کو دستورِ زندگی بنائیں:

اگر اس وقت مسلمان توبہ و استغفار کر کے اسلام کے احکام کو اپنا دستورِ زندگی بنا لیں اور اپنی ہر اَدا و وضعِ عمل اور ہر شعبہ جات میں اسلام کے احکام پر عامل ہوں تو بہت جلد حالت بدل جائے اور پستی و بے بسی کی بجائے ان کی قوت شوکت سطوت کے علَم لہراتے نظر آئیں۔ (۵)

لائحۂ عمل:

[۱] ان واقعات نے سبق دیا ہے کہ مسلمان جہاں بہت اقلیت میں ہیں وہ سمٹ کر ایک ہو جائیں۔ ہر ہر مقام پر حلقے قائم کر کے ایک اسلامی بڑی بستی بنائیں جس میں قرب و جوار کے تمام مسلمان یکجا آباد ہوں۔ اپنا صوبہ چھوڑ کر دوسرے صوبے میں جانے کی ضرورت نہیں۔ اتنا کافی ہے کہ چھوٹی چھوٹی بستیوں کو ملا کر جا بجا بڑی بستیاں بنائی جائیں۔

[۲] اور اپنی حفاظت کا سامان اپنے پاس رکھا جائے۔ نمازوں کی پابندی کی جائے اور حفاظتی تدبیریں باہمی مشورے سے عمل میں لائی جائیں۔ اس طرح مسجدیں بھی محفوظ ہو سکیں گی۔ اور خطرے بھی دور ہو جائیں گے۔ ان شاء اللہ الرحمٰن۔

[۳] پھر مجمع کر کر کے حکومت سے مطالبے کیے جائیں کہ مسلمان جان و مال کا اتنا بڑا نقصان اُٹھا چکے ہیں جس کی مثال تاریخ میں نہیں ہے۔ اس کا سبب یہی تھا کہ وہ ہندوؤں کو اپنا ہمسایہ سمجھتے تھے۔ ان

پراعتماد رکھتے تھے۔متفرق طور پر ہندوؤں کی بستیوں میں چھوٹی چھوٹی تعداد میں آباد تھے۔مسلمان جنگ جو نہ تھے۔ ان کے پاس سامانِ حرب تو کیا اپنی حفاظت کی بھی کوئی تدبیر نہ تھی۔ ہندو منظم مسلح تھے۔مسلمان ان کے حملوں سے اپنے آپ کو نہ بچا سکے۔حکومت نے کیا انتظام کیا ہے کہ آئندہ ایسا واقعہ پیش نہ آسکے۔حکومت سے یہ بھی مطالبہ کیا جائے کہ مسلمان نہایت خوف زدہ ہیں۔ انھیں اپنے حفاظت جان و مال کے لیے ہر قسم کے اسلحہ رکھنے کے لیے عام اجازت دی جائے یا سارے صوبے کے کل ہتھیار ضبط کر لیے جائیں۔اور کسی کو ایسے ہتھیار رکھنے کی اجازت نہ دی جائے جو ہلاکت کا باعث ہو سکتے ہیں اور تمام لائسنس ضبط کر لیے جائیں۔

[۴] مسلمانوں کو اپنی یکجائی بڑی بستیاں قائم کرنے میں مدد دی جائے۔ یہ مطالبے جاری رکھے جائیں اور بار بار کیے جائیں۔وزیر اعظم سے بھی صوبے کے گورنر سے بھی وائسرائے اور وزیر ہند سے بھی اور برطانیہ کے بادشاہ سے بھی۔

[۵] اپنی تنظیم خود کرو۔اپنے نوجوانوں کو ورزشیں کراؤ۔ان میں باہمی ہمدردی کے جذبے پیدا کرو۔ دُشمن سے محفوظ رہنے کی تدابیر سوچو اور عمل میں لاؤ۔اپنے ہر کم زور اور حاجت مند کی امداد کرو اور سمجھو کہ ہم خود اپنی مدد کریں گے۔اللہ پر بھروسہ رکھو۔(۶)

مذکورہ اقتباسات میں حال کے لیے مضبوط لائحۂ عمل موجود ہے۔تدابیر ہیں۔حکمت و دانش کے ساتھ حالات کے رُخ موڑنے کے پُرامن منصوبے ہیں۔مسلم بستیوں کے تحفظ کی تدبیر ہے۔قانونی سطح پر اپنے تحفظ کے لیے ایسے مطالبات ہیں جن پر توجہ کی ضرورت ہے۔ یوں ہی اسبابِ زوال بھی بیان کیے گئے ہیں، ان کے تدارک کی صورتیں بھی وضع کی ہیں۔گرچہ یہ نکات تقریباً ۸۰/سال قبل پیش کیے گئے لیکن ان میں اجتماعی فکر کی تعمیر کے کئی رہنما اصول ہیں۔ صدرالافاضل چوں کہ بارگاہِ اعلیٰ حضرت کے فیض یافتہ تھے؛ اس لیے ان کی تعلیمات میں فکر اعلیٰ حضرت کی جھلک صاف دکھائی پڑتی ہے۔

اہم پہلو یہ بھی ہے کہ اعلیٰ حضرت نے انگریز کے ساتھ ساتھ مشرکین کی سازشوں سے بھی بروقت آگاہ کیا۔اس حوالے سے اعلیٰ حضرت کے درجنوں فتاویٰ ''فتاویٰ رضویہ'' میں موجود ہیں جن

پر اسی زمانے میں اگر عمل کر لیا جاتا تو مشرکین کی کئی چالیں دَم توڑ جاتیں۔ بہر کیف ضرورت اس بات کی ہے کہ اعلیٰ حضرت و خلفاے اعلیٰ حضرت کی تعلیمات کی اشاعت کر کے مشرکین کی چالوں کو ناکام بنائیں۔

علما و قائدین سے گزارش ہے کہ نصف صدی قبل جو تجاویز و نصیحتیں صدرالافاضل نے پیش کی ہیں؛ ان پر توجہ دیں اور حال کی منصوبہ بندی میں اِن سے مدد لیں تاکہ قوم کی رگوں میں عزم و حوصلہ کا تازہ لہو فراہم ہو۔ یاسیت کے اندھیرے دَم توڑ جائیں۔اُمیدوں کی صبح اسلاف کی حکمتِ عملی کے دامن سے نمودار ہو۔

حوالہ جات:

(۱) مکاتیب صدرالافاضل، مرتب مفتی محمد ذوالفقار خان نعیمی، نوری دارالافتاء کاشی پور ۲۰۱۷ء، ص ۸۱

(۲) مرجع سابق، ص ۸۶-۸۷

(۳) مرجع سابق، ص ۱۱۱

(۴) مرجع سابق

(۵) مرجع سابق

(۶) مرجع سابق، ص ۱۱۱-۱۱۲

☆☆☆

تعلیمی اداروں میں تصورِ سزا وضابطۂ اخلاق
(افکارِ رضا کی روشنی میں)

''طلبہ واساتذہ اپنی اپنی ذمہ داریاں کماحقہٗ ادا کریں تو سزا کے واقعات پر قابو پایا جاسکتا ہے۔''

غلام مصطفیٰ رضوی
نوری مشن، مالیگاؤں

جامعات، مدارس، تعلیمی مراکز اور دینی درس گاہوں وعصری دانش کدوں میں یہ پہلو موضوعِ بحث رہا ہے کہ طلبہ کو سزا دینا کیسا ہے؟ یا یہ کہ سزا کی قدر یا نوعیت کیسی ہونی چاہیے؟ یا سزا بالکل نہ دی جائے! مختلف آرا ہیں۔ مختلف نظریات اور خیالات ہیں۔ تاہم مقصد ومدعا یہ ہے کہ طلبہ کا معیارِ تعلیم بلند کیا جائے، صلاحیتوں کی حوصلہ افزائی اور تعلیم کے تئیں سنجیدہ فکر کی پرورش ہو! طلبہ کے اندر حصولِ علم کے احساس کو کس طرح بیدار کیا جائے، اس سلسلے میں بھی کبھی سزا کی نوبت آن پڑتی ہے۔ قومی تعمیر کے لیے تعلیم ہی بنیادی اساس ہے۔ اس کے لیے طلبہ میں ذوق ولگن پیدا کرنا ضروری ہے۔ جس میں بے اعتنائی کی فضا ختم کرنے کی غرض سے بسا اوقات سزا کی ضرورت درپیش آتی ہے۔

ضابطۂ اخلاق اور تصورِ سزا:

فی زمانہ مخربِ اخلاق تعلیم وتعلّم کا دور دَورہ ہے۔ ایسے میں اخلاقی خوبیوں کا پایا جانا قدرے مشکل ہے۔ اسلام نے اخلاق کو تربیت میں بنیادی حیثیت دی ہے اور اسے علم کا لازمی حصہ بنا دیا ہے۔ استاذ دورانِ درس متعلم کی اصلاح کے لیے اور اس کے تعلیمی ذوق کو بڑھانے کے لیے سزا دینے کا مجاز ہے؛ لیکن اس کے لیے بھی ضابطۂ اخلاق اور اُصول مدِ نظر رہے۔ سلیم اللہ جندران رقم طراز ہیں:

امام احمد رضا خاں بریلوی (۱۳۱۰ھ) 'فتاویٰ رضویہ' جلد دہم، باب دہم، علم التعلیم اور عالم ومتعلم میں استاد کے لیے یہ ضابطۂ اخلاق دیتے ہیں:

''(استاذ) پڑھانے سکھانے میں رفق ونرمی ملحوظ رکھے، موقع پر چشم نمائی، تنبیہ تہدید کرے مگر کوسنا نہ دے کہ اس کا کوسنا ان کے لیے سببِ اصلاح نہ ہوگا بلکہ زیادہ فساد کا اندیشہ ہے۔ مارے تو منہ پر نہ مارے، اکثر اوقات تہدید وتخویف پر قانع رہے، کوڑا قمچی اس کے پیش نظر رکھے کہ دل میں رعب رہے۔''

امام احمد رضا خاں تدریس میں نرمی اور حکمت کے ذریعے ضبط قائم کرنے پر زور دیتے ہیں۔ (ماہ نامہ ضیائے حرم لاہور، نومبر ۲۰۰۰ء، ص ۴۳۔۴۴)

انگریزی کی ایک کہاوت ہے:

''Spare the rod and spoil the child.''

چھڑی رکھ دو گے تو بچہ خراب ہوجائے گا۔ سزا کو ترک کردو گے تو بچہ بگڑ جائے گا۔ سزا کا ترک بھی موجبِ نقصان اور زیادتی بھی باعثِ عار۔

۱۹ رشوال المکرم ۱۳۱۵ھ کو مولانا خلیل احمد خان پیشاوری نے فارسی میں ایک سوال بھیجا، جس میں امام احمد رضا سے پوچھا کہ استاد اپنے شاگرد کو بدنی سزا دے سکتا ہے یا نہیں؟ اس کے جواب (بزبان فارسی) کے اردو ترجمے کا ایک حصہ ملاحظہ فرمائیں:

''ضرورت پیش آنے پر بقدرِ حاجت تنبیہ، اصلاح اور نصیحت کے لیے بلاتفریق اُجرت و درمِ اُجرت استاد کا بدنی سزا دینا اور سرزنش سے کام لینا جائز ہے، مگر یہ سزا لکڑی ڈنڈے وغیرہ سے نہیں بلکہ ہاتھ سے ہونی چاہئے اور ایک وقت میں تین مرتبہ سے زائد پٹائی نہ ہونے پائے۔''

(فتاویٰ رضویہ، جدید، ج ۲۳، مرکز برکات رضا، پور بندر گجرات، ص ۶۵۲)

نتائج:

[۱] استاذ بوقتِ ضرورت سزا دے سکتا ہے۔

[۲] سزا کی مقدار معمولی ہو۔ یعنی لکڑی ڈنڈے کی بجائے ہاتھ سے ہوتا کہ ضرب ہلکی/خفیف لگے اور تکلیف ومصیبت کا باعث نہ بنے۔

[۳] عموماً تنبیہ ونصیحت اور اصلاحِ احوال سے ہی بات بنانے کی کوشش ہو۔

[۴] تمام کوششیں کارگر نہ ہوں تو پھر ازراہِ مجبوری ہاتھ سے سزا دی جائے۔

[۵] یک بارگی تین بار سے زیادہ نہ مارے۔

[۶] سزا کا مقصد اصلاح ہو؛ اور پڑھائی کی جانب توجہ دلانا ہو۔
[۷] بالکل سزا ختم کر دینا بھی مفید نہیں اور سزا میں شدت بھی غیر مناسب۔ بلکہ بسا اوقات سزا کی شدت ظلم کا نمونہ پیش کرتی ہے۔ اعتدال کی راہ یہی ہے کہ بہت ضروری ہوا تو معمولی و ہلکی سزا ہو، ورنہ تنبیہ و تاکید سے کام لیا جائے بلکہ یہی طرز انسب و بہتر۔
[۸] جہاں سزا کے بغیر کام چل جائے اس راہ کو ترجیح دی جائے۔
[۹] سزا کی ضرورت ہو تو اسے ذاتی، انتقامی، زیادتی کی نیت کا شکار نہ بنایا جائے محض اصلاح مقصود ہو۔
[۱۰] طلبہ میں ذوقِ تعلیم کی پرورش کے لیے عدم توجہی کے پیشِ نظر خفیف سزا کا تصور اسلاف کے یہاں موجود ہے۔ جس کا مدعا سرزنش و سدھار و نکھار ہے۔

اساتذۂ کرام سے بھی عرض ہے کہ آپ! حتی المقدور سزا سے اجتناب کریں، احتیاط برتیں۔ تنبیہ، نصیحت، اصلاح و سمجھانے بجھانے پر قناعت کریں۔ بہت مجبوری ہو اور تمام کوششیں کارگر نہ ہونے پائیں اس صورت میں معمولی نوعیت کی سزا دی جا سکتی ہے۔ وہ بھی ایسی نہ ہو کہ طالبِ علم مصائب میں مبتلا ہو جائے، یا دیرپا تکلیف کا باعث بنے۔ کبھی یہ دیکھا جاتا ہے کہ معمولی غلطی پر بھی غصہ نکالنے میں بعض اساتذہ پیچھے نہیں ہٹتے۔ بسا اوقات کم زور بچہ شدید سزا سے بلبلا اُٹھتا ہے۔ اور بسا اوقات وہ خوف کے سبب تعلیمی راہ سے فرار اختیار کر لیتا ہے۔ یہ غلط طریقہ ہے۔

بلکہ اس عہد میں ظالمانہ سزاؤں کے خلاف جمہوری اداروں اور مملکتوں نے قانون بھی بنا دیے ہیں، جس سے سخت سزائیں دینے والے استاد خود تکلیف میں آ سکتے ہیں۔ ہاں! بغرضِ اصلاح یک بارگی تین بار معمولی مار سے کام لینا مناسب ہے۔ طلبہ کو بھی چاہیے کہ استاذ کی تنبیہ و سزا کا بُرا نہ مانیں۔ بلکہ اسے اپنے تعلیمی مفاد میں افادہ بخش جانیں اور تعصب و غیبتِ استاذ سے باطن کو صاف و مزّکیٰ رکھیں۔ انتقامی کارروائی اور بدلے کی سوچ سے گریز کریں۔ عمدہ و بہتر پڑھائی کا مزاج بنائیں تا کہ کسی بھی طرح کی سزا کے حق دار نہ بنیں۔

تعلیمی مرحلے میں میانہ روی، اعتدال اور حکمت و دانش سے کام لینا چاہیے۔ طلبہ اپنی ذمہ داریوں کا احساس کریں۔ شکایت کا موقع نہ دیں۔ اساتذہ اپنی ذمہ داریوں کو صحیح صحیح طور پر انجام دیں تو ان شاء اللہ مسائل رونما نہیں ہو سکیں گے۔ اور قومی وقار کی بلندی کے لیے بہتر نسل پروان چڑھے گی۔

☆☆☆

پدرِ اعلیٰ حضرت علامہ نقی علی خان بریلوی
رئیس المتکلمین کی تصنیفی خدمات

پروفیسر محمد عطاء الرحمٰن قادری رضوی، لاہور

تاجدارِ مسندِ مارہرہ مقدسہ حضرت سیدنا شاہ آلِ رسول قادری برکاتی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفۂ مجاز و مریدِ خاص امام العلماء حضرت علامہ الشاہ رضا علی خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزندِ ارجمند، تلمیذِ رشید و جانشین اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اور استاذِ زمن حضرت مولانا حسن رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے والد بزرگوار و استاذِ باکمال، حجۃ الاسلام حضرت علامہ الشاہ محمد حامد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اور مفتی اعظم حضرت علامہ الشاہ مصطفیٰ رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے دادا جان...... رئیس المتکلمین حضرت مولانا علامہ نقی علی خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تدریس، تصنیف اور تقریر تینوں ذرائع سے دین کی خدمت انجام دی۔ اہلِ فکر و نظر اس بات سے بخوبی آگاہ ہیں کہ تحریر کے اثرات دیرپا اور مؤثر ہیں، اسی لیے حضرت مولانا نقی علی خان بریلوی نے جہاد بالقلم کی جانب زیادہ توجہ دی۔ چوں کہ ان کے دور میں برصغیر میں انگریزوں کا غاصبانہ قبضہ جاری تھا اور انگریزوں نے عیسائی مشنریوں کی مکمل سرپرستی کرتے ہوئے اسلام و پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس پر علی الاعلان اعتراضات کی کھلی چھٹی دے رکھی تھی، اس لیے حضرت مولانا نقی علی خان کی تصنیفات کا موضوع شانِ رسالت، ناموسِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تحفظ، اسلام کی ابدی تعلیمات سے آگاہی وغیرہ رہا۔

تصنیف و تالیف: علم دین کی ترویج و تشہیر مولانا نقی علی خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا مشن تھا۔ آپ نے تقریباً چالیس کتابیں تحریر فرمائیں، جن میں بعض نایاب اور مفقود ہیں، جن کے نام معلوم ہوئے ان کی تعداد ۲۶ رہے۔ ان میں بھی صرف آٹھ مطبوعہ اور ۱۸ رغیر مطبوعہ ہیں۔ پہلے غیر مطبوعہ کتب کے نام ملاحظہ فرمائیں:

غیر مطبوعہ تصانیف:

(۱) ازالۃ الاوھام
(۲) تزکیۃ الایقان ردّ تقویۃ الایمان
(۳) الروایۃ الرویۃ فی الاخلاق النبویۃ
(۴) النقادۃ النقویۃ فی الخصائص النبویۃ
(۵) وسیلۃ النجات
(۶) لمعۃ النبراس فی آداب الاکل واللباس
(۷) ترویح الارواح فی تفسیر سورۃ الم نشرح
(۸) التمکن فی تحقیق مسائل التنزین
(۹) خیر المخاطبہ فی المحاسبۃ والمراقبۃ
(۱۰) ہدایۃ المشتاق الی سیر الانفس والآفاق
(۱۱) ارشاد الاحباب الی آداب الاحتساب
(۱۲) اجمل الفکر فی مباحث الذکر
(۱۳) عین المشاہدہ لعین المجاہدہ
(۱۴) تشوق الاواہ الی طریق محبۃ اللہ
(۱۵) نھایۃ السعادۃ فی تحقیق الھمۃ والارادۃ
(۱۶) اقوی الذریعہ الی تحقیق الطریقۃ والشریعۃ
(۱۷) اصلاح ذات بین
(۱۸) الکواکب الزہراء فی فضائل العلم والعلماء

اس کتاب میں شامل احادیث پاک کی تخریج میں امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مستقل رسالہ ''النجوم الثواقب فی تخریج احادیث الکواکب'' کے نام سے تحریر فرمایا۔

مطبوعہ تصانیف:

(۱۹) الکلام الاوضح فی تفسیر سورۃ الم نشرح

بڑے سائز کے ۴۳۸ ؍صفحات پر مشتمل یہ کتاب جو ۸۷ ؍کتب کی مدد سے لکھی گئی ہے۔ سورۃ الانشراح کی مایۂ ناز تفسیر ہے۔ مولانا کے علم وفضل اور عشق ومحبت کا اندازہ اس کتاب کے مقدمہ سے ہی ہوجاتا ہے، جس میں انھوں نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان میں اُردو زبان میں ۲۶۵ ؍اور عربی زبان میں ۲۴۸ ؍القاب تحریر کیے ہیں۔ جس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نے اس کتاب کے صرف مقدمہ سے متاثر ہوکر مقالہ بعنوان ''عشق ہی عشق'' تحریر کرڈالا۔

(۲۰) سرور القلوب فی ذکر المحبوب

۳۶۸ ؍صفحات پر مشتمل یہ کتاب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اوصافِ جمیلہ، کمالاتِ جلیلہ اور سیرتِ طیبہ کے موضوع پر تحریر کی گئی ہے۔ اس کتاب کا پہلا باب میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے موضوع پر

ہے، جسے امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک محفلِ میلاد میں پڑھ کر سنایا تھا۔

ڈاکٹر محمد حسن قادری نے اپنے پی ایچ ڈی مقالے بعنوان ''مولانا نقی علی خان بریلوی......حیات وادبی کارنامے'' میں ''سرور القلوب'' کو خطۂ روہیل کھنڈ سے شائع ہونے والی 'پہلی سیرت' کی کتاب قرار دیا ہے۔

اس کتاب میں شانِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں عیسائی پادریوں کے اعتراضات کا خاص طور پر جواب دیا گیا ہے۔ عصرِ حاضر میں یورپ وامریکہ میں یہ مذموم مہم پھر سے جاری ہے اور اپنے زعمِ فاسد میں عیسائی مشنریز نے شانِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں بے ادبی کو اپنے مذہب کے فروغ کا لازمی عنصر سمجھا ہوا ہے۔ اس ماحول میں اس کتاب کی اہمیت دوچند ہوجاتی ہے۔

''سرورِ القلوب'' کا پہلا ایڈیشن ۱۸۷۱ء میں، دوسرا ایڈیشن ۱۹۱۸ء میں مطبع نول کشور لکھنؤ سے شائع ہوا۔ بعدازاں پاک وہند کے ناشرین نے اس کے متعدد ایڈیشن شائع کیے، لیکن نقل در نقل کی وجہ سے ہر ایڈیشن میں متعدد اغلاط راہ پاتی چلی گئیں۔ اصلاح کی ضرورت کومحسوس کرتے ہوئے مولانا ابوالنور محمد راشد علی مدنی نے قدیمی ایڈیشن کو سامنے رکھتے ہوئے نہ صرف صحیح ترین نسخہ تیار کیا بلکہ آیات واحادیث کی تخریج کا اہم کام بھی سرانجام دیا۔ ۵۰۰ ؍صفحات پر مشتمل یہ جدید ایڈیشن ۲۰۱۸ء میں دارالنعمان پبلشرز لاہور نے شائع کرنے کا شرف حاصل کیا۔ حال ہی میں معروف مصنف ومؤرخ محمد احمد ترازی نے ''سرور القلوب کا مطالعاتی جائزہ'' کے عنوان سے ۲۵ ؍صفحات پر مشتمل ایک وقیع مقالہ لکھا ہے، جو سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر تحقیقی مجلّے ''شاہد انٹرنیشنل'' کے تازہ شمارے میں شائع ہوا ہے۔

(۲۱) جواہر البیان فی اسرار الارکان

۲۰۹ ؍صفحات پر مشتمل اس کتاب میں ارکانِ اسلام کے رموز واسرار کو بیان کیا گیا ہے۔ اس کتاب کے صرف اڑھائی صفحے کی شرح میں امام احمد رضا بریلوی نے ''سلطنۃ المصطفیٰ فی ملکوت کل الوریٰ'' کے نام سے پورا رسالہ تحریر فرمایا۔ اسی کتاب کے مقدمہ میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد ماجد کے حالات کو بیان فرمایا ہے۔ پاکستان میں یہ کتاب مکتبہ مہریہ رضویہ ڈسکہ نے شائع کرنے کا شرف حاصل کیا ہے۔

(۲۲) اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد

۱۰۴ رصفحات پر مشتمل اس کتاب میں ''تقویۃ الایمان'' کا اصولی رد کیا گیا ہے۔ یہ بڑی جامع کتاب ہے، جس میں قرآن وحدیث کی روشنی میں ۲۰ رقواعد بیان کیے گئے ہیں اور ان کی مدد سے ''تقویۃ الایمان'' کی ہر ہر عبارت پر سخت گرفت کی گئی ہے۔ اس کتاب میں شریعتِ مطہرہ کی اصطلاحات بیان کی گئی ہیں۔ اس لیے اسلوب نگارش کچھ مشکل ہے۔

(۲۳) ہدایۃ البریۃ الی الشریعۃ الاحمدیہ

یہ کتاب گرچہ ۴۸ رصفحات پر مشتمل ہے، لیکن اصلاحِ معاشرہ اور نئے نئے فتنوں کے رد میں نہایت پُر اثر کتاب ہے۔ اس کتاب میں خاص طور پر ان لوگوں کی اصلاح بھی کی گئی ہے جو دینی اُمور میں عقل کو امام بناتے ہیں۔ ساتھ ہی وہ صوفی کہلانے والے جو نہ صرف شریعت پر عمل نہیں کرتے بلکہ شریعت کا مذاق اُڑاتے ہیں، ان کی اصلاح کا پیغام بھی ہے۔

(۲۴) اذاقۃ الآثام لمانعی عمل المولد والقیام

محفلِ میلاد کے استحباب اور قیام تعظیمی کے جواز کے موضوع پر اس کتاب کی امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی تعریف فرمائی ہے۔ اس کی اشاعت یا ناشر کا علم نہیں ہو سکا۔

(۲۵) فضل العلم والعلماء

۵۴ رصفحات پر مشتمل علم وعلما کی فضیلت پر بہت پیاری کتاب ہے۔ پاک وہند سے بار ہا شائع ہو چکی ہے۔ یہ عظیم وقدیم کتاب مکتبۃ المدینہ کراچی نے تسہیل وتخریج کے ساتھ شائع کرنے کا شرف حاصل کیا ہے۔ (تسہیل وتخریج کا اولین کام المجمع الاسلامی مبارک پور نے انجام دیا اور اشاعت کی۔)

(۲۶) احسن الوعا لآداب الدعا

اس کے کئی ایڈیشن پاک وہند سے شائع ہو چکے ہیں۔ ۳۳۰ رصفحات پر مشتمل یہ کتاب آداب دُعا، مقاماتِ قبولیت، اوقاتِ قبولیت کے موضوع پر نہایت ایمان افروز اور مدلل ہے۔ اس کی شرح امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''ذیل المدعا لاحسن الوعاء'' کے نام سے تحریر فرمائی۔ یہ شرح اتنی ضخیم ہے کہ اصل متن سے بڑھ گئی ہے۔ یہ کتاب اس قابل ہے

کہ بار بار اشاعت ہو اور ہر مسلمان اس کو بار بار پڑھے۔ اگر پڑھ نہیں سکتا تو ضرور سنے۔ دُعا جو حدیث پاک کے مطابق مومن کا ہتھیار ہے لیکن یہ ہتھیار کیسے چلانا ہے؟ اس کا تمام طریقہ اس کتاب میں تفصیل سے مذکور ہے۔

ہند میں رضا اکیڈمی ممبئ اور پاکستان میں مکتبۃ المدینہ کراچی نے اس کتاب کی اشاعت کا شرف پایا ہے۔

فتویٰ نویسی: امام العلماء مولانا رضا علی خاں نے ۱۲۴۶ھ/ ۱۸۳۱ء میں دارالافتاء کی بنیاد رکھی تھی اور چونتیس سال تک کارِ افتا انجام دیا تھا۔ بعدۂ یہ منصب ان کے صاحب زادے مولانا نقی علی خاں نے اپنے وصال ۱۲۹۷ھ تک سنبھالے رکھا۔ آپ کے فتاویٰ کا کوئی مجموعہ دستیاب نہیں ہوا۔ آپ کے پاس اکثر مفتیانِ کرام اپنے فتاویٰ تصدیق کے لیے بھیجتے تھے۔ اگر وہ درست ہوتے تو آپ مہر لگا دیتے۔ اگر غلط ہوتے تو علیحدہ کاغذ پر جواب لکھ دیتے۔

رئیس المتکلمین پر تحقیقی کام: مولانا نقی علی خان کی پہلی سوانح عمری مولانا شہاب الدین رضوی (سابق ایڈیٹر ماہنامہ سنی دُنیا بریلی شریف) نے لکھنے کا شرف حاصل کیا۔ یہ سوانح عمری پاکستان میں عالمی دعوتِ اسلامیہ نے شائع کرنے کی سعادت حاصل کی، جب کہ ڈاکٹر محمد حسن قادری بریلوی اس لحاظ سے مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انھوں نے حضرت مولانا نقی علی خاں بریلوی پر پہلی پی ایچ ڈی کرنے کی سعادت حاصل کی۔ ۲۲۹ رصفحات پر مشتمل ان کا یہ مقالہ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی نے ۱۴۲۶ھ/ ۲۰۰۵ء میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کی۔ اس مقالہ پر حضرت تاج الشریعہ وحضرت نباضِ قوم کے خلیفۂ مجاز، محقق رضویات پیر سید وجاہت رسول قادری رحمۃ اللہ علیہ (سرپرست ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل) نے بڑا معلوماتی مقدمہ تحریر فرمایا۔

یہ حضرت مولانا نقی علی خاں بریلوی کی ۴۰ رمیں سے ۲۶ رکتب کا تذکرہ تھا۔ محققین کی خدمت میں گزارش ہے کہ تلاش کر کے حضرت رئیس المتکلمین کی دیگر کتب کو سامنے لائیں۔

ان ۲۶ رکتب میں سے اب تک فقط ۸ رزیورِ طباعت سے آراستہ ہو سکی ہیں۔ ناشرین کتب سے گزارش ہے کہ آگے بڑھیں اور ان کتب کو طباعت کا جامہ پہنا کر علم دین کے نور کو عام کرنے کی سعادت پائیں۔ اللہ تعالیٰ! ان عظیم الشان تصنیفی خدمات پر حضرت رئیس المتکلمین رحمۃ اللہ علیہ کو اجر عظیم عطا فرمائے اور آپ کے مزارِ اقدس پر رحمت کی برکھا برسائے۔ آمین

☆☆☆

''جدّ الممتار'' کے عالمی اِشاعتی سفر کی مختصر تاریخ

''جدّ الممتار'' امام اہلِ سنّت رحمۃ اللہ علیہ کی وہ تعلیقات ہیں، جو امام اہلِ سنّت نے ''حاشیہ ابن عابدین'' (ردالمحتار) پر تحریر فرمائیں۔ ان تعلیقات کو جمع کر کے پانچ قلمی جلدوں میں مرتّب کیا گیا، اس کے بعد سات ضخیم جلدوں میں متعدد اداروں سے مکمل طباعت و اشاعت عمل میں آئی۔

ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا تحسینی
مدیر: دار اہلِ سنّت، کراچی

فقہِ حنفی میں ''حاشیہ ابن عابدین'' (''ردالمحتار علی الدرالمختار'') کی اہمیت اہلِ علم حضرات پر مخفی نہیں، بطورِ خاص آج کے زمانے میں ''ردالمحتار'' کی جو اہمیت و اِفادیت ہے، وہ اَظہر من الشّمس ہے کہ کوئی حنفی مفتی اس کتاب سے ہرگز مستغنی نہیں۔

دراصل یہ کتاب علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۲۵۲ھ) کے وہ حواشی ہیں، جو انھوں نے علامہ علاء الدین حَصکفی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۰۸۸ھ) کی کتاب ''الدرالمختار'' پر تحریر فرمائے، اور ''درِمختار'' کتاب ''تنویرالابصار'' کی شرح ہے، جب کہ ''تنویرالابصار'' ایک متن ہے، اس کے مصنّف علّامہ تُمرتاشی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۰۰۴ھ) ہیں۔

ان تمام کتب کی اہمیت، اِفادیت اور خصوصیات و تفصیل جاننے کے لیے، ڈاکٹر سائد بکداش کی کتاب کی طرف مُراجعت کی جائے، جو انھوں نے علامہ عابد سندھی رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت پر لکھی ہے، اس کتاب میں انھوں نے ان تمام اُمور کا حق ادا کرنے کی پوری کوشش کی۔

''جدّ الممتار'' امام اہلِ سنّت رحمۃ اللہ علیہ کی وہ تعلیقات ہیں، جو دَورانِ مطالعہ موقع و محل کی مناسبت سے، امام اہلِ سنّت نے ''حاشیہ ابن عابدین'' (ردالمحتار) کے بیاضِ اَطراف پر تحریر فرمائیں، یہ باقاعدہ کوئی ایسی تالیف نہیں جس کی ترتیب و تالیف کے لیے امام اہلِ سنّت رحمۃ اللہ علیہ نے

باقاعدہ اہتمام فرمایا ہو، بلکہ جب جب مطالعہ کرتے اور کوئی بات مناسب معلوم ہوتی کہ یہاں نوٹ ہونی چاہیے، اسے قلم بند کر لیا کرتے۔ بعد میں ان تعلیقات کو جمع کر کے پانچ قلمی جلدوں میں مرتّب کیا گیا، اس کے بعد سات ضخیم جلدوں میں مکمل طباعت و اِشاعت عمل میں آئی۔

اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کی گراں مایہ تصنیفات و تعلیقات میں سے، کئی تحریرات اب تک شائع نہیں ہو پائیں، انھیں میں سے ''ردّالمحتار'' پر امام اہلِ سنّت رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیقاتِ نفیسہ بھی تھیں۔

''جدالممتار'' کی اہمیت و خصوصیات

فقہی اعتبار سے یہ تعلیقات بڑی اہمیت کی حامل ہیں، ان تعلیقات و حواشی کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے، کہ ان میں جو طرزِ استدلال و اِستنباط پایا جاتا ہے، اور جیسے علمی نکات اس میں بیان کیے گئے ہیں، وہ صرف ان ہی تعلیقات کا حصہ ہے، جنھیں ''جدالممتار'' کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

''فتاویٰ شامی'' پر ''جدّ الممتار'' کے نام سے امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ علیہ کی یہ تعلیقات و حواشی متعدد خصوصیات کی حامل ہیں، ان کا مفصّل بیان استاذ العلماء حضرت علامہ محمد احمد مصباحی صاحب نے اپنے ایک مبسوط مقالے میں تحریر فرما دیا ہے، یہ رسالہ ''جدالممتار'' کی جلدِ ثانی کے شروع میں ''تعریف الکتاب'' کے نام سے شامل کیا گیا ہے، اس مقالے میں قبلہ مصباحی صاحب نے جو خصوصیات بیان فرمائی ہیں، اُن میں سے چند حسبِ ذیل ہیں:

(۱) مختلف اَقوال میں تطبیق، (۲) حلِ اِشکالات، (۳) مَراجع اور حوالوں کا اِضافہ، (۴) لغزش و خطا پر تنبیہات، (۵) علمِ حدیث میں کمال، (۶) غیر منصوص اَحکام کا اِستنباط وغیرہ۔

''جدالممتار'' کے اِشاعتی سفر کا آغاز

''جدالممتار'' کے اِشاعتی سفر کا آغاز سرزمینِ ہندُستان سے ہوا، اس کی جلدِ اوّل (کتاب الطہارۃ و کتاب الصلاۃ) ۱۹۸۲ء اور جلد ثانی (کتاب الزکاۃ تا کتاب الطلاق) ۱۹۹۴ء میں، صدر مدرّس جامعہ اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ، استاذ گرامی حضرت علامہ محمد احمد مصباحی صاحب اور ان کے رفقائے کرام نے ''المجمع الاسلامی'' مبارک پور سے شائع کیں، جلدِ اوّل کی طباعت کا مرحلہ

حیدرآباد دکن میں طے ہوا، جب کہ جلدِ ثانی ’’رضا اکیڈمی‘‘ ممبئی کے تعاون سے شائع کی گئی۔

ان دونوں جلدوں کی تیاری میں حضرت علامہ محمد احمد مصباحی صاحب کے ساتھ جو رفقائے کار شریک رہے، ان کی فہرست طویل ہے، جس کی تفصیل کے لیے ’’المجمع الاسلامی‘‘ مبارک پور سے شائع کردہ جلدوں کی طرف مُراجعت کی جاسکتی ہے، البتہ بطورِ اختصار چند حضرات کے اسمائے گرامی یہ ہیں: (۱) علامہ محمد یٰسین اختر اعظمی مصباحی، (۲) علامہ محمد عبدالمبین نعمانی مصباحی، (۳) علامہ افتخار احمد قادری مصباحی۔

اِشاعتِ جدیدہ کا عزمِ مصمم اور اس سلسلے میں کی جانے والی کوششیں

’’جدالممتار‘‘ کی ہندُستان سے اِشاعت، اپنے زمانے کے تقاضوں کو بھرپور انداز میں پورا کرتے ہوئے کی گئی، مگر آج ہمارے زمانے میں اُس انداز کی طباعت تقریباً ناقابلِ قراءت تصوّر کی جاتی ہے، جب کہ عرب حضرات خصوصاً اور ان کی اتباع میں اہلِ پاک و ہند بھی عموماً، کمپوزڈ (Composed) کتابیں پڑھنے کے عادی ہوتے چلے جارہے ہیں، لہٰذا ۱۹۹۷ء میں مادرِ علمی جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں دورانِ تعلیم، مخلص و مشفق اساتذہ کی تربیت اور ذہن سازی کے نتیجے میں، یہ نیّت وعزمِ مصمم کرلیا تھا کہ اعلیٰ حضرت کی تمام عربی تصنیفات کو جدید زمانے کے تقاضوں کے مطابق، عالمی سطح پر ممکنہ حد تک، عمدہ اور خوب صورت انداز سے شائع کیا جائے گا، اس سے دیگر فوائد کے ساتھ ساتھ جاذبیت اور تشویقِ مطالعہ کا فائدہ بھی حاصل ہوگا، لہٰذا ترجیحی بنیاد پر ’’جدالممتار‘‘ کو فوقیت دی گئی۔ اس کے لیے مبارک پور سے کی گئی اِس کی اِشاعتِ اوّل نے سنگِ میل کا کام دیا، اور ساتھ ہی ساتھ اس کا ایک قلمی نسخہ حضرت علامہ قاضی عبدالرحیم بستوی صاحب، مفتی مرکزی دارالافتاء اہلِ سنّت بریلی شریف کی نوازشوں سے حاصل ہوا، یہ نسخہ قاضی صاحب قبلہ کے اپنے قلم سے نقل کردہ ہے، جسے انھوں نے اپنے استاذِ محترم حضرت علامہ غلام جیلانی میرٹھی صاحب کے نسخے سے نقل کیا، جب کہ علامہ غلام جیلانی صاحب کا نسخہ خود سرکار اعلیٰ حضرت کے دستی نسخۂ مبارکہ سے منقول تھا(۲)، مبارک پور کے نسخۂ مطبوعہ، اور قاضی صاحب کے اِس نسخۂ مخطوطہ کے سبب ہمیں کتاب کی تحقیق اور ترتیبِ جدید میں بہت مدد ملی، جس کے لیے ہم ان تمام حضرات کے تہِ دل سے شکرگزار ہیں!

’’جدالممتار‘‘ سے متعلق سرکار مفتی اعظم کی خواہش

چوں کہ اعلیٰ حضرت نے اپنے ضخیم ترین، گراں قدر، مایۂ ناز اور شہرۂ آفاق ’’فتاویٰ رضویہ‘‘ میں ’’ردالمحتار‘‘ (فتاویٰ شامی) کی کثیر ایسی عبارات نقل فرمائی ہیں، جن پر امامِ اہلِ سنّت نے بحیثیت تعلیق اپنے استدراکات، تحقیقات اور اِفادات بھی تحریر فرمائے، جو ’’جدالممتار‘‘ میں شامل نہیں تھے، اور چوں کہ بقول قبلہ قاضی صاحب اور دیگر بعض علمائے کرام، سرکار مفتی اعظم ہند کی یہ خواہش تھی کہ ان تعلیقات کو بھی ’’فتاویٰ رضویہ‘‘ سے لے کر ’’جدالممتار‘‘ میں نقل کردیا جائے؛ تاکہ اس کی اِفادیت مزید ہو! چناں چہ ان حضرات کے حکم کی تعمیل میں اُن تعلیقات کو بھی اِس اِشاعتِ جدیدہ میں شامل کرلیا گیا ہے، البتہ اس طرح کی تعلیقات کو نقل کرتے ہوئے عبارت کے شروع میں بریکٹ کے اندر یہ عبارت اس طرح لکھ دی گئی ہے: [قال الإمام أحمد رضا في «الفتاوى الرضوية»:]؛ تاکہ اصل ’’جدالممتار‘‘ اور ’’فتاویٰ رضویہ‘‘ سے منقول عبارات میں امتیاز رہے، نیز ’’فتاویٰ رضویہ‘‘ سے منقول ہر عبارت کے اخیر میں ’’فتاویٰ رضویہ‘‘ کی تخریج بھی کردی گئی ہے؛ تاکہ اصل مقام کی طرف رجوع آسان ہو، البتہ ’’فتاویٰ رضویہ‘‘ کے مختلف نسخوں میں سے معیار ’’رضا فاؤنڈیشن‘‘ لاہور والے نسخے کو بنایا گیا ہے، ہاں اس نسخے کی اَغلاط کی تصحیح کے لیے ’’رضا اکیڈمی ممبئی‘‘ والے نسخے سے مدد لی گئی ہے۔

اُسلوب و منہج سے متعلق مشاورت

چوں کہ اس وقت دنیا میں ’’ردالمحتار‘‘ (حاشیہ ابنِ عابدین شامی) کے قدیم وجدید متعدد نسخے پائے جاتے ہیں، لہٰذا ہمارے لیے یہ فیصلہ کرنا مشکل تھا کہ ’’فتاویٰ شامی‘‘ کی تخریج کرتے وقت، جلد اور صفحہ نمبر کس نسخے کے مطابق لکھے جائیں، جب کہ دنیا بھر میں پائے جانے والے نسخوں میں، اب تک کا ثقہ ترین نسخہ ہمارے سامنے ’’دار الثقافة والتراث‘‘ دِمشق کا مطبوعہ تھا، جس کی تحقیق ڈاکٹر حسام الدین فرفور ابن شیخ صالح فرفور نے کی ہے، اس سلسلے میں، میں نے جب اپنے استاذِ محترم مفتی اعظم پاکستان مفتی عبدالقیوم ہزاروی صاحب سے مشورہ کیا، تو حضرت نے اس قدر سہل اور مؤثر انداز میں میری اس مشکل کو حل فرمادیا، کہ بے ساختہ میری زبان پر انگریزی کا محاوَرہ Old is Gold جاری ہوگیا۔

قبلہ مفتی صاحب نے فرمایا کہ: ''آپ کسی بھی ایک نسخے کو معیار بنالیں، اور اس میں شامی کی عبارت کی تخریج کرتے ہوئے، باب، مطلب، جلد اور صفحہ نمبر وغیرہ کا حوالہ دیتے ہوئے، یہ نشان دہی بھی کردیں کہ علامہ شامی کا یہ قول ''دُرِمختار'' کی کس عبارت کے تحت ہے، چوں کہ ''دُرِمختار'' کی عبارت مختصر ہے، لہٰذا آپ کے ذکر کردہ باب اور مطلب کی مدد سے ''ردالمحتار'' کی عبارت تک بآسانی پہنچا جاسکے گا، اور اس طرح دنیا میں جس کے پاس ''ردالمحتار'' کا جو بھی نسخہ ہو، وہ آپ کی شائع کردہ ''جدالممتار'' سے بآسانی استفادہ کرسکے گا۔'' سبحان اللہ! کیا ہی عمدہ رہنمائی فرمائی حضرت نے!

اس کے ساتھ ہی قبلہ مفتی اعظم پاکستان نے یہ بھی فرمایا کہ: ''مولانا! میں ''جدّالممتار'' کی تخریج وتحقیق کا کام شروع کرواچکا تھا، مگر جب مجھے معلوم ہوا کہ آپ بھی اسی کتاب پر کام کررہے ہیں، تو میں نے اپنا ارادہ ترک کردیا، اور اب یہ کام آپ کے سپرد ہے، آپ کو ہر حال میں اسے پایۂ تکمیل تک پہنچانا ہے۔'' اللہ تعالیٰ استادِ محترم قبلہ مفتی صاحب کے مزار پُر انوار وتجلیات کی بارش فرمائے، اور ہمیں ان کی نیک اُمیدوں اور حسنِ ظن کے مطابق ''جدالممتار'' اور امام اہل سنّت کی دیگر عربی تصنیفات وتعلیقات کو، عموماً پاک وہند اور خصوصاً عالم عرب میں نشر کرنے کی توفیق وسعادت بخشے، آمین بجاہِ سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

اِشاعتِ جدیدہ ''جدالممتار'' کی چند خصوصیات

''جدّ الممتار'' کی اِشاعتِ جدیدہ متعدد خصوصیات کی حامل ہے، ان میں سے چند خصوصیات حسبِ ذیل ہیں:

(۱) عبارتِ ''جدالممتار'' کا مطبوعہ ومخطوطہ نسخوں سے مقابلہ۔

(۲) جدید نسخوں میں سے ''دار الثقافۃ والتراث'' دِمشق کے مطبوعہ نسخے کو معیار بنایا گیا ہے، جب کہ نسخِ قدیمہ سے ''المطبعۃ المیمنیۃ'' قاہرہ مصر کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔

(۳) قرآنی آیات واحادیثِ نبویہ شریفہ اور نصوصِ فقہیہ وغیرہ کی، اصل مآخذ ومَراجع سے تخریج۔ البتہ تخریج صرف ان نصوص کی کی گئی ہے جو ''جدالممتار'' میں شامل ہیں، جب کہ ''ردالمحتار'' کی عبارت میں منقول آیات واحادیث ودیگر نصوصِ فقہیہ وغیرہ کے لیے، صرف شامی ہی کی تخریج پر اِکتفا کیا گیا ہے، اس طور پر کہ اعلیٰ حضرت نے علامہ شامی کی جس عبارت پر تعلیق رقم فرمائی ہے، وہ

''ردالمحتار'' میں کس مقام پر ہے؛ یہ اس لیے کہ ''ردالمحتار'' کی عبارات میں وارد نصوص کی تخریج، ''دار الثقافۃ والتراث'' دِمشق کے نسخہ میں کردی گئی ہے، اس کے لیے وہاں مُراجعت کی جائے۔

(۴) اُن مقامات کی نشان دہی جن کی طرف اشارہ کرتے وقت امامِ اہلِ سنّت نے فرمایا: ''سيأتي'' یا ''كما قدمنا'' یا ''انظر ما كتبتُ على البحر'' أو على ''الفتح'' یا ''كما حقّقناه في فتاوانا''.... وغیرہ

(۵) تمام معلّق علیہا عبارات کا ترتیب وار نمبر شمار۔

(۶) ''فتاویٰ رضویہ'' سے اعلیٰ حضرت کی اُن تمام عبارات کو نقل کیا گیا ہے، جو علامہ شامی کی کسی عبارت سے متعلّق ہیں۔

(۷) جن انبیا، صحابہ، اولیا وعلما اور کتب کا امامِ اہلِ سنّت نے ذکر فرمایا ہے، حاشیہ میں ان کے مختصر حالات لکھ دیے گئے ہیں، اسے عرب حضرات اپنی اصطلاح میں ''تراجمِ اَعلام'' اور ''تراجمِ کتب'' کہتے ہیں۔

(۸) آخر میں قرآنی آیات، احادیثِ نبویہ، تراجمِ اَعلام، تراجمِ کتب، موضوعات، مآخذ ومَراجع مخطوطہ اور مآخذ ومراجع مطبوعہ کی علیٰحدہ علیٰحدہ فہارِس مرتّب کی گئی ہیں، اور ان سب کے آخر میں فہرس الفہارِس دے دی گئی ہے۔

(۹) علاماتِ ترقیم (۔ ، : ؛ ؟ !) یعنی فل اسٹاپ، کاماز، کالن، سیمی کولن، سوالیہ نشان اور علامتِ تعجب وغیرہ کا التزام؛ تاکہ پڑھنے والے کو سمجھنے میں آسانی ہو۔

ادارۂ اہلِ سنّت کراچی سے ''جدالممتار'' کی اِشاعتِ اوّل ودُوم

ادارۂ اہل سنّت کراچی سے اب تک ''جدالممتار'' کے دو ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں، ان میں ''جدالممتار'' کی اِشاعت اوّل کا مرحلہ وار سلسلہ ۱۴۲۷ھ/ ۲۰۰۶ء میں شروع ہوا، جو تین سالہ انتھک محنت اور کوشش کے بعد، ۱۴۲۹ھ/ ۲۰۰۸ء میں مکمل ہوا، اِشاعت اوّل چار جلدوں پر مشتمل نامکمل تھی، ادارۂ اہل سنّت کی اس کوشش کو علما وخواص میں بے حد پذیرائی ملی، اور اسے پاک وہند سمیت تمام سُنّی دنیا میں بے حد سراہتے ہوئے خوشی کا اظہار کیا گیا، علمی حلقوں کی جانب سے حد درجہ حوصلہ افزائی کے بعد، ادارۂ اہل سنّت کراچی نے اس کی اِشاعت ثانیہ کا ارادہ کیا، اور اس پر

اَزسرِنو تحقیقی کام کا آغاز کیا، دوسرے مرحلے میں جو اُمور خاص طَور پر پیشِ نظر رکھے گئے، ان میں سے چند حسبِ ذیل ہیں:

(۱) کتاب کے متن وحواشی کی مکمل پروف ریڈنگ، (۲) تخاریج کا اَزسرِنو جائزہ، (۳) کتاب کی جدید منہج، اُسلوب اور عالمی معیارِ طباعت کے مطابق مزید ترتیب، (۴) علاماتِ ترقیم کا جائزہ اور حسبِ ضرورت اضافہ، (۵) کمپوزنگ اَغلاط کی تصحیح وغیرہ۔

''جد الممتار'' کی مکمل اِشاعت ثانیہ اور اسے طباعتی خوبیوں سے مزید آراستہ اور مزین کرنے، اور خوب سے خوب تر بنانے کے لیے جو جدوجہد کی گئی، اس کی اپنی ایک علیٰحدہ تاریخ ہے، راقم الحروف اور اس کی ریسرچ ٹیم نے نایاب کتب اور مخطوطات تک رسائی، اور ان کی فراہمی کے لیے مشکلات کی پروا کیے بغیر، بیسیوں لائبریریوں کا دَورہ کیا، قیمتاً اور بلا قیمت مخطوطات حاصل کیے، ان کی فوٹو کاپیاں یا اسکین (Scan) کروائی؛ تاکہ امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ علیہ نے بطورِ دلیل جس کتاب کا حوالہ یا عبارت تحریر فرمائی ہے، اس کی تخریج کا اہتمام کیا جاسکے، اسی طرح نایاب کتب اور مخطوطات تک رسائی کے لیے، ہندُستان سمیت دنیا کے مختلف ممالک کے مطالعاتی دَورے بھی کیے، نیز متعدد علماے دین کی بارگاہ میں حاضری دے کر تبادلۂ خیال کیا، اور ان کے قیمتی مشوروں سے بھی استفادہ کیا۔

اِشاعتِ جدیدہ میں مخطوط یا مطبوع نسخے کی تخاریج کے سلسلے میں، جہاں کئی لائبریریوں کا دَورہ کیا، وہیں ہماری یہ کوشش بھی رہی کہ ''فتاویٰ شامی'' کا وہ نسخہ حاصل کیا جائے، جو خود امام اہل سنّت کے استعمال میں تھا، جس پر وہ تعلیقات لکھا کرتے تھے۔

الحمد للہ! کافی عرصہ کی تگ ودو کے بعد یہ سعادت بھی نصیب ہوئی، کہ امام اہلِ سنّت کے زیرِ استعمال ''فتاویٰ شامی'' کی پانچ میں سے دو جلدوں (اوّل وثانی) کا حصول ممکن ہوا۔ (۳) جلد اوّل حاجی رفیق پردیسی صاحب کی مدد سے عبدالستار ہمدانی صاحب سے حاصل ہوئی، جب کہ دوسری جلد راقم الحروف نے خود تلاش کی، ہوا کچھ یوں کہ ایک روز دار العلوم مظہرِ اسلام بریلی شریف کے صدر مدرس مفتی محمد اعظم صاحب سے ملاقات کے لیے ان کے گھر حاضر ہوا، تب ان کے پاس راقم الحروف نے خود اپنی آنکھوں سے اس مبارک اور انتہائی بوسیدہ جلد کی زیارت کی، جب یہ خوش

خبری حاجی رفیق پردیسی صاحب کو دی گئی، تو انھوں نے حضرت قبلہ نجیب میاں صاحب برکاتی کے توسُط سے، اس جلد کی اسکین پی ڈی ایف (Scan PDF) حاصل کر کے ہم تک پہنچائی۔

ان دو جلدوں کے ملنے کے بعد اَزسرِنو تصحیح کا کام شروع کیا گیا، اسی دوران کئی وہ مقامات بھی ملے جو ''جد الممتار'' کے دیگر نقل کردہ نسخوں میں نقل ہونے سے رہ گئے تھے، یعنی بین السطور وہ حواشی جو صرف صفحہ نمبر پر، یا وہ تعلیقات جو انتہائی اختصار پر مشتمل تھیں، ان کا اِضافہ بھی اس اِشاعتِ ثانی میں کر دیا گیا۔

''جد الممتار'' کے قلمی نسخے

امام اہل سنّت کے زیرِ استعمال ''فتاویٰ شامی'' کا نسخہ مطبوعہ ۲۵ رجب ۱۲۹۴ھ، وزیر خانندہ علی بک سندَہ، طبع اولنمشدر (استنبول ترکی) تھا، یہ اِشاعت ۵ جلدوں پر مشتمل تھی، اسی نسخے پر اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ دورانِ مطالعہ تعلیقات لکھا کرتے، ان ہی تعلیقات کو اصل نسخہ سے حضرت علامہ غلام جیلانی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پاس نقل کیا، بعد میں حضرت علامہ قاضی عبد الرحیم بستوی صاحب نے اپنے استادِ محترم کے نسخہ سے، ان تعلیقات کو الگ سے پانچ مخطوط جلدوں کی شکل میں مرتب کیا (۴)، اور یہ نقل آج غالباً ان کے صاحب زادگان کے پاس بریلی شریف میں محفوظ ہے۔ اسی کی ماسٹر کاپی راقم الحروف نے حاصل کی، اور اسی کاپی کو سامنے رکھتے ہوئے ''جد الممتار'' کی ترتیب وطباعت کا کام شروع کیا۔

اس کے بعد ملک العلماء علامہ ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب، جلدِ ثانی کی نقل تک رَسائی ہوئی، اس سے کام میں مزید مدد ملی، یہ نقل اگرچہ صرف ایک ہی جلد کی تھی، مگر اہمیت سے خالی نہیں تھی۔

اس کے بعد قلمی نسخوں کی تلاش کا سفر مزید جاری رہا، اور بالآخر وہ دن بھی آیا کہ جب ہمیں امام اَہل سنّت رحمۃ اللہ علیہ کے زیرِ استعمال ''فتاویٰ شامی'' کے اصل نسخے کی دو جلدوں (اوّل اور ثانی) کی اسکین پی ڈی ایف (Scan PDF) میسر آئیں، جن پر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ تعلیقات لکھا کرتے تھے، اس کی تفصیل ماسبق میں گزر چکی۔

یوں ''جد الممتار'' کے کُل تین قلمی نسخے (۱) نسخۂ قاضی، (۲) نسخۂ بہاری (۳) اور نسخۂ اصلی

شامی الحمدللہ ادارۂ اہل سنّت کراچی میں محفوظ ہیں۔

پھر اسی ماسٹر کاپی کی کچھ مزید کاپیاں کروا کر، پاکستان اور عرب دنیا کے متعدد اداروں میں رکھوا دی گئیں، مثلاً قبلہ شاہ تراب الحق صاحب کی لائبریری میں، ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا میں، جمعیت اِشاعتِ اہلِ سنّت (نور مسجد کاغذی بازار، بوساطت مولانا ابو القاسم ضیائی) میں، المدینۃ العلمیہ (دعوت اسلامی) میں، معہد الفتح الاسلامی دِمشق میں، دار الثقافۃ والتراث دِمشق (حسام الدین فرفور) میں، دار البیروتی حلبونی دِمشق میں۔

شامی نسخۂ فرفور اور جد الممتار

اس حکمتِ عملی کا ایک فائدہ یہ ہوا، کہ ڈاکٹر فرفور صاحب نے بھی اپنی ''شامی'' کی تحقیق میں ''جد الممتار'' کو چیدہ چیدہ مقامات پر داخلِ طباعت کرلیا، جب کہ مکمل طور پر شامل نہ کرسکنے کی وجہ یہ بتائی کہ ''شامی'' کی ۱۲/جلدیں چوں کہ پہلے ہی طبع کر چکے تھے، اس کے بعد ''جد الممتار'' تک ان حضرات کی رَسائی ہوئی، لہٰذا بالاستیعاب شامل کرنے کی صورت میں ان کا منہجِ تحقیق متاثر ہوا جاتا ہے۔ البتہ یہ ضرور فرمایا کہ ''شامی رد المحتار'' کی مکمل تحقیق وطباعت کے بعد، طباعتِ ثانیہ میں ''جد الممتار'' بھی مکمل طور پر شامل کردی جائے گی، ان شاء اللہ۔

''جدّ الممتار'' کی اِشاعت کے تین بنیادی مقاصد واَہداف

''جد الممتار'' کی اِشاعت کے تین بنیادی مقاصد واَہداف تھے: (۱) امام اہلِ سنّت رحمۃ اللہ علیہ کے اس علمی خزانے کی حفاظت، (۲) اسے علما وخواص کے لیے قابلِ استفادہ بنانا (۳) اور اس کے ذریعہ عرب دنیا میں امام اہلِ سنّت رحمۃ اللہ علیہ کا علمی تعارف کرانا۔

''جد الممتار'' کی اِشاعت کے تینوں مقاصد اگرچہ انتہائی اہمیت کے حامل تھے، لیکن مؤخر الذکر مقصد سب سے زیادہ اہمیت کا حامل تھا، اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ امام اہلِ سنّت رحمۃ اللہ علیہ سے عقائد ونظریات کی بنیاد پر اختلاف رکھنے والے بعض لوگوں نے، اپنے مسلکی تعصب کا شدید مظاہرہ کیا، اور سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے خلاف عرب دنیا میں انتہائی منفی پروپیگنڈہ کیا، اور انھیں ایک نئے فرقے کے بانی کے طور پر متعارف کروایا، اس کے باعث عرب علما میں اعلیٰ حضرت کے بارے میں منفی تاثر پیدا ہوا، اس بے بنیاد منفی تاثر کو زائل کرنے کے لیے ضروری تھا، کہ امامِ اہلِ

سنّت کی عربی تصنیفات کو عرب ممالک تک پہنچایا جائے، اور وہیں سے ان کی اِشاعت کا اہتمام بھی کیا جائے؛ تاکہ عرب علما اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی کتب کا مطالعہ کرکے یہ جان سکیں کہ ان کے عقائد ونظریات کیا ہیں، نیز اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا علمی وفقہی مقام ومرتبہ کیا ہے!

''جد الممتار'' کی دار الفقیہ ابوظبی سے اِشاعت اوّل

اسی مقصد کے پیشِ نظر ۱۴۲۹ھ/ ۲۰۰۸ء میں ''جد الممتار'' کی ادارۂ اہل سنّت کراچی سے اِشاعت اوّل کے بعد، راقم الحروف نے عرب اِشاعتی اداروں سے رابطہ کیا، اور انھیں ''جد الممتار'' کی اہمیت واِفادیت سے رُوشناس کرایا، امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ علیہ کے مضبوط فقہی اِستدلال اور مدلل اندازِ تحریر سے متاثر ہوکر، عالمی اِشاعتی مرکز ''دار الفقیہ'' ابوظبی متحدہ عرب امارات نے اس کی طباعت واِشاعت کی ہامی بھرلی، نیز مکمل اِخراجات کا ذمّہ بھی دار الفقیہ نے خود لیا، اور اللہ عزوجل کے فضل وکرم اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظرِ عنایت سے، ۱۴۳۴ھ/ ۲۰۱۳ء میں ادارۂ اہل سنّت کراچی اور دار الفقیہ ابوظبی کے اشتراک سے، ''جد الممتار'' کی سات مکمل جلدوں کی اِشاعت نہایت دیدہ زیب اور عالمی معیار کے مطابق عمل میں آئی، اس اِشاعت میں ہر جلد تقریباً پانچ سو یا اس سے زائد صفحات پر مشتمل ہے، جب کہ کل صفحات ۳۶۶۲/ ہیں۔

''جد الممتار'' کی اِشاعت امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف سے

بعدہٗ ادارۂ اہل سنّت کی اجازت سے، علامہ مفتی محمد حنیف خاں رضوی صاحب نے، سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے صد سالہ عرس کے موقع پر، امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف سے اسی نسخے کی طباعت واِشاعت کی۔

اس کے بعد ہمارے کچھ مخلص ومحب علمائے کرام (مفتی محمد الیاس رضوی اشرفی صاحب، مفتی محمد وسیم اختر مدنی صاحب) نے بھی مزید تصحیحات کی جانب نشان دہی فرمائی، جسے آئندہ اِشاعت میں شامل کرکے مزید خوب صورتی کے ساتھ پیش کیا جائے گا، ان شاء اللہ۔

''جد الممتار'' کی اِشاعت المدینۃ العلمیہ کراچی اور دار الکتب العلمیہ بیروت سے

مزید خوش آئند بات یہ ہے کہ تبلیغ قرآن وسنّت کی عالمی تحریک ''دعوتِ اسلامی'' (المدینۃ العلمیہ) کی کوششوں سے، ''جد الممتار'' اب ۲۰۲۲ء میں بیروت کے مشہور اِشاعتی

اِدارے ''دار الکتب العلمیہ'' سے بھی شائع ہو چکی ہے، جو ۷ رجلدوں میں ۴۱۰۵ رصفحات پر مشتمل ہے، والحمدللہ علی احسانہ! جب کہ اس سے پہلے بھی یہ حضرات ''جدالممتار'' کی مکمل اِشاعت ۲۰۱۵ء میں پاکستان سے کر چکے ہیں، اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کو بھی جزائے خیر عطا فرمائے۔

اردو ترجمہ

''جدالممتار'' کی عربی اِشاعت کے ساتھ ساتھ اس کے کچھ حصوں کا اردو ترجمہ بھی، کراچی کے علاقے ملیر سے تعلق رکھنے والے، مفتی غلام یاسین راز صاحب نے کیا، مگر اس کی تکمیل نہیں ہو پائی۔

اب تک کی مکمل طباعت

الحمدللہ آج تک ''جدالممتار'' کے بنیادی طور پر، مکمل چار ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں:

(۱) دار اہل السنۃ اور دار الفقیہ ابوظبی ۱۴۳۴ھ/ ۲۰۱۳ء

(۲) دار اہل السنۃ اور امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف ۱۴۴۰ھ/ ۲۰۱۸ء

(۳) المدینۃ العلمیہ (دعوت اسلامی) ۱۴۳۶ھ/ ۲۰۱۵ء کراچی

(۴) المدینۃ العلمیہ (دعوت اسلامی) اور دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۴۳ھ/ ۲۰۲۲ء

''جدالممتار'' پر علمائے عرب اور پاک و ہند کی تقریظات

راقم الحروف نے اس کتاب کی اہمیت و اِفادیت کے پیشِ نظر، کچھ علمائے عرب سے تقریظات بھی حاصل کیں، جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں: (۱) ڈاکٹر طٰہ حُبیشی، استاذ و رئیس قسم العقیدۃ، کلیۃ اصول الدین، جامعہ اَزہر قاہرہ، (۲) الحبیب عمر بن حفیظ، دار المصطفیٰ تریم، حضر موت یمن، (۳) شیخ محمد ہشام بُرہانی، دِمشق شام، (۴) شیخ احمد حجّی کُردی رُکن ہیئۃ الفتوی کویت، واُستاذ کلیۃ الشریعۃ جامعہ دِمشق، (۵) ڈاکٹر محمد عبد اللطیف صالح فرفور حسنی، استاذ العلم الشریف دِمشق شام، واستاذ مدرسہ رَبانیہ مجددیہ

اسی طرح المدینۃ العلمیہ نے بھی اپنی طباعت میں، بعض علما کی تقریظات شامل کی ہیں، جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں: (۱) حضرت علامہ محمد احمد مصباحی، (۲) علامہ افتخار احمد قادری مصباحی، (۳) حضرت علامہ عبد المبین نعمانی، (۵) شیخ عبد الہادی خَرسہ دِمشقی اَزہری، (۶) شیخ عبد

العزیز خطیب حسینی دِمشقی، (۷) شیخ حسن سائد بادنجکی حسینی، (۸) شیخ فارس بن عمر عمران حسینی حلبی، (۹) شیخ اَیمن یاسر البکّار۔

''جدالممتار'' کی ریسرچ ٹیم میں شریک کار علما و محققین کے اسمائے گرامی

''جدالممتار'' کے اس عالمی اِشاعتی سفر کو کامیاب بنانے میں، ادارۂ اہل سنّت کراچی کے علما و محققین اور مفتیانِ کرام پر مشتمل ریسرچ ٹیم کا بہت بڑا حصہ ہے، اگر ان مخلص اَحباب کا تعاون نہ ہوتا، تو اس عظیم پروجیکٹ کو مکمل کرنا شاید ممکن نہ ہوتا، سالوں پر محیط ''جدالممتار'' کے اس عالمی اِشاعتی سفر میں، مختلف مراحل پر جو علما و محققین ہمارے ہمسفر رہے، ان کے اسمائے گرامی حسبِ ذیل ہیں:

(۱) مفتی عبد الرزاق تحسینی (۲) مفتی عبد الرشید ہمایوں مدنی (۳) ڈاکٹر مفتی محمد یونس علی قادری (۴) مفتی محمد کاشف محمود ہاشمی (۵) مفتی محمد امجد اختر القادری (۶) مولانا محمد نعیم بابر قادری (۷) مولانا محمد کاشف ندیم قادری (۸) مولانا محمد اویس رضا قادری

المدینۃ العلمیہ (دعوت اسلامی) کے تحت شائع ہونے والی دونوں اِشاعتوں میں، مرحلہ وار شریک کار محققین کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

(۱) محمد اسلم رضا تحسینی (راقم الحروف/مُشرِف علی التحقیق) (۲) عبد الرزاق ہنکورو (۳) عبد الرشید مدنی (۴) مولانا محمد اویس رضا قادری۔

درج بالا حضرات ''المدینۃ العلمیہ'' کی ابتدائی جلدوں میں شریکِ کار رہے، اس کے بعد ۲۰۰۶ء میں، ادارۂ اہلِ سنّت کی طرف کوچ کر گئے۔

(۵) محمد یونس علی مدنی (۶) محمد کاشف سلیم عطاری مدنی (۷) سیّد عقیل احمد عطاری مدنی (۸) تصوّر حسین عطاری مدنی (۹) محمد حامد علی علیمی (۱۰) قاری اسماعیل عطاری مدنی (۱۱) محمد امین عطاری مدنی (۱۲) محمد گلفراز عطاری مدنی (۱۳) زاہد فاروقی عطاری (۱۴) محمد کفیل عطاری مدنی، (۱۵) محمد کاشف ندیم عطاری مدنی (۱۶) محمد نعیم بابر عطاری مدنی (۱۷) تصوّر عباس عطاری مدنی

کلمۂ تشکر

''ادارۂ اہلِ سنّت'' کی تاسیس سے لے کر اب تک، ہماری تمام تر علمی خدمات میں، حضرت مولانا ابو القاسم صاحب ضیائی۔دامت برکاتہ العالیہ۔اور استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی محمد

ابوبکر صدیق شاذلی -دامت برکاتہ العالیہ- کی مکمل سرپرستی اور شفقتیں حاصل رہیں، اور واقعۃً ان دونوں حضرات کی سرپرستی وشفقت کے بغیر ''ادارۂ اہلِ سنّت'' کا قیام، اِستمرار اور وہ تمام تر خدمات، جو گزشتہ ۱۶/ برسوں میں ادارہ نے پوری جماعتِ اہلِ سنّت سے، بارِ قرض کچھ ہلکا کرنے کی کوشش میں انجام دیں، شاید وہ سب کچھ ہمارے لیے ممکن نہ ہو پاتا۔ لہٰذا ان حضرات کے بھی ہم بے حد شکر گزار ہیں! اور صحیح بات تو یہ ہے کہ ان دونوں حضرات کے حضور، شکر گزاری کے لائق ہمارے پاس الفاظ ہی نہیں! اللہ تعالیٰ دنیا وآخرت میں ان حضرات کو ہر خیر سے نوازے، ہر شر سے انھیں محفوظ رکھے۔

اللہ ربّ العالمین ان تمام اَحباب کو دنیا وآخرت کی تمام بھلائیاں نصیب فرمائے، اور مسلکِ اہلِ سنّت کی اس عظیم دینی خدمت پر کثیر اَجر وثواب سے نوازے، ہم سب کو بہتر اور مؤثر ترین انداز میں اِشاعتِ دین کی توفیق عطا فرمائے، اور اسے ہم سب کے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے، آمین بجاہِ سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم! **وصلّی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقِہ سیّدنا محمد، وعلیٰ آلہ وصحبہ أجمعین، والحمدُ للہ ربّ العالمین!.**

حواشی:

(۱) پہلی بار بعنوان ''جد الممتار کا سفر بریلی سے کراچی'' ۲۷/صفر المظفر ۱۴۲۸ھ/ ۱۷/ مارچ ۲۰۰۷ء میں لکھا گیا، جو ''معارف رضا'' کراچی کے سالانہ مجلّہ میں شائع ہوا، اب قدرے تفصیل دوبارہ آپ حضرات کے پیشِ خدمت ہے۔

(۲) علامہ غلام جیلانی میرٹھی صاحب کے نقل کردہ نسخہ تک ہماری رَسائی نہیں ہوسکی۔

(۳) بقیہ تین جلدوں کی تلاش جاری ہے، اگر کوئی صاحب اس میں ہماری مدد کرسکیں تو ہم ان کے احسان مند رہیں گے!

(۴) اس نقل کی مکمل تفصیل ماسبق میں گزر چکی ہے۔

☆☆☆

''فتاویٰ رضویہ'' کے منظوم سوالات وجوابات کی تسہیل وتفصیل بنام

امام احمد رضا اور منظوم فتاویٰ

مشتاق احمد قادری عزیزی امجدی

جامعہ اہل سنت صادق العلوم، شاہی مسجد، ناسک

اعلیٰ حضرت فقیہ عبقری امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ کے ''فتاویٰ رضویہ'' کے مطالعہ کے دوران چند فتاویٰ منظوم نظر سے گزرے، جن کے سوالات بھی منظوم تھے۔ اِس بات کو سبھی جانتے ہیں کہ نثری عبارت اور منظوم عبارت کے سمجھنے میں فرق ہے۔ اول عام سادہ گفتگو ہونے کی وجہ سے بڑی آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہے اور ثانی شعری تقاضوں کے مطابق دُشوار ترکیبوں پر مشتمل ہونے کی وجہ سے بہ نسبت اول کے آسانی کے ساتھ سمجھی نہیں جاتی، یہ تو عام مضامین پر محیط شعری کلام کی بات تھی، رہ گئی بات اس شعری مواد سے متعلق جو خالص فقہی ہو، جس کے اندر فتویٰ کے سارے آداب ملحوظ ہوں، جزیات کی نقل، ساتھ ہی سوال کے مطابق جواب نگاری کی رعایت موجود ہو، اِس لشکری امور اور ردیف وقافیہ پر حاوی منظوم فتاویٰ کا پورے طریقہ سے سمجھ لینا آسان کام نہیں، یہی حال ''فتاویٰ رضویہ'' کے اندر منظوم فتاویٰ کا ہے۔ خاص ان فتاویٰ کا جن کے سوالات بھی جوابات کے ساتھ فارسی زبان میں ہیں، فتاویٰ رضویہ میں اِس قسم کے کل چار عدد فتاویٰ شامل ہیں، ضرورت تھی کہ کچھ خواص کے سوا عوام کے لیے آسانی کی خاطر ان کی تسہیل اور تفصیل کردی جائے۔ الحمد للہ! اس فقیر نے اپنی وسعت بھر اس کی تکمیل کی کوشش کی ہے اور بہت دنوں سے اس تحریر کا جو نام ذہن میں محفوظ تھا اُس کے مطابق اس کا نام میں نے ''امام احمد رضا اور منظوم فتاویٰ'' رکھا ہے، اس میں طریقۂ کار یہ ہے کہ سوالات کے بعد اُن کے خلاصے پیش کیے گئے ہیں اور پھر اس نہج پر جوابات کے بھی خلاصے لکھے گئے ہیں، تا کہ پڑھنے والا سوالات کو معلوم کر کے جوابات سے بھی استفادہ کرسکے، جو فتاویٰ فارسی زبان میں ہیں اُن میں کچھ کا ترجمہ کر کے سوال کا خلاصہ پیش کیا گیا ہے۔ تحریر خواہ نثری ہو خواہ منظوم اُس کا خلاصہ پیش کرنا بھی بڑی محنت کا کام ہے، خاص کر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی

تحریر کا خلاصہ جو بڑی مہارت کا متقاضی ہے، جب کہ میں اس زمرہ میں نہیں، صرف اپنی ایک حسنِ نیت کے ساتھ چھوٹی سی کوشش ہے۔ اللہ تعالیٰ! قبول فرمائے۔ آمین

''فتاویٰ رضویہ'' سے ماخوذ ''منظوم فتاویٰ'' کے سوالات یہ ہیں:

(۱) ترجمۂ آیت پڑھنے سے سجدۂ تلاوت واجب ہوتا ہے یا نہیں؟ موت سے سجدۂ تلاوت ساقط ہوتا یا نہیں۔

(۲) ذاتِ الٰہی حرکت وسکون سے پاک ہے۔

(۳) مومن کو سزا دینے سے رحمت الٰہی میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔

(۴) کرایہ دار دوسرے کو دوکان ومکان کرایہ پر دے سکتا ہے یا نہیں؟

ان سوالوں کے جوابات نہایت ہی اہم، قابلِ استفادہ وعمل ہیں۔ مگر یہ شعری پیرایہ میں ہونے کی وجہ سے جلدی سمجھے نہیں جاسکتے تھے، اب جب کہ بفضلہٖ تعالیٰ ان کے تراجم ہوگئے ہیں تو اُمید کہ اہلِ ذوق ان مسائل کو پڑھنے میں دل چسپی دکھائیں گے۔ مولیٰ تعالیٰ ان تراجم کو اپنی بارگاہ میں قبولیت سے نوازے، ساتھ ہی اس کی اشاعت میں دل چسپی لینے والے احباب کو بھی دارین کی بھلائیوں سے نوازے۔ آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

امام احمد رضا اور کمالِ فتویٰ نویسی

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان جن کا کوئی بھی گوشۂ حیات محتاجِ تعارف نہیں، اپنے اوصاف وکمالات میں اسلامی تاریخ کی بے مثال ولاجواب ذات کا نام ہے۔ ۵۵/ سے زائد علوم وفنون میں مہارت کے ساتھ اُن میں علمی یادگاریں، خصوصاً فقہی کارنامے آپ کی شانِ عبقری کا کھلا اعلان ہیں۔

جہانِ افتا میں آپ سے پہلے اور آپ کے عہد میں اس کمال وجامعیت کا کوئی دوسرا مفتی نظر نہیں آتا، اور تادمِ تحریر بھی یہی حال ہے۔ کسی استفتا کے جواب کامل ومکمل کے لیے جن صلاحیتوں کی بروقت ضرورت پڑتی ہے وہ سب فتویٰ نویسی کے وقت حاضر ہوجاتی تھیں۔ قرآن و سنت اس طرح مستحضر تھے کہ بلا تکلف حسبِ ضرورت ان سے استفادہ کرتے تھے، وقت پڑنے پر جب آیاتِ قرآنیہ نقل فرماتے تو درجنوں آیات نوکِ قلم پہ آجاتیں، اور یہی حال احادیث طیبہ کا بھی تھا، اُن کے جوابات ادیبانہ ہونے کے ساتھ قرآن وسنت کے دلائل کا زبردست مرقع اور مجموعہ

ہوتے تھے۔ آپ کی یادداشت پر دُنیا حیران ہے۔ عام طور سے دارالافتاء کے مفتیانِ کرام سوالات آنے پر انتھک کوششیں فرماتے ہیں، جن کے لیے ایک مدت لگتی ہے، لیکن اس میں آپ کی شانِ فقاہت الگ ہی ہے۔ دارالافتاء میں روزانہ ایک نہیں پانچ پانچ سو سوالات آجاتے تھے، جن کے جوابات دس دس مفتیوں سے بھی کم مدت میں نہ بن پاتے، مگر آپ روزانہ سیکڑوں جامع جوابات ڈاک کے حوالے فرماتے، دُنیوی زندگی میں دیگر مصروفیات کے ساتھ ساتھ دارالافتاء میں بیٹھ کر تن تنہا پوری دُنیا کو شریعت وطریقت کے علوم کے جام سے سیراب کرتے رہنا صرف آپ جیسی حیران کن شخصیت کا ہی کارنامہ تھا۔ اردو، ہندی یہ آپ کی زبانیں تھیں، ان میں آپ نے بہت کچھ لکھا، اسی کے ساتھ عربی اور فارسی زبان جو آپ کی مادری زبان نہیں تھی اس میں بھی کم نہ لکھا۔ بہت سی کتابیں ان میں تحریر کیں، بہت سے فتاویٰ ان میں جاری کیے، ایسی عربی اور ایسی فارسی کہ پڑھنے والے کو اس بات کا یقین ہونے لگتا کہ لکھنے والا کوئی عربی یا فارسی نسل کا ہے۔

مولانا ساجد علی مصباحی لکھتے ہیں: ''اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے علمی فضل وکمال اور مختلف زبان وادب پر قدرتِ کاملہ کا عالم یہ ہے کہ اردو، عربی، فارسی، منظوم، منثور جس زبان، جس انداز میں استفتا ہوا اُسی زبان اور اُسی انداز میں اُس کا جواب مرحمت فرمایا، جسے دیکھ کر اربابِ علم ودانش بھی حیرت زدہ رہ گئے۔

نواب سلطان احمد خاں صاحب بریلوی نے اردو (مولوی افضل کابلی نے فارسی) منظوم استفتا کیا تو آپ نے جواب بھی منظوم ہی عطا فرمایا۔'' (فتاویٰ رضویہ جہانِ علوم ومعارف، ص ۳۰)

عبدالستار طاہر لکھتے ہیں: ''حضرت رضا بریلوی عربی، فارسی، اردو اور ہندی زبانوں پر یکساں عبور رکھتے تھے، وہ ان زبانوں کے نبض شناس اور ماہر تھے۔ عربی، فارسی، اردو میں اُن کے دیوان موجود تھے۔'' (خلفاے محدث بریلوی، ص۲۹)

ابو ماجد محمد شاہد عطاری مدنی لکھتے ہیں: ''عالم اسلام کی عبقری اور نابغۂ روزگار شخصیت امام عشق ومحبت، امام اہلِ سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے شجرِ اسلام کو اپنے لہو سے جس طرح سیراب کیا اور اس کی آبیاری جس جاں کاہی سے فرمائی اس کے انمٹ نقوش پوری دُنیا میں دیکھے جارہے ہیں۔ برِعظیم کے طبقۂ علما کے سرخیل امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ تمام عمر ایوانِ جہل و ظلمت میں قندیل ربانی روشن کرتے رہے۔ آپ نے فقہ وفتاویٰ، تفسیر وکلام اور سیر وتاریخ کے دامن

میں اپنے علم وفقہ کے جونقوش ثبت کیے ہیں وہ آج بھی آبدار موتیوں کی طرح چمک دمک رہے ہیں اور اُن سے عالم انسانیت فیض یاب ہورہا ہے۔'' (۱۳۴؍خلفاے اعلیٰ حضرت کامختصر تذکرہ،ص ۱،۲)

اس رُخ سے بھی امام احمد رضا ایک ممتاز مفتی وفقیہ نظر آتے ہیں کہ ان سے استفادہ کرنے والے ان کے زمانے کے ایسے لوگ ہیں جو اپنے وجود میں خود بڑے بڑے صاحبانِ فضل وکمال تھے۔ جو خود دُنیا میں علمی شہرت رکھتے ہیں، اُن کے سوالات کے جوابات دینے کے لیے غیر معمولی مہارت، سائلین سے زیادہ علم والا ہونا ضروری ہے، آپ نے اپنے دور کے علما و مشائخ، چوٹی کے تاجدارانِ شوکت وفضل کے بھی جوابات دے کر اُن سے اپنی عبقریت کا لوہا منوایا، آپ کے دارالافتاء میں صرف شرعی مسائل کے ہی استفتا نہیں آتے بلکہ دُنیا میں مروجہ بیش تر علوم وفنون سے متعلقات کے بارے میں رہنمائی کے لیے لوگ رجوع کرتے تھے، جس کا ثبوت ''فتاویٰ رضویہ'' و دیگر تصنیفات سے بخوبی مہیا ہوتا ہے۔ ایک کمال یہ بھی ہے کہ آپ سے سوالات کرنے والے صرف ہندوستان کے ہی لوگ نہ ہوتے، بلکہ عرب وعجم، برما، افریقہ، لندن، امریکہ و دیگر ایشیا و یورپی ممالک سے اہلِ حاجت اپنی تشنگیِ علم کے خاطر بریلی کے امام کی بارگاہ میں استفتا پیش کرکے جوابات سے مطمئن ہوتے۔

مسئلہ (۱): ترجمۂ آیت پڑھنے سے سجدۂ تلاوت واجب ہوتا ہے یا نہیں؟ موت سے کیا سجدۂ تلاوت ساقط ہوتا ہے یا نہیں

منظوم سوال:

سائل نواب سلطان احمد خاں صاحب ساکن محلہ بہاری پور بریلی شریف

عالمانِ شرع سے ہے اِس طرح میرا سوال — دیں جواب اِس کا برائے حق مجھے وہ خوشخصال
گر کسی نے ترجمہ سجدہ کی آیت کا پڑھا — تب بھی سجدہ کرنا کیا اُس شخص پر واجب ہوا
اور ہوں سجدے تلاوت کے ادا کرنے جسے — پھر ادا کرنے سے ان سجدوں کے پہلے وہ مرا
پس سبکدوشی کی اس کے شکل کیا ہوگی جناب
چاہیے ہے آپ کا دینا جوابِ با صواب

خلاصۂ سوال: کیا فرماتے ہیں عالمانِ شرع اِس مسئلہ میں کہ (۱) آیت سجدہ کا ترجمہ پڑھنے سے

سجدۂ تلاوت واجب ہوتا ہے یا نہیں؟ (۲) جس شخص نے آیتِ سجدہ پڑھا مگر سجدہ نہ کیا اور اُس کا انتقال ہوگیا اب اُس سے متعلق کیا حکم ہے، سجدہ ذمّہ پر باقی رہا یا نہ رہا؟

منظوم جواب:

ترجمہ بھی اصل ساں ہے وجہِ سجدہ بالیقیں — فرق یہ ہے فہمِ معنی اِس میں شرط اُس میں نہیں
آیتِ سجدہ سنا جانا کہ ہے سجدہ کی جا — اب زباں سمجھے نہ سمجھے سجدہ واجب ہوگیا
ترجمہ بھی اُس زباں کا جاننا بھی چاہئے — نظم ومعنی دو ہیں ان میں ایک تو باقی رہے
تا کہ من وجہٍ تو صادق ہو سنا قرآن کو — ورنہ اک موجِ ہوا تھی چھوگئی جو کان کو
ہے یہی مذہب بہٖ یُفتٰی علیہ الاعتماد — شامی از فیض و نہر واللہ اعلم بالرشاد
سجدہ کا فدیہ نہیں اشباہ میں تصریح کی — صیرفیہ میں اِسی انکار کی تصحیح کی
کہتے ہیں واجب نہیں اُس پر وصیت وقتِ موت — فدیہ گر ہوتا تو کیوں واجب نہ ہوتا جبر فوت
یعنی اُس کا شرع میں کوئی بدل ٹھہرا نہیں — جز ادا یا تو بہ وقتِ عجز کچھ چارہ نہیں
یہ نہیں معنیٰ کہ ناجائز ہے یا بے کار ہے — آخر اک نیکی ہے نیکی ماحی اوزار ہے

قلتُہٗ اخذاً من التعلیل فی امر الصلوٰۃ
وھو بحث ظاھرٌ والعلم حقّاً للالٰہ

(فتاویٰ رضویہ (ق)، باب سجود التلاوۃ، ج ۳، ص ۶۵۴، ۶۵۵)

خلاصۂ جواب:

(۱) جس طرح آیت سجدہ پڑھنے سے سجدۂ تلاوت واجب ہوتا ہے اِس طرح آیتِ سجدہ کا ترجمہ پڑھنے سے بھی سجدۂ تلاوت واجب ہوتا ہے، البتہ آیتِ سجدہ اور ترجمۂ آیتِ سجدہ سے سجدہ واجب ہونے میں فرق یہ ہے کہ آیتِ سجدہ کو آیت سجدہ جان کر پڑھا تو پڑھنے والے پر سجدہ واجب ہوگیا، خواہ اُس آیتِ سجدہ کا مطلب جانے یا نہ جانے لیکن اگر کسی نے آیتِ سجدہ کا ترجمہ پڑھا تو اُس پر سجدہ اُس وقت واجب ہوگا جب اُس ترجمہ کا مطلب جان لے، یہی وجہ ہے کہ اگر کسی نے آیتِ سجدہ کو آیتِ سجدہ جان کر سنا اُس پر سجدہ واجب ہوگیا، اگرچہ سننے والے نے اُس آیت کا مطلب نہ سمجھا، قرآن سننے والا اگر آیت کا مطلب نہ جان سکے تو کم از کم اُس کے ترجمہ کو

جانے اور اگر یہ بھی نہ معلوم ہو سکا تو یہ ایسا ہی ہے جیسے ایک ہوا تھی جو کان سے ٹکرا گئی اور بس، کیوں کہ قرآن شریف جیسے نظم آیات کا نام ہے ایسے ہی اُس کے ترجمہ کو بھی قرآن کہتے ہیں، ردالمحتار میں ہے: ''ولو بالفارسیتہ اذا اخبرلی بانہا آیة سجدة سواءٌ فہمہا اولاھذا عند الامام وعندھما ان علم السامع انہ یقرءُ القرآن والافلا . بحر وفی الفیض وبہ یفتی وفی النہر عن السراج ان الامام رجع الیٰ قولھما وعلیہ الاعتماد۔'' (ج۲ص۵۷۷)

''اس میں دوسری جگہ ہے: ولاروایة فی سجدة التلاوة انہ یجب کما فی الحجة الصحیح انہ لایجب اولایجب کما فی الصیرفیة۔'' (ج۲ص۵۳۳)

(۲) جس کے ذمہ سجدۂ تلاوت باقی ہو اور تاوقتِ موت ادا نہ کر سکا تو اُس پر اُس کی ادائیگی کے لیے وصیت کرنا ضروری نہیں۔ ردالمحتار میں ہے: ''ولایجب علی المحتضر الایصاء بہا۔'' (ج۲ص۵۷۵) یعنی اِس حالت میں اُس سجدۂ تلاوت کا کوئی بدل نہیں اور نہ ہی اُس کا فدیہ دینا واجب ہے، الاشباہ والنظائر میں ہے: ''ولافدیة لسجود القرآن۔'' (ج ا ص ۴۳۹)

پھر بھی اگر فدیہ دینا چاہے تو دے سکتا ہے باعث اجر وثواب ہے گناہوں کی مغفرت کا سامان ہے وقتِ موت اگر سجدہ نہیں کرسکتا ہے تو اب چارہ یہی ہے کہ رب کی بارگاہ میں توبہ کرے۔ واللہ اعلم

اس جواب سے متعلق مفتی ساجد علی مصباحی لکھتے ہیں: ''نظم کی تنگ دامانی کے باوجود جواب میں اصول افتا کی پوری رعایت موجود ہے۔

(۱) کتب فقہ کی عبارتوں کا مفہوم بھی مذکور ہے۔

(۲) ان کے نام بھی مرسوم ہیں۔

(۳) اختلاف کا اشارہ اور ترجیح وتصحیح بھی مرقوم ہے۔

(۴) اور جو حکم اپنی طرف سے ازراہِ تفقہ بیان کیا اُس کی واضح دلیل بھی مسطور ہے۔

(۵) ان سب کے ساتھ اہلِ افتا کی روایتی عبارت ''واللہ اعلم'' بھی دونوں سوالوں کے جواب میں ایک خاص جدّت وجودت کے ساتھ منظوم ہے۔

(۶) جواب میں اُس وزن وبحر کی پابندی ہے جو سوال میں ہے۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن

فاعلات (بحرِ رمل مثمن مقصور) فللّٰہ دُرّہٗ فی الشعر مع الفقہ۔ (فتاویٰ رضویہ جہانِ علوم ومعارف، ج ا ص ۳۰) ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۲): ذاتِ الٰہی حرکت وسکون سے پاک ہے

منظوم سوال:

سائل: مولوی محمد افضل صاحب کابلی، طالبِ علم مدرسہ اہلِ سنت جامعہ منظر اسلام، بریلی شریف ۱۲ر جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

نہ ساکن باشد آں ہستیٔ مطلق   تعالیٰ از تحرک ایں عجب دق
کہ اشیا نیست زیں دو چیز خالی   خرد پادرگلِ اے غوث وغیاثی

خلاصۂ سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیانِ اسلام اِس مسئلہ میں کہ اللہ تعالیٰ موجود ذات ہے پھر بھی نہ اُس میں حرکت پائی جاتی ہے نہ سکون جب کہ تمام موجودات میں یہ دونوں چیزیں پائی جاتی ہیں اِس کا جواب دے کر ذہنی اُلجھن کا ازالہ فرمائیں۔

منظوم جواب: (فارسی)

بود آرام وجنبش بہر اجسام   کہ آنہارا بود در جائے آرام
اگر در آنِ ثانی کونِ ثانی   بہ آن اول ست آرام دانی
وگر نہ جنبش وخلّاق ایشاں   بود برتر ازیں وآن واکواں

(فتاویٰ رضویہ، ج ۱۱ ص ۳۴)

خلاصۂ جواب: سکون اور حرکت اجسام کے لیے ہوتے ہیں، اگر اجسام آرام کریں تو اس کو سکون اور آرام نہ کریں تو اُس کو حرکت کہتے ہیں اور خالق وباری تعالیٰ جسم نہیں تو لامحالہ اُس میں حرکت و سکون نہیں ہوسکتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۳): مومن کو سزا دینے سے رحمت الٰہی میں کوئی کمی نہیں ہوتی

منظوم سوال:

سائل: مولوی محمد افضل صاحب کابلی، طالب علم مدرسہ اہلِ سنت وجماعت منظر اسلام، بریلی شریف، ۱۳ر جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

سزایم بر گنا ہم لازم آمد   پس آنگہ رحمتش نہ باہم آمد

بگو گفتی خطائے یا صوابم　　بسا اسرار ایں جا باہم آمد

ترجمہ: میرے گناہ پر مجھے سزا ملنا لازم ہے تو اُس وقت اُس (اللہ تعالیٰ) کی رحمت مہیا نہ ہوئی اے مفتی صاحب بتایئے میں نے غلط کہا یا درست کہا بہت سے راز اِس جگہ حاصل ہوئے ہیں۔

(فتاویٰ رضویہ، مترجم ج ۲۹ ص ۲۱۲)

خلاصۂ سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیانِ شرع اس مسئلہ میں کہ جہاں تک میں سمجھ رہا ہوں کہ مجھے میرے گناہ پر سزا ضرور ملے گی اور جس وقت سزا ملے گی اُس وقت وہ ہم پر مہربان نہ ہوگا تو جس وقت وہ مہربان نہ ہوگا اُس کی مہربانی اور رحمت میں کمی آئے گی یا نہیں۔

منظوم جواب: (فارسی)

مسلماں را سزا لازم کہ کردست　　کہ قولِ اعتزالی ظالم آمد
وگر یا بد سزا کامل نہ یابد　　کہ عفوش بہر مومن لازم آمد
وگر بالفرض از و چیزے نہ بخشد　　زنقصاں رحمتش خود سالم آمد
کہ یرحم من یشا لاکل فرد　　یعذب من یشا ہم قائم آمد
بدنیا رحمتش بر جملہ عام است　　بعقبیٰ خاص حظّ مسلم آمد
ثوابش بہر مومن منتہی نیست　　عذابش بہر کافر دائم آمد
برائے ہر صفت مظہر بکار است　　کہ او ذو انتقام و راحم آمد

واللہ تعالیٰ اعلم۔

ترجمہ:

(۱) مسلمان کے لیے سزا کس نے لازم کی ہے کہ یہ تو ظالم معتزلی کا قول ہے۔
(۲) اور اگر اُس نے سزا پائی تو بھی کامل سزا نہ پائے گا، کیوں کہ مومن کے لیے عفو اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے۔ (اس کے وعدہ کے مطابق)
(۳) اگر بالفرض اللہ تعالیٰ مومن کی خطا معاف نہ فرمائے تو بھی اُس کی رحمت نقصان سے مبرّا ہے۔
(۴) کیوں کہ وہ جس کو چاہے اُس پر مہربانی فرماتا ہے اور جس کو چاہے عذاب دیتا ہے۔
(۵) دُنیا میں اُس کی رحمت سب کو عام ہے آخرت میں خاص مسلمانوں کا حصہ ہے۔
(۶) مومن کے لیے اُس کے ثواب کی انتہا نہیں ہے کافر کے لیے اس کا عذاب دائمی ہے۔

(۷) اُس کی ہر صفت کا کوئی مظہر ہے کیوں کہ وہ انتقام لینے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

(فتاویٰ رضویہ مترجم، ج ۲۹، ص ۲۱۲، ۲۱۳)

خلاصۂ جواب:

مسلمان کو لازمی طور پر سزا دینے کی بات کسی معتزل کی ہے، جو اسلامی عقیدہ کے خلاف ہے، اگر اللہ تعالیٰ نے مسلمان کو سزا دی بھی تو حسبِ وعدہ اپنے کرم سے اُس کی معافی فرما دے گا، مان لیجیے اگر اُس نے معاف ہی نہ کیا تب بھی اُس کی رحمت میں کوئی فرق نہیں پڑ سکتا ہے، اُس کی رحمت میں کوئی نقص نہیں، اُس کا اختیار ہے جس کو چاہے عذاب دے جس کو چاہے عذاب نہ دے، دُنیا میں اُس کی رحمت سب کے لیے ہے اور آخرت میں صرف مسلمانوں کے لیے ہے، دُنیا کی ہر مخلوق اُس کی خوبی اور ہر کمال کی آئینہ دار ہے، وہی مہربان اور بدلہ لینے والا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ④: کرایہ دار دوسرے کو دوکان و مکان طے شدہ کرایہ سے زائد پر دے سکتا ہے یا نہیں؟

منظوم سوال:

سائل: نواب سلطان احمد خاں صاحب ساکن محلہ بہاری پور، بریلی شریف

عالمانِ شرع نے کیا حکم ہے اِس میں دیا　　گر کسی نے ٹھیکہ دو کانوں کا مالک سے لیا
لے کے ٹھیکہ پھر یہ اُس نے انتظام اپنا کیا　　سب دو کانوں کا کرایہ اُس نے زائد کر لیا
پس یہ زائد جو اُسے حاصل ہوا ہے اس سے زر　　اُس کے استعمال میں ہے فائدہ یا کچھ ضرر
اور اگر اُس شخص کو ٹھیکہ سے کم آمد ہوئی　　اور پوری کر دی اُس نے پاس سے اپنے کمی
اُس کمی کا لینا کیا مالک کو جائز ہو گیا　　اس میں جو حکمِ شریعت ہو مجھے بتا دیجیے

خلاصۂ سوال: کیا فرماتے ہیں عالمانِ شریعت اِس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ایک شخص کی دوکانوں کو ٹھیکہ پر لیا اور طے شدہ کرایہ سے کچھ بڑھا کر دوسروں کو کرایہ پر دیا، دریں صورت اصل ٹھیکہ پر جتنا زائد کرایہ لیا وہ ٹھیکے دار کے لئے جائز ہے یا نہیں۔

اِسی طرح اگر ٹھیکے دار کو کچھ نقصان ہوا اور اُس نے اپنے پاس سے رقم بڑھا کر مالک دوکان کو دیا تو یہ زائد رقم مالک دوکان کو لینا جائز ہے یا نہیں؟

منظوم جواب: (اردو)

جتنی اُجرت پر کہ مستاجر نے لی مالک سے شے / اُس سے زائد پر اٹھانا چاہے تو یہ شکل ہے
اپنا کوئی مال جو قابل اجارہ کے ہوئے / اُس کو اُس شئے سے ملا کر دونوں کو اک ساتھ دے
یا زیادت شی میں کردے مثل تعمیر مکاں / کھونٹیاں کہگِل کو آں چونہ مرمت ایں وآں
یابدل دے جنس اجرت جیسے واں ٹھہرے روپے / اُس کے یاں آنے ہیں گو بدلے میں اُن کے روپے
جیسے جاروب دوکاں اصلاح اسبابِ دوکاں / اور جو خدمت کہ ہو شایان اُجرت بے گماں
اور اگر یہ کم پہ دیتا ہے تو دے مختار ہے / مالک اُجرت پوری لے گا اُس سے جو اقرار ہے

(فتاویٰ رضویہ قدیم، ج ۱، ص ۱۹۴، ۱۹۵)

خلاصۂ جواب:

کرایہ پر لی گئی دوکان، مکان یا کسی چیز کو اگر کرایہ دار طے شدہ کرایہ سے زائد کرایہ پر کسی دوسرے کو دینا چاہتا ہے تو اس کے جواز کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) کرایہ پر لی گئی دوکان، مکان یا کسی چیز کے ساتھ کسی ایسی چیز کا اضافہ کر دے جو اُس کے ساتھ باقی رہے مثلاً دوکان کرایہ پر لی تھی تو اُس کے ساتھ فرنیچر، کرسی جیسی چیزوں کو شامل کر دے یا اس میں کوئی زائد کام کر سے مثلاً دیواروں میں کھونٹیاں لگادے، دوکان کی مرمت کرادے، زیب و زینت کا کام کردے اِن کے علاوہ ان جیسے دیگر کام۔

(۲) جو چیز کرایہ میں دینے کے لیے طے ہوئی ہے اُس میں تبدیلی کردے، مثلاً مالک دوکان، مکان سے طے ہوا ہے کی کرایہ میں روپیہ لے گا اور یہ کرایہ دار دوسرے کرایہ (دار) سے پیسے لے یا یہ کہ اُس دوکان میں کسی کام کی شرط لگادے جیسے جھاڑو لگانے یا سامان کی دیکھ ریکھ کی شرط لگائے کہ اُس دوکان مکان میں خود یہ تمام کام بھی انجام دے گا، ردالمحتار میں ہے ورنہ اُجرت کو صدقہ کرنا پڑے گا:

''ولو آجر باکثر تصدق بالفضل الافی المسئلمین اذاآجر ھا بخلاف الجنس او اصلح فیھا شیئاً۔'' (فتاویٰ رضویہ، ج۹، ص ۳۸)

ایسا ہی بحر الرائق میں جوہرہ سے ہے، (فتاویٰ رضویہ، ج ۷، ص ۵۱۸) کرایہ دار مالک دوکان و مکان سے طے شدہ کرایہ سے کم کرایہ پر اگر دوسرے کو دیتا ہے تو یہ اُس کی مرضی ہے، دے سکتا ہے، مگر مالکِ دوکان و مکان طے شدہ کرایہ لے گا کرایہ دار جیسے بھی دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

☆☆☆

بادل سے متعلق تحقیق اعلیٰ حضرت

Aala Hazrat's Research about Cloud

ابوالحقائق راشد علی رضوی عطاری مدنی، کراچی

بادل (Cloud) اللہ ربُّ العزت کی بہت بڑی نعمت اور اس کی قُدرت کی زبردست نشانی ہے۔ قرآنِ مجید میں جابجا بادلوں کا ذکر فرمایا گیا ہے اور اس کے ذریعے بارش برسنے کے مراحل (levels) کا تذکرہ بھی قرآنِ کریم میں موجود ہے۔ قادرِ مطلق عزوجل نے اپنی قُدرت کی نشانیوں میں بادلوں کا بھی خاص طور پر ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ قرآنِ مجید، بُرہانِ رشید میں ایک مقام پر قُدرتِ الٰہی کی نشانیوں میں بادل کا ذکر یوں فرمایا گیا ہے:

وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ (۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ بادل کہ آسمان وزمین کے بیچ میں حکم کا باندھا ہے۔

بادلوں کے عجائبات: (Wonders of the Clouds)

یقیناً بادل خدا تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے، اللہ تعالیٰ نے بادلوں میں بڑے عجائبات و کمالات اور مخلوق کے لیے کثیر منافع رکھے ہیں۔ بادلوں کی اَہمیت، ان میں پائے جانے والے عجائبات و کمالات اور ان سے حاصل ہونے والے منافع (benefits) کا تذکرہ کرتے ہوئے حکیم الامّت، مفسّرِ شہیر مفتی اَحمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

''بادل: کہ کروڑوں مَن وزنی پانی بادل کی شکل میں آسمان زمین کے درمیان لٹکا رہتا ہے، نہ تو کسی زنجیر میں معلّق ہے اور نہ کسی میز پر رکھا ہوا ہے۔ پھر اسی بادل سے بہت پانی گر کر بربادی بھی ہوجاتی ہے اور معمولی برس کر آبادی بھی، اسی بادل سے بجلی، گرج، قوس قزح، اَولاً معمولی بارش پھر تیز بارش، غرض کہ صدہا چیزیں ظاہر ہوتی ہے، کبھی آکر بغیر برسے ہوئے واپس جاتا ہے اور کبھی برس کر، پھر اتنا وزنی بادل ہوا میں روئی کے گالے کی طرح اُڑتا پھرتا ہے۔ معلوم ہوا کہ قُدرتی ہاتھ اس کے پیچھے کام کر رہا ہے۔''(۲)

بادل اور بارش:(Clouds and Rain)

مسبّبُ الاسباب اللہ عزوجل نے عالَمِ اَسباب میں بارش برسنے کا ظاہری سبب (Apparent Cause) بادلوں کو بنایا ہے۔ قرآن مجید میں رب قدیر عزوجل نے بادلوں کے ذریعے بارش برسنے کا مختلف انداز سے ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ اِس حوالے سے قرآنِ مجید میں ایک مقام پر اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یُزْجِیْ سَحَابًا ثُمَّ یُؤَلِّفُ بَیْنَهٗ ثُمَّ یَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ یَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖۚ ۔ وَ یُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِیْهَا مِنْۢ بَرَدٍ فَیُصِیْبُ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ وَ یَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ یَّشَآءُ ۔ یَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ یَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ (۳)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ نرم نرم چلاتا ہے بادل کو پھر اُنھیں آپس میں ملاتا ہے پھر اُنھیں تہ پر تہ کر دیتا ہے تو تُو دیکھے کہ اس کے بیچ میں سے مینہ نکلتا ہے اور اُتارتا ہے آسمان سے اس میں جو برف کے پہاڑ ہیں ان میں سے کچھ اولے پھر ڈالتا ہے اُنھیں جس پر چاہے اور پھیر دیتا ہے اُنھیں جس سے چاہے قریب ہے کہ اس کی بجلی کی چمک آنکھ لے جائے۔

بادلوں سے متعلق رضوی تحقیق: (Razvi's Research about the Cloud)

عظیم اسلامی سائنس دان، اہلِ حق کے ترجمان امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے بادل کے بارے میں سوال کیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اختصار اور انتہائی جامعیت (Comprehensiveness) کے ساتھ بادل کے بننے سے لے کر بارش برسنے تک کے تمام مراحل کو ایک ہی پیراگراف میں تحریر فرما دیا۔

بادل کی حقیقت:(The reality of the Cloud)

اسلام کی عبقری شخصیت، عظیم محقق اسلام، ایشین مسلم سائنس دان، شیخ الاسلام والمسلمین امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ بادل کے بننے سے لے کر بارش برسنے تک کے تمام مرحلوں کو یوں بیان فرماتے ہیں:

''بادل بخارات سے بنتے ہیں، جب رطوبت میں حرارت عمل کرتی ہے بھاپ پیدا ہوتی ہے، حق سبحانہ ہوا بھیجتا ہے کہ وہ اس کو جمع کرتی ہے پھر تہہ بہ تہہ اس کے بادل بناتی ہے پھر جہاں حکم

ہوتا ہے اسے لے جاتی ہے اور بحکمِ الٰہی حرارت کے عمل سے وہ پگھل کر پانی ہو کر گرتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔'' (۴)

بادل کی تحقیق رضوی کے مندرجات: Contents of Razvi's Research

بادل سے متعلّق مفکرِ اسلام، جامع المعقول والمنقول، شیخ الاسلام والمسلمین امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ تحقیق کو عام فہم انداز (Common sense style) میں سمجھنے کے لیے سطورِ ذیل میں مرحلہ وار ملاحظہ فرمائیں:

۱: بادل بخارات (vapors) سے بنتے ہیں۔

۲: رطوبت میں حرارت (heat) کے عمل کرنے کی وجہ سے بھاپ (steam) پیدا ہوتی ہے۔

۳: رطوبت میں حرارت کے عمل سے بننے والی بھاپ کو جمع کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ ہوا کو بھیجتا ہے۔

۴: ہوا بھاپ کو جمع کرنے کے بعد اس کے تہ بہ تہ (layer upon layer) بادل بناتی ہے۔

۵: جہاں کا حکم ہوتا ہے یہ ہوا ان بادلوں کو وہاں لے جاتی ہے۔

۶: اللہ تعالیٰ کے حکم سے حرارت ان بادلوں میں عمل کرتی ہے تو یہ پگھل کر (by melting) پانی کی صورت اختیار کرتے ہیں۔

۷: بادلوں کے پگھلنے سے بننے والا یہ پانی ہی بارش کی صورت میں گرتا ہے۔

مصادر:

(۱) پ ۲، البقرۃ: ۱۶۴

(۲) تفسیر نعیمی، ۲/ ۱۲۹۔ ۱۳۰ نعیمی کتب خانہ

(۳) پ ۱۸، النور: ۴۳

(۴) فتاویٰ رضویہ، ۲۷/ ۱۰۰

☆☆☆

ہوا سے متعلق تحقیقاتِ اعلیٰ حضرت

ابوالحقائق راشد علی رضوی عطاری مدنی، کراچی

ہوا رب تعالیٰ کی عظیم اور اَنمول نعمت ہے۔ قرآنِ مجید میں جا بجا اِس نعمت کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ ظاہری اَسباب کے اعتبار سے کائنات میں رُونما ہونے والے کئی مظاہر اور عجائبات کا دار و مدار بھی اسی ہوا پر ہے۔ لاکھوں کروڑوں جان داروں کی زندگی اِسی ہوا سے وابستہ ہے۔ خالق کائنات عزوجل نے ہوا میں عجیب قسم کی تاثیریں رکھی ہیں، نفع پہنچانے کے ساتھ ساتھ اِسی ہوا میں ضَرَر پہنچانے کی تاثیر بھی مؤثرِ حقیقی نے رکھی ہے۔ یہی ہوا کئی قوموں کی ہلاکت و بربادی کا سبب بھی بنتی ہے۔ الغرض ہوا کہنے کو تو ایک شے ہے، لیکن اس کے ہزار ہا رَنگ اور اَثرات عالَمِ اِمکاں میں اپنا جلوہ دِکھاتے ہیں اور اربابِ عقل واہلِ خرد کو خالق حقیقی عزوجل کی قُدرت کے سامنے سر نیاز جھکانے پر مجبور کرتے ہیں۔

ہوا نشانِ قُدرت:

عظیم مفسّرِ قرآن، حکیم الامّت مفتی اَحمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ ہوا کے نشانِ قُدرت ہونے کو ایک مقام پر یوں بیان فرماتے ہیں:

''ہواؤں کے منقلب ہونے میں بھی اللہ کی نشانیاں ہے۔ خود ہوا بھی نشانِ قُدرت ہے اور ہوا کی گردش بھی نشانِ قُدرت، جاندار کی زندگی غذا پانی اور ہوا سے وابستہ ہے ان سب میں ہوا زیادہ ضروری کہ اس کے بغیر دومنٹ بھی کوئی زندہ نہیں رہ سکتا، تو رب نے اسے اتنا سستا کردیا کہ سارے خَلا میں ہوا بھر دی، تہ خانوں اور پہاڑوں غاروں میں یہ موجود ہے۔ پھر یہ کسی کے قبضہ میں نہیں آتی، اس کی حقیقت کا پتہ نہیں چلتا کہ یہ ہے کیا، ہر وقت سب کے ساتھ رہتی ہے مگر اسے آج تک کسی نے دیکھا نہیں، کالی ہے یا پیلی، غرض کہ بے حجاب ہو کر بھی حجاب میں ہے۔ یہ نہیں پتہ لگتا کہ

چلتی ہے تو کیوں اور ٹھہرتی ہے تو کیوں، رُخ بدلتی ہے تو کیوں.... الخ۔''(۱)

ہوا کی تاثیر اور کمالات:

مفسّرِ شہیر، حکیم الامّت مفتی اَحمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ ہوا کی تاثیر اور کمالات کو یوں بیان فرماتے ہیں:

''ایک ہی ہوا، مگر تاثیریں مختلف۔ پچھوا زمین وغیرہ کو خشک کرے، پروائی تر، شمالی بادل جمع کرے، جنوبی انھیں پھاڑے۔ اسی سے زندے سانس لے کر جئیں، یہ ہی لقوہ اور فالج بن کر انھیں ہلاک کرے۔ اسی سے کشتیاں دریا میں تیریں، یہ ہی تیز چل کر انھیں تباہ کردے۔ ماں کے پیٹ میں بہت سے پردوں کے اندر بھی بچے تک پہنچ جاتی ہے مگر باہر آ کر ناک پر کپڑا رکھ دیا جائے تو بچہ مرجاتا ہے اسے پلٹا کھاتے دیر نہیں لگتی۔ یہ بھی رب کی قُدرت ہی ہے.... الخ۔(۲)

ہوا سے متعلق تحقیقاتِ رضویہ

عظیم ایشین سائنس دان، مفکرِ اسلام، اعلیٰ حضرت، امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے سوال پوچھا کہ: ''ہوا کی کیا بنیاد ہے، کس جگہ سے شروع ہوتی ہے اور تمام جگہ یکساں ہوا چلتی ہے، زمین میں مقام ہے یا آسمان پر؟'' تو اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنّت رحمۃ اللہ علیہ نے جواباً یہ نہ فرمایا کہ یہ تو دارالافتاء ہے، یہاں صرف شرعی مسائل کا جواب ہی دیا جاتا ہے۔ یہ سوال کسی سائنس دان یا دُنیوی عُلوم پر مہارت رکھنے والے شخص سے پوچھیں۔ شیخ الاسلام والمسلمین، امام اہلسنّت، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے رب قدیر عزوجل کے عطا کردہ علم اور نبی بشیر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیضان وکرم سے اس سوال کا تفصیلی اور تحقیقی جواب ارشاد فرمایا۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے تحریر کردہ جواب کی خوبی یہ ہے کہ اس کی بنیاد مغربی سائنس دانوں کی ریسرچ پر نہیں ہے، بلکہ یہ جواب علومِ اسلامیہ سے ہم آہنگ سائنسی تحقیق پر مبنی ہے۔

ہوا کی حقیقت:

عظیم اسلامی سائنس دان، اہلِ حق کے ترجمان امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ ہوا کی

حقیقت کا بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ہوا رب العزت تبارک وتعالیٰ کی ایک پُرانی مخلوق ہے کہ پانی سے بنائی گئی اور اس کے لیے علمِ الٰہی میں ایک خزانہ ہے جس پر دروازہ لگا ہوا ہے اور وہ بند ہے اور فرشتہ اس پر مؤکل ہے، جتنی ہوا اس میں سے رب العزت بھیجنا چاہتا ہے (رب قدیر) فرشتہ کو حکم دیتا ہے کہ اس میں سے بمقدارِ حکم (یعنی جتنا حکم ہوا ہے اس کے مقدار ہوا کا) ایک بہت خفیف (معمولی سا) حصہ روانہ کرتا ہے۔''(۳)

تحقیقِ رضوی کے مندرجات:

ہوا سے متعلّق مفکرِ اسلام، مجددِ اعظم، جامع المعقول والمنقول، شیخ الاسلام والمسلمین امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ تحقیق کو سطورِ ذیل میں مرحلہ وار ملاحظہ فرمائیں:

۱: ہوا ربّ تعالیٰ کی ایک پُرانی مخلوق ہے۔

۲: ہوا پانی سے بنائی گئی ہے۔

۳: علمِ الٰہی میں ہوا کے لیے ایک خزانہ ہے جس کا دروازہ بند ہے۔

۴: ہوا کے خزانے کے اس بند دروازے پر فرشتہ مقرّر رہے۔

۵: اللہ عزوجل جہاں پر جس قدر ہوا بھیجنا چاہتا ہے، اُس فرشتے کو حکم فرماتا ہے۔

۶: وہ فرشتہ حکمِ الٰہی کے مطابق مقرّر کردہ ہوا کا معمولی سا حصّہ اُس مقام کی طرف روانہ کرتا ہے۔

ہوا کی طاقت:

اسلام کی عبقری شخصیت، عظیم محقق اسلام امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ ہوا کی طاقت کا بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''جب قومِ عاد پر اللہ تعالیٰ نے ہوا کا طوفان بھیجنا چاہا جو سات راتیں اور آٹھ دن متواتر (مسلسل اور لگاتار رہا ہوا کا طوفان) اُن پر رہا، اُن سب کو ہلاک کر دیا۔ اُس وقت اُس فرشتہ کو حکم ہوا تھا کہ عاد پر ہوا بھیج۔ اس (فرشتے) نے عرض کی: اتنا سوراخ کھولوں جتنا بَیل کا نتھنا۔ فرمایا: تُو

چاہتا ہے کہ ساری زمین کو اُلٹ دے، بلکہ چھلنے برابر کھول۔''(۴)

ہوا کی جگہ:

مفکرِ اسلام، جامع المعقول والمنقول، شیخ الاسلام امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ ہوا سے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

''ہوا ہر وقت زمین اور آسمانوں سب میں بھری ہے اور انسان اور اکثر حیوانات کی اس پر زندگی (کا دار ومدار) ہے۔''(۵)

مصادر:

(۱) تفسیر نعیمی، ۲/۱۲۶۔۱۲۷

(۲) تفسیر نعیمی، ۲/۱۲۹

(۳) فتاویٰ رضویہ، ۲۷/۱۰۰

(۴) فتاویٰ رضویہ، ۲۷/۱۰۰

(۵) فتاویٰ رضویہ، ۲۷/۱۰۰

☆☆☆

خلیفۂ حضور مفتی اعظم اشرف الفقہاء مفتی محمد مجیب اشرف کی خدمات اور نصیحتوں کا دل آویز مرقع

پیغام فکر وعمل

از: غلام مصطفیٰ رضوی

ناشر: نوری مشن مالیگاؤں

ترسیل: اعلیٰ حضرت ریسرچ سینٹر، اعلیٰ حضرت روڈ، نور باغ مالیگاؤں

9325028586, 9273574090

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی علم ہندسہ میں مہارت

ابوعبید محمد شہزاد نقشبندی، لاہور

علمِ ہندسہ وہ علم ہے کہ جو زمین پہ بیٹھے آسمانوں کی سیر کروا دیتا ہے، ہمارے معاشرے میں بسنے والے لوگوں کی ایک تعداد ہے جو یہ گمان کرتی ہے کہ آسمانوں کی پنہائیوں میں نظر آنے والے اَربوں، کھربوں جھلملاتے، ٹمٹماتے تاروں کے زمین سے فاصلے، اُن کی حرکات، اُن کا سائز، وغیرہا معلومات شاید موجودہ دَور میں حاصل ہوئی ہیں اور یہ سب سیٹلائٹ کے ذریعے ممکن ہوئے ہیں اور قدیم دَور کے لوگ اِن معلومات سے نا آشنا تھے، حالاں کہ یہ بالکل غلط ہے، بلکہ بندۂ ناچیز عرض کرتا ہے کہ تقریباً ۹۰/فیصد قواعد (Formulas) قدیم دَور کے ہیں، جو آج تک نہ صرف مانے جارہے ہیں بلکہ اِنھیں قواعد سے آسمانوں میں موجود ہی دُور دراز تاروں کے حسابات کیے جارہے ہیں بلکہ اِن قواعد کے بغیر جدید ترقی ممکن ہی نہیں۔

یہ اِنتہائی نافع علم ہے، اِس کی ہر دَور میں حاجت رہی ہے اور ہر زمانے میں اِس کے جاننے والے موجود رہے ہیں۔ پچھلی صدی کے عظیم مجدد، بریلی کے شہنشاہ، علومِ دینیہ و دُنیویہ کے سنگم، الشاہ اِمام احمد رضا خان رحمہ اللہ جہاں دیگر علوم وفنون کے بحرِ زخار تھے وہیں علمِ ریاضی میں بھی یگانۂ روزگار تھے، اِس فن کے ایسے ماہر تھے کہ پیچیدہ سے پیچیدہ مسائل کی گھتیاں اِس طرح سلجھاتے کہ ماہرین فن انگشت بدنداں ہو کر رہ جاتے۔

کسی فن کو جاننے والوں کے کچھ درجات ہوتے ہیں۔ کچھ وہ لوگ ہوتے ہیں کہ اُس فن کی بنیادی اِصطلاحات کو سمجھ کر چند معروف مسائل کو حل کر لیتے ہیں، دوسرے وہ لوگ ہیں کہ اُس فن کو سمجھنے کے ساتھ ساتھ اُس کی پیچیدگیوں اور باریکیوں کو بھی سمجھتے ہیں، تیسرے وہ لوگ ہیں جو اُس علم وفن کی وقوعی صُور اور پیش آمد مسائل پر اپنے علم کو نہ صرف استعمال کرتے ہیں بلکہ مقامِ تحقیق میں اُس کا حق بھی ادا کرتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اُن ہی لوگوں میں سے ایک ہیں، جو مقامِ تحقیق میں تحقیق و تنقیح کے وہ گلشن کھلاتے ہیں کہ وہ فن بہار آشنا ہو جاتا ہے۔ آیئے! آج ہم آپ

کو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اِس فن میں مہارت کی ایک جھلک دِکھاتے ہیں۔

ریاضی کے ماہرین کے مابین اِختلاف میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق:

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے زمین، سورج اور دیگر سیارگان میں کشش کے ردّ پر ایک کتابِ مستطاب موسوم بہ "فوزِ مبین در ردِ حرکتِ زمین" تحریر فرمائی ہے، جس میں ۱۰۵/سائنسی دلائل سے ثابت کیا ہے کہ زمین، سورج اور دیگر سیارگان میں کشش نہیں اور نہ ہی زمین متحرک ہے۔ اُس کتاب میں سورج کی کشش کے بطلان پر بھی دلائل ذکر فرمائے اُن میں سے ایک دلیل بیان فرمائی جس میں اِس فن کے دو مسئلوں کا ذکر زیرِ بحث آیا۔ وہ دو مسئلے یہ تھے:

۱۔ سورج کتنی زمینوں کے برابر ہے؟ اِس مسئلہ میں ماہرین کے اقوال مختلف تھے۔ ایک قول یہ تھا کہ سورج ۱۲۴۴۵۱۳۰۰/زمینوں کے برابر ہے۔ اور بعض نے کہا کہ سورج ۱۴/لاکھ زمینوں کے برابر ہے۔

۲۔ سورج کا نقطۂ اَوج اور حضیض زمین سے کتنا دُور ہے؟ جب کہ کتابوں میں صرف نقطۂ اَوسط کا فاصلہ بیان کیا گیا تھا۔

اِن دو مسئلوں میں اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کی تحقیق مع تسہیل پڑھنے سے پہلے آپ کی تحریر من وعن ملاحظہ فرمائیں پھر بندۂ ناچیز اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کے فیض سے پہلے مسئلہ کا حل پیش کرے گا، کیوں کہ آپ نے اِس مسئلہ میں صرف نتیجہ بیان فرمایا ہے، قاعدہ اور حساب کو ضبطِ بیان میں نہیں لائے، اور دوسرے مسئلہ میں چوں کہ اَنداز قدیم اور اِصطلاحات عربی ہیں اِس لیے جدید سکول، کالجز اور یونیورسٹیز کے طلبہ اِس سے استفادہ کرنے سے قاصر ہیں، لہٰذا فقیر عفی عنہ اِس دوسرے مسئلہ کو جدید کیلکو لیٹر کی زبان میں عام انداز میں پیش کرے گا۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی سورج کی کشش کے ردّ پر دلیل:

جاذبیت پر ایک سہل سوال اَوج وحضیضِ شمس سے ہوتا ہے، جس کا ہر سال مشاہدہ ہے نقطۂ اَوج پر کہ اُس کا وقت تقریباً سوم جولائی ہے، آفتاب زمین سے غایت بعُد پر ہوتا ہے، اور نقطۂ حضیض پر کہ تقریباً سوم جنوری ہے غایت قرب پر، یہ تفاوت اکتیس لاکھ میل سے زائد ہے کہ تفتیش جدید میں بُعدِ اَوسط نو کروڑ انتیس لاکھ میل بتایا گیا ہے، اور ہم نے حساب کیا مابین المرکزین دو درجے

پینتالیس ثانیے یعنی ۵۲۱۲۔ء ۲ (۱) ہے۔تو بُعدِ اَبعد ۹۴۴۵۸۰۲۶ میل ہوا، اور بُعدِ اَقرب ۴۷۹،۱۴۱، ۳، ۱۳، ۹ میل، تفاوت ۰۵۲، ۱۶،۱۳۱ میل۔ اگر زمین آفتاب کے گرد اپنے مدار بیضی پر گھومتی ہے جس کے مرکزِ اسفل میں آفتاب ہے جیسا کہ ہیأت جدیدہ کا زعم ہے۔ اوّل تو نافریتِ اَرض کو جاذبیتِ شمس سے کیا نسبت؟ کہ آفتاب حسبِ بیانِ اُصولِ علم الہیأت ہیأت جدیدہ میں بارہ لاکھ پینتالیس ہزار ایک سوتیس زمینوں کے برابر ہے اور ہم نے بر بنائے مقرّراتِ (عہ) تازہ اصلِ کُرّوی پر حساب کیا تو اُس سے بھی زائد آیا یعنی آفتاب تیرہ لاکھ تیرہ ہزار دو سو چھپن زمینوں کے برابر ہے، بعض کتبِ جدیدہ میں ۱۴؍لاکھ ہے، وہ جرم کہ اُس کے بارہ تیرہ لاکھ کے حصوں میں سے ایک کے بھی برابر نہیں، اُس کی کیا مقاومت کرسکتا ہے؟ تو کرو و دورہ کرنا نہ تھا، بلکہ پہلے ہی دن کھینچ کر اُس میں مِل جانا، کیا بارہ تیرہ لاکھ آدمی مل کر ایک کو کھینچیں تو وہ کھنچ نہ سکے گا بلکہ اُن کے گرد گھومے گا۔

حاشیہ کی عبارت:

’’عہ: وہ مقررات تازہ یہ ہیں، قطر مدار شمس اٹھارہ کروڑ اٹھاون لاکھ میل قطر معدل زمین ۷۹۱۳ء۰۸۶ میل قطر اوسط شمس دقائق محیطیہ سے ۳۲ دقیقے ۴ ثانیے، پس اُس قاعدے پر کہ ہم نے ایجاد اور اپنے فتاویٰ جلد اول رسالہ الھنیئ النمیر میں ایراد کیا ۸ء۲۶۹۰۴۵۷ لوامیال قطر مدار۔ ۹۹ ۱۴۹۷۱۴ء۔۰ = ۸ء۷۶۶۱۹۵۶۔ لوامیال محیط، ما۔ ۸ ۵۵۳ ۴۴ ۳۳۴ء۴ لودقائق محیط = ۱۸ ۴۳۱۷۱۴ء۴ لودقیقہ محیطیہ ما+ ۱ء۵۰۶۰۵۳۹ دقائق قطر شمس = ۵ء۹۳۷۷۹۵۷ لو امیال قطر شمس ما۔ ۵۹ ۴۸۹۸۳ء۳ لوامیال قطر زمین = ۹۸ ۴۰۹۴ء۲ لونسبت قطرین ما×۳ کہ کرہ: کرہ:: قطر: قطر مثلثہ بالتکریر = ۹۴ ۱۱۸۳۴ء۶ لونسبت کرتین عدد ۱۳۱۳۲۵۶ وھوالمقصود یعنی محیط فلک شمس اٹھاون کروڑ پینتیس لاکھ آٹھ ہزار میل ہے اور ایک دقیقہ محیطیہ ۵ء۲۷۰۲۳ میل اور قطر شمس ۲ء۸۶۶۵۵۴ میل اور وہ قطر زمین کے ۱۰۹ء۵۰۹ مثل ہے اور جرم شمس تیرہ لاکھ تیرہ ہزار دو سو چھپن زمینوں کی برابر اور علم حق اس کے خالق جل وعلا کو ۱۲ منہ مدظلہ العالی۔‘‘

علمِ ہندسہ جسے عام زبان میں ’’جیومیٹری‘‘ کہتے ہیں۔ اِس علم کی مدد سے یہ بھی معلوم کیا جا سکتا ہے کہ کون سا کرّہ Sphere دوسرے کرّہ سے کتنا بڑا، یا چھوٹا ہے؟ ظاہر سی بات ہے کہ اِس کے لیے کچھ معلومات کی حاجت ہوتی ہے جن کی وجہ سے ہم مجہول یعنی نامعلوم چیز معلوم کر لیتے

ہیں۔ اِس مسئلہ کے حل کے لیے دونوں کرّوں کے قطروں Diameters کا معلوم ہونا ضروری ہوتا ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے دَور میں اِس فن کی جو کتب موجود تھیں اُن میں زمین کا قطر تو موجود تھا لیکن سورج کا قطر موجود نہیں تھا، بلکہ سورج کے مدار (جسے اُس دَور کے لوگ اور موجودہ لوگ یعنی فلکیات دان ’’مدارِ زمین‘‘ کہتے ہیں) کو بیان کیا گیا تھا، یا ممکن ہے سورج کا قطر تو موجود ہو لیکن ایک خاص وجہ سے سورج کے مدار سے پہلے سورج کا نصف قطر معلوم کیا پھر اُس سے سورج اور زمین کے مابین فرق جرم بیان فرمایا۔ بندۂ ناچیز عرض کرتا ہے کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اِس انداز سے پہلے والے مسئلہ کے حل کی طرف اِشارہ ہوجاتا ہے۔

ہمارے دَور میں لوگارثم کا استعمال تقریباً ناپید ہے، جب کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دور میں اِسے استعمال کر کے اِس سے حسابات میں آسانی پیدا کردی۔ درجاتی نظام جسے ’’ستینی نظام‘‘ بھی کہتے ہیں، اِس میں جمع، تفریق بہت آسان ہے لیکن ضرب اور تقسیم بہت مشکل ہے، لوگارثم کا یہ فائدہ ہوتا ہے کہ جہاں ضرب کرنی ہوتی ہے وہاں درجاتی نظام کو لوگارثمی شکل میں تبدیل کرنے سے ضرب کی جگہ جمع کیا جاتا ہے اور تقسیم کی جگہ نفی کیا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے حسابات میں بہت آسانی پیدا ہوجاتی ہے۔

سوال:

کوئی کہہ سکتا ہے کہ نفی یا تقسیم مشکل ہیں تو کیا ہوا، اِس سے کیا فرق پڑتا ہے؟

جواب:

جی ہاں! آپ صحیح فرما رہے ہیں اِس لیے کہ آپ اس دور کی بات کر رہے ہیں جس میں سائنٹفک کیلکو لیٹر ہے، آپ نے بٹن پریس کیا اور جواب حاضر۔ لیکن اعلیٰ حضرت کے زمانے میں سائنٹفک کیلکو لیٹر تو دُور کی بات عام کیلکو لیٹر بھی نہیں تھا اِس لیے آپ نے ستینی نظام کے لیے لوگارثم کو استعمال فرمایا۔

اِس مسئلہ میں بھی لوگارثمی رقوم ہیں، سب سے پہلے ہم اِسے حل کریں گے پھر جدید طرز پر عام کیلکو لیٹر کی زبان میں حل پیش کریں گے۔

دوسرے مسئلہ کا حل (لوگارثمی طریقے سے):

قطر مدارِ شمس = 185800000mile

قطرِ معدل زمین = 7913.086mile

قطرِ اَوسط شمس دقائقِ محیطیہ=32'4"

قطرِ مدار (امیال لوگارثمی)=8.2690457

قطر و محیط کے مابین نسبت (π) لوگارثم میں=0.4971499

محیطِ مدارِ شمس=8.2690457+0.4971499=8.7661956

لو دقیقۂ محیطیہ=8.7661956-4.3344538=4.4317418

لو دقائقِ قطرِ شمس 4.4317418+1.5060539=5.9377957

لو امیالِ قطرِ زمین=3.8983459

لو نسبت بین القطرین=2.094498

لو مکعب النسبۃ=6.1183494

اِس کا اینٹی لوگارثم لینے سے تیرہ لاکھ تیرہ ہزار دو سو چھپن (1313256) یعنی سورج 1313256 زمینوں کے برابر ہے۔

کیلکو لیٹر کے طریقے سے:

قطرِ مدارِ شمس= 185800000mile

قطرِ معدل زمین= 7913.086mile

قطرِ اَوسط شمس دقائقِ محیطیہ=32'4"

محیطِ مدارِ شمس= 185800000 x π= 583707915mile

ایک دقیقۂ محیطیہ= 583707915÷(360×60) =27023.51459

قطرِ شمس=27023.51459 ×0°32'04"=866554.0344

قطرِ معدل زمین=7913.086

نسبۃ بین القطرین=866554.0344 ÷7913.086 =109.508973

اِس نسبت کا مکعب (Cube) لیا۔ 109.508973^3=1313255.682

غور فرمائیں! اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا یہ برہانی قول فلکیات دانوں کے دونوں اقوال

میں سے کسی سے بھی میل نہیں کھاتا۔ یاد رہے! دیگر فلکیات دانوں کی تحقیقات غلط ہوں ضروری نہیں، اِس لیے کہ ممکن ہے اُن کے پاس مسلمات اعلیٰ حضرت کے دَور کی مثل نہ ہوں بلکہ مختلف ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''اور ہم نے بر بنائے مقرّراتِ تازہ اصلِ کُرَّوی پر حساب کیا۔''

دوسرا مسئلہ:

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دَور میں کتبِ ہیئت میں صرف زمین سے سورج کا اوسط فاصلہ مذکور تھا، جب کہ استدلال کے لیے آپ کو اَوج و حضیض کا فاصلہ درکار تھا۔ چنانچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے خود ہی علمِ ہندسہ کے اُصولوں سے یہ دونوں فاصلے معلوم کیے، اِس کا کیا طریقہ تھا؟ چلیے! اِسے جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔

آپ فرماتے ہیں: ''ہم نے حساب کیا مابین المرکزین دو درجے پینتالیس ثانیے یعنی ۵۲۱۲ـء ۲ ہے۔ تو بُعدِ اَبعد ۹۴۴۵۸۰۲۶ میل ہوا اور بُعدِ اَقرب ۴۷۹،۱۴۱،۱۳،۹ میل، تفاوت ۰۵۲، ۱۶، ۱۳۱ میل۔''

کسی سیارے کا فاصلہ معلوم کرنے کا قاعدہ:

فلکیات دان زمین پر بیٹھ کر ریاضی کے اُصولوں سے سیارات کے فاصلے معلوم کرتے ہیں۔ اِس کے لیے اُنھیں دو معلومات کی حاجت ہوتی ہے۔

۱۔ قطرِ شمس Sun diameter

۲۔ زاویۂ قطرِ شمس Sun angular diameter

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ: مابین المرکزین ۲ دقیقے ۴۵ ثانیے ہے، یعنی جب سورج زمین کے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے تو اُس وقت سورج کی جو ٹکیہ دکھائی دیتی ہے، اُس کا اگر درجات میں زاویہ لیا جائے تو اُس کے اور سورج جب زمین سے دُور ترین ہوتا ہے اور اگر اُس کا درجات میں زاویہ لیا جائے تو اُس کے درمیان ۲ دقیقہ ۴۵ ثانیہ کا فرق ہے۔ سورج کا قطر جو "32'04 بیان کیا جاتا ہے یہ اِس کا اوسط زاویہ ہے۔ چلیے تو اب ہم دونوں لحاظ سے زمین سے سورج کا فاصلہ بیان کرتے ہیں:

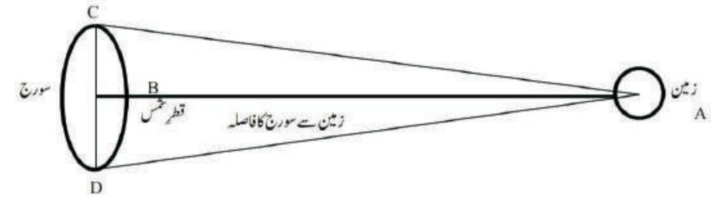

اِس شکل میں سورج اور زمین کو دکھایا گیا ہے،AB خط مرکزِ زمین سے مرکزِ سورج تک کا فاصلہ ہے،AC خط مرکزِ زمین سے شمس کے کنارے تک پہنچ رہا ہے،مزید CD خط قطرِ شمس ہے۔اِن خطوط کی وجہ سے مرکزِ شمس جو کہ نقطہ B ہے، پر ایک زاویہ قائمہ بنا ہے جس کی وجہ سے یہ ABC قائمۃ الزاویہ مثلث بن گئی ہے،اِس مثلث میں ہم نے AB جو کہ زمین سے سورج کا فاصلہ ہے،معلوم کرنا ہے۔یاد رہے! اِس مثلث میں ہم نصف قطر اور نصف قطر زاویہ کی بجائے پورا قطرِ شمس اور پورے قطرِ شمس کا زاویہ لیں گے۔ ماحصل دونوں کا ایک ہے۔

ہمیں دو معلومات حاصل ہیں۔

ا۔قطرِ شمس: 866554.0344 میل۔

۲۔نصف قطرِ شمس درجات میں (اَوسط کیلئے: "0°32'04، اَوج کے لیے: "0°31'32.21، حضیض کے لیے: "0°32'36.76)

سورج کا زمین سے بُعدِ اَبعد:

BC÷Tan A = زمین سے سورج کا فاصلہ

=866554.0344÷Tan 0°31'32.21"

=94458112.97 mile

سورج کا زمین سے بُعدِ اَقرب:

BC÷ Tan A= زمین سے سورج کا فاصلہ

=866554.0344 ÷Tan 0°32'36.76"

=91341931.56 mile

اِس نتیجہ میں کچھ میل کے فرق کی وجہ یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ درجات کے Tan کو ٹیبل سے لیتے تھے جب کہ ہم نے اِسے کیلکو لیٹر سے لیا ہے،ظاہر سی بات ہے کہ کیلکو لیٹر میں Accuracy زیادہ ہے۔

قاعدۂ سمت قبلہ کی تحقیق:

نماز کی شرائط میں سے ایک شرط قبلہ رُخ ہونا بھی ہے۔دریں وجہ علمائے اِسلام نے سمت قبلہ معلوم کرنے کے مختلف قسم کے قواعد رکھے ہیں۔اُن قواعد میں سے کچھ کا تعلق مشاہدہ کے ساتھ ہے اور کچھ کا تعلق حسابات کے ساتھ ہے۔جو اعمال مشاہداتی ہیں اُن میں سے ایک عمل بہت زیادہ مشہور ہے اور علمِ فلکیات کی کتب میں عام مرقوم ہے۔اُس عمل کے متعلق ماہرینِ فن کی مختلف آرا ہیں۔

ا۔سید میر شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے تحقیقی فرمایا،یعنی اگر اس قاعدے کے ذریعے سمتِ قبلہ کا اِستخراج کیا جائے تو تحقیقی طور پر قبلہ کی سمت معلوم ہوگی۔

۲۔فاضل قاضی زادہ رومی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ قاعدہ تحقیقی نہیں بلکہ تقریبی ہے یعنی بالکل صحیح سمتِ قبلہ بتائے ایسا نہیں ہے بلکہ کچھ درجات کا فرق پڑے گا۔

اہلِ علم جانتے ہیں کہ جب کہیں ایسا کوئی مقام آتا ہے کہ جہاں ماہرین واہلِ علم کی آرا مختلف ہوں تو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ وہاں تحقیقی کلام فرماتے اور تحقیق کا حق ادا کرتے ہیں۔یہ مقام بھی کچھ ایسا ہی تھا لہٰذا مزاجِ اعلیٰ حضرت کے عین مطابق قلم سوئے تحقیق رواں ہوا۔اِس قاعدہ پر تحقیقی کلام کئی صفحات پر پھیلا ہوا ہے،لیکن ہم صرف آخری حصے پر کلام کریں گے۔

بہرحال اِس قاعدے کے بارے میں جب صاحبانِ فن مختلف ہوئے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے علمِ تحقیق بلند کیا لیکن یہاں ایک دُشواری تھی وہ یہ کہ اس کا تعلق مشاہدے کے ساتھ تھا اور مشاہدہ ہر ہر الگ مقام،یا شہر میں جا کر،تب جا کر یہ تحقیق پایۂ تکمیل کو پہنچتی اور عین ممکن ہے یہی وہ وجہ ہو جس کی وجہ سے ماہرین کی آرا مختلف ہوئیں،جس ماہرِ فن نے جس مقام پر اس قاعدہ کے ذریعے مشاہدہ کیا تو وہ دُرست نکلا لہٰذا اُس نے تحقیق کا قول کر دیا اور جس ماہر نے کسی اور مقام پر مشاہدہ کیا جہاں نتیجہ درستی کے قریب نکلا تو اُنھوں نے تقریب کا قول کر دیا۔

اب اِس اُلجھن کو دُور کیسے کیا جائے؟ کیوں کہ تمام دُنیا کے مقامات پر پہنچ کر مشاہدہ کرنا

ناممکن تھا۔ اِس لیے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ایسا طریقہ ایجاد کیا کہ عقل دنگ رہ گئی، وہ طریقہ یہ تھا کہ اُس مشاہداتی عمل کو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حسابی بنا دیا یعنی چوں کہ اُس عمل میں علمِ ہندسہ کا اِستعمال ہو رہا تھا لہٰذا آپ نے اُس مشاہداتی عمل کو علمِ ہندسہ کی مدد سے ایک دلائلِ ہندسیہ قائم کر کے ایک قاعدہ بنایا، پھر اُس کے ذریعے آپ نے مختلف دُنیا کے حصوں کے Coordinates لے کر اُنھیں چیک کیا اب جو تحقیق کا نتیجہ نکلا وہ یہ تھا، چنان چہ آپ فرماتے ہیں: ''اَقول (میں کہتا ہوں): حق یہ کہ نہ تحقیق نہ کلیۃً تقریب بلکہ بہت جگہ قریبِ تخریب۔''

اب چلیے اُس سمتِ قبلہ کے مشاہداتی عمل کی طرف، پہلے ہم وہ طریقہ بیان کریں گے پھر اُس پر اعلیٰ حضرت کے کلام کو اِس انداز سے بیان کریں گے کہ جدید انگلش اِصطلاحات میں Math پڑھنے والے سمجھ سکیں۔

اِس مسئلہ کو سمجھنے کے لیے چار اہم اصطلاحات کا سمجھنا ضروری ہے۔ ۱۔عرضِ بلد ۔طولِ بلد ۳۔فصلِ طول ۴۔فرقِ عرض

عرضِ بلد Latitude طولِ بلد Longitude:

زمین پر دو قسم کے دائرے فرض کیے گئے ہیں جن میں سے ایک چوڑائی میں اور دوسرے لمبائی میں، جو دائرے چوڑائی میں شرقاً غرباً فرض کیے گئے ہیں اُنھیں عرضِ بلد کہتے ہیں اور جو دائرے لمبائی میں شمالاً جنوباً فرض کیے گئے ہیں، اُنہیں طولِ بلد کہتے ہیں۔ دو شہروں کے عرضوں کے مابین جتنے درجے فرق ہوتا ہے، اُسے ''فرقِ عرض'' اور دو شہروں کے طولوں کے مابین جو فرق ہوتا ہے اُسے ''فصلِ طول'' کہتے ہیں۔ مکۂ معظّمہ کا عرض: '21°25، مکۂ معظّمہ کا طول: '39°50

سمتِ قبلہ معلوم کرنے کا مشاہداتی عمل:

کسی ہموار جگہ پر ایک دائرہ کھینچیں، پھر دو خط اِس طرح کھینچیں کہ ایک شرقاً غرباً ہو اور دوسرا شمالاً جنوباً ہو:

شکل:

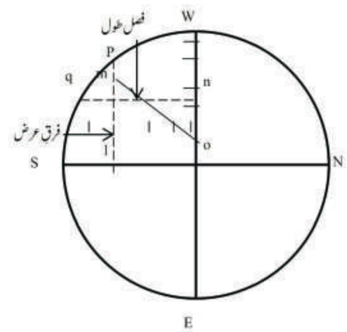

اب مرکز o سے S تک، اور o سے W تک 90،90 درجات کی چھوٹی چھوٹی لائنیں بنائیں۔ شکل میں چند لائنیں لگائی ہیں یہ فقط سمجھانے کو ہیں، ورنہ 90 چھوٹی لائنیں لگانی ہیں۔ جس شہر میں اُس کی سمتِ قبلہ معلوم کرنے کے لیے یہ عمل کیا جائے، اُس کا عرضِ مکہ سے فرق نوٹ کر لیا جائے، اِسی طرح فصلِ طول بھی معلوم کر لیا جائے۔ اب فرقِ عرض کے درجات کو o سے S تک گنیں۔ پھر فصلِ طول کے درجات کو o سے W تک گنیں، دونوں کے درجات جہاں پہنچیں وہاں خط کھینچ دیں۔ اِس عمل سے دونوں خطوط نقطۂ m پر جا کر مل جائیں گے۔ پھر نقطۂ o سے نقطۂ m تک ایک خط کھینچیں۔

پھر مزید اِس کی طول بلد اور عرض بلد کے کم و برابر اور زائد ہونے کے اعتبار سے کئی صورتیں بنتی ہیں جو اعلیٰ حضرت کی کتاب ''کشفُ العلّۃِ عن سمتِ القِبلۃ'' میں دیکھی جا سکتی ہیں۔ ہم اپنے مقصود کی طرف آتے ہیں۔

مذکورہ بالا صورت میں اگر آپ غور کریں تو nom ایک قائم الزاویہ مثلث ہے۔ Wp ایک قوس ہے، خط mn، o زاویے کا Sine ہے۔ اِسی طرح pq ایک قوس ہے جس کا خط ml، زاویہ o کا Sine ہے۔ اور خط lm، خط no کے برابر ہے۔ اِس لیے مذکورہ مثلث کے ہمارے پاس دو اضلاع Sides معلوم ہیں، جب کہ زاویہ o جس کا قیاس قوس pW قوسِ انصراف ہے اور اِسی کو ہم نے معلوم کرنا ہے۔

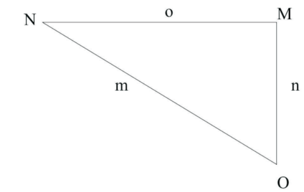

MO فرقِ عرض اِس مثلث کا عمود Perpendicular ہے جب کہ MN فصلِ طول اِس مثلث کا قاعدہ Adjacent ہے، اور یہ بات معلوم ہے کہ عمود کو قاعدہ پر تقسیم کریں تو N زاویہ کا Tan حاصل ہوگا، جب کہ ہمیں زاویہ o معلوم کرنا ہے۔ اِس جگہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''عام مہندسین یہاں عروسی سے مدد لیتے ہیں....'' آپ کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ عام ماہرین ہندسہ پہلے وتر معلوم کرتے ہیں اور پھر زاویہ معلوم کرتے ہیں۔ یعنی اُنہیں دو اعمال کرنے پڑتے ہیں۔ آپ نے یہ فارمولا بھی بیان فرمایا ہے لیکن آپ اِس کے بارے میں فرماتے ہیں: ''اَقول (میں کہتا ہوں): مگر یہ طول ہے۔'' اِس کے بعد آپ نے ایک ایسا فارمولا بیان فرمایا جس کا اِستدلال کمال ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں: ''بلکہ ہر مثلث قائم الزاویہ مستقیم الاضلاع میں ہر ضلع قائمہ کو دوسری ضلع سے وہ نسبت ہے جو اُس زاویے کے ظل کو، کہ پہلی ضلع جس کا وتر ہے، مرفوع سے مثلاً مثلث:

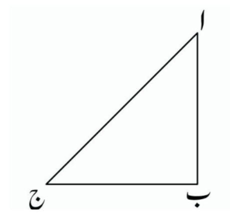

قائم الزاویہ میں ا: ب ج :: ظل ج: مرفوع، اِس لیے کہ تحریرِ مجسطی وغیرہ میں مبرہن ہو لیا ہے کہ مثلث مستقیم الاضلاع میں خواہ زاویہ قائمہ رکھتا ہو یا نہیں، تینوں زاویہ کی جیبوں کو اپنے اپنے وتر سے نسبت واحد ہے اِسی شکلِ نافع سے مثلثِ مسطح کے تمام اضلاع وزوایا معلوم کیے جاتے ہیں۔

ہم یہاں دونوں طریقوں کو بیان کریں گے اور دونوں کو مثال سے حل کریں گے۔ اگر چہ اعلیٰ حضرت نے پہلا قاعدہ صرف بیان فرمایا ہے، اُس کی مثال کے درپے نہیں ہوئے۔

پہلا قاعدہ Formula:

اِس فارمولہ میں جیسا کہ پہلے عرض کیا ہے کہ وتر معلوم کیا جاتا ہے پھر زاویہ یعنی دو اعمال کیے جاتے ہیں۔ بالفاظِ دیگر دو فارمولے حل کرنے پڑتے ہیں۔

پہلے فارمولے کا حل:

پہلا مرحلہ:

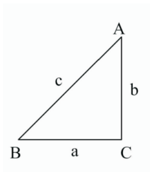

ہمارے پاس b اور c اضلاع Sides معلوم ہیں اور a معلوم کرنی ہے، اِس کا فارمولا یہ ہے:

$$c = \sqrt{a^2+b^2}$$

یہ Pythgoras formula کہلاتا ہے۔

مثال سے حل:

فصلِ طول ایک دقیقہ ، اور فرقِ عرض: 2۔

$$c = \mathrm{Sin}^{-1}\sqrt{[(\mathrm{Sin}\ 0°1')^2 + (\mathrm{Sin}\ 2°)^2]} = 2°0'0.25''$$

$$\mathrm{Sin}^{-1}(\mathrm{Sin}\ 2° \div \mathrm{Sin}\ 2°0'0.25'') = 89°31'21''$$

دوسرا فارمولا:

اِسی فارمولا کے بارے میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''اِسی شکلِ نافع سے مثلثِ مسطح کے تمام اضلاع وزوایا معلوم کیے جاتے ہیں۔''

فرقِ عرض Sin ÷ فصلِ طول Sin = Tan^{-1}

ماسبق مثال سے وضاحت:

فصلِ طول ایک دقیقہ ، اور فرقِ عرض: 2

$$\mathrm{Tan}^{-1}=(\mathrm{Sin}0°1'\div \mathrm{Sin}2°)^{-1}=89°31'21''$$

دیکھیے! عام مہندسین اور اعلیٰ حضرت کے بیان کردہ فارمولوں کے نتیجہ میں کوئی فرق نہیں مگر اختصار اور آسان جتنی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے فارمولے میں ہے وہ کسی پر مخفی نہیں۔

حاشیہ: (ا) یہ کاتب کی غلطی ہے۔ ۲ درجہ کی جگہ دو دقیقہ ہے۔ اسی طرح اعشاریہ میں بھی ۰.۰۱۲۵ ہونا چاہیے۔

☆☆☆

روزہ اور خشیت الٰہی کا دل افروز نظارہ

(اعلیٰ حضرت کے بچپن کے حوالے سے)

غلام مصطفیٰ رضوی
نوری مشن، مالیگاؤں

گرمی کے ایام ہیں......سورج غروب ہو چکا ہے۔شام کی تیرگی چھا گئی ہے......افق پر نگاہیں جمی ہوئی ہیں......اچانک فضا میں ارتعاش پیدا ہوا...... پوری فضا پاکیزہ ہو اُٹھی......ایک صدا اُبھری......رمضان کا چاند نظر آ گیا!......مسرتوں کے دیپ جل اُٹھے......مسجدوں میں نئی رونق...... سحر و افطار کے پر کیف نظارے...... عالَم ہی بدل گیا......چمن میں بہار آ گئی......روحانی بہار...... ایمانی بہار......اللہ اللہ! کردار چمکنے لگے......جذبات مچلنے لگے......چھوٹے بڑے سبھی خوشی و مسرت سے جھومنے لگے......

موسم گرما میں ویسے بھی دن بڑے ہو جاتے ہیں اور راتیں چھوٹی......سخت گرمی ہے...... تمازت کا عجب عالَم ......شمالی ہند کا علاقہ روہیل کھنڈ کے شہر بریلی میں گرمی کی شدت کچھ زیادہ ہی ہوتی ہے......ایسے میں بریلی کے ایک معزز گھرانے میں ایک کم سِن بچہ بھی روزے سے ہے...... گرمی کی شدت سے بڑوں کا بھی حال عجب ہے......آفتاب نصف النہار پر پورے آب و تاب سے روشن ہے......شدتِ گرمی سے ہر شے متاثر ہے، ایسے وقت میں اس روزہ دار بچہ کے والد؛ بچے کو ایک محفوظ کمرے میں لے جاتے ہیں...... جہاں کوئی نہیں دیکھ رہا ہے......والد صاحب اندر سے دروازہ بند کر لیتے ہیں......والد صاحب کے ہاتھ میں ''فیرنی'' کا ایک پیالہ ہے......اور! بچے سے کہتے ہیں: ''اسے کھا لو!'' ...... بچہ ادب سے کہتا ہے: ''میرا تو روزہ ہے، کیسے کھاؤں؟'' ...... والد صاحب کہتے ہیں: ''بچوں کا روزہ ایسا ہی ہوتا ہے'' ......لو کھا لو! مَیں نے کواڑ بند کر دیے ہیں، کوئی دیکھنے والا بھی نہیں ہے!...... بچہ کہتا ہے: ''جس کے حکم سے روزہ رکھا وہ تو دیکھ رہا ہے'' ...... یہ سُنتے ہی والد صاحب کی آنکھوں سے مسرت کے آنسو بہہ نکلے...... بات ایمان افروز تھی...... یہ بچہ بڑا عظیم تھا......والد صاحب نے امتحان کے طور پر ایسا کیا تھا......اور! بچہ والد صاحب کے معیار پر پورا

اُترا...... اہلِ خاندان اس طرح کے واقعات کا پہلے بھی مشاہدہ کر چکے تھے......اس سے بچے کی ثابت قدمی دیکھنی تھی......اللہ کی ذات پاک پر یقین کامل دیکھنا تھا......

یہ بچہ کون تھا؟......جس کے ایمان کی تازگی کا یہ عالَم! جس کا دل اللہ کی یاد سے روشن!......اس بچے نے بڑے ہو کر اسلام کی عظیم خدمت کی......مسلمانوں کو انگریزوں کی سازشوں سے باخبر کیا......ایمان کے لُٹیروں سے اسلام کی حفاظت کی......شرک کے طوفان سے مسلمانوں کے عقیدے کو بچایا......وہ مسلمانوں کا ہمدرد اور خیر خواہ تھا......وہ عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھا......وہ علم و دانش کا سمندر تھا......اُس کی دینی بصیرت اپنے زمانے سے آگے دیکھتی تھی......اُس نے اسلام کی سرحد و سیما پر محبت رسول کی فصیل کھڑی کی...... اُس نے بدعات کے خلاف سیکڑوں کتابیں لکھیں...... اُس نے قرآن کریم کا ایمان افروز ترجمہ (بنام: کنز الایمان) کیا...... اُس نے علم حدیث میں بہت سی کتابیں لکھیں...... اُس نے علمِ تفسیر میں کام کیا......اُس نے پیارا پیارا سلام لکھا...... ''مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام'' جو ساری دنیا میں خوب پڑھا جاتا ہے......اس کی نعتیں دلوں میں بسی ہوئی ہیں......نعت شریف کی محفلوں میں اس کا کلام چھایا ہوا ہے...... جانتے ہو وہ بچہ کون تھا؟ جس نے آگے چل کر عظیم کارنامے انجام دیے......اور ملتِ اسلامیہ کا سر فخر سے بُلند کیا......وہ بچہ ''احمد رضا'' تھا، جسے دُنیا ''مفکر اسلام امام احمد رضا قادری برکاتی محدث بریلوی'' کے نام سے جانتی ہے......دنیا اعلیٰ حضرت کے لقب سے پہچانتی ہے......اور علماے عرب نے جسے ''امام المحدثین'' کہا...... ''مفسر شہیر'' کہا......جس کی ریاضی میں مہارت کے جلوے دیکھ لینے کے بعد علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے وائس چانسلر پروفیسر ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد نے کہا تھا: ''صحیح معنوں میں یہ ہستی نوبل پرائز کی مستحق ہے'' ...... بے شک یہ عظمت خوفِ خدا، خشیتِ الٰہی کے سبب ہی تھی؛ جس کا اظہار بچپن میں ہی ہو گیا تھا۔

سچ ہے اللہ والوں کا بچپن بھی شان والا ہوتا ہے...... یہ خدائی اہتمام ہوتا ہے......اللہ جسے دین کی خدمت اور اسلام کی پاسبانی کو چُن لیتا ہے؛ اس کی ذات کو نکھار دیتا ہے......اُس کا بچپن بھی نرالا...... شباب بھی نرالا...... بڑھاپا بھی نرالا...... اور زندگی نمونۂ عمل...... اسوۂ نبوی پر عمل کی تصویر......اور وہ مردِ مومن......اقبالؔ نے ایسی ہی ذات کے لیے کہا تھا ؎

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن
گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان

☆☆☆

بچّوں کے اعلیٰ حضرت

ڈاکٹر محمد حسین مشاہدؔ رضوی، مالیگاؤں

۱۸۵۹ء کی بات ہے ہمارے پیارے ملک بھارت کے مشہور شہر بریلی کے ایک مکتب میں اکثر ایسا ہوتا جب بچوں کو نیا سبق ملتا تو وہ کئی کئی مرتبہ استاد سے سبق پوچھتے پھر کہیں جا کر انھیں وہ یاد ہوتا۔ مگر اسی مکتب میں ایک بچہ ایسا بھی تھا کہ جیسے ہی استاد اسے نیا سبق پڑھاتے وہ اسی وقت یاد کرلیتا، دوبارہ یا سہ بارہ اُس بچے کو استاد سے پوچھنے اور یاد کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ اِس بات پر استاد بہت زیادہ حیران ہوا کرتے۔ ایک دن کسی مشکل سبق کے فوراً یاد کر لینے پر استاد کو بڑا تعجب ہوا تو انھوں نے اُس بچے سے کہا کہ مجھے سبق دیتے دیر نہیں لگتی کہ تم اُسی وقت یاد کر لیتے ہو، میاں! تم انسان ہو یا جن............؟

پیارے بچو! کیا آپ کو معلوم ہے کہ وہ بچہ کون تھا؟

اِس واقعے سے تو یہی پتا چلتا ہے کہ وہ کوئی عام بچہ نہ تھا، جی ہاں! آپ سب نے بالکل ٹھیک اندازہ لگایا، وہ کوئی عام بچہ نہ تھا بلکہ وہ بہت خاص بچہ تھا، جسے اللہ تعالیٰ نے ہم مسلمانوں کی رہنمائی کرنے کے لیے بھارت میں پیدا فرمایا تھا۔ جب یہ بچہ بڑا ہوا تو سب مسلمان اُس کا احترام کرتے ہوئے اُسے ''اعلیٰ حضرت'' اور اُن کے اپنے شہر بریلی کے لوگ ''بڑے مولانا'' کہنے لگے۔ اِس بات سے مسلمانوں کے دلوں میں ''بڑے مولانا'' کے مرتبے کا پتا چلتا ہے۔

پیدائش

بچو! بڑے مولانا اعلیٰ حضرت ۱۰ر شوال المکرم ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۴ر جون ۱۸۵۶ء سنیچر کے دن بریلی کے محلہ جسولی میں پیدا ہوئے۔ آپ کا پیدائشی نام ''محمد'' رکھا گیا۔ آپ کے والد صاحب آپ کو ''احمد میاں'' اور والدہ ''امن میاں'' کہا کرتی تھیں۔ آپ کے دادا مولانا رضا علی خان جو کہ اُس دور کے بہت بڑے عالم اور بھارت کو انگریزوں سے آزاد کروانے میں حصہ لینے والے بزرگ تھے۔ جن کا سر کاٹ کر لانے والوں کے لیے انگریز جنرل ہڈسن نے بڑی رقم انعام کے طور پر مقرر کی تھی۔ اُن کے

پاس دور دراز سے لوگ علم حاصل کرنے کے لیے آتے تھے۔ انھوں نے بڑے مولانا کا نام ''احمد رضا'' رکھا، جو کہ اتنا زیادہ مشہور ہوا کہ آج تک پوری دنیا کے لوگ بڑے مولانا کو اسی نام سے یاد کرتے ہیں جس طرح ہمارے پسندیدہ ادیب حکیم محمد سعید دہلوی کو ''دہلی'' میں رہنے کی وجہ سے ''دہلوی'' کہا جاتا ہے اُسی طرح بڑے مولانا اعلیٰ حضرت کو ''بریلی'' میں رہنے کی وجہ سے ''بریلوی'' کہا جانے لگا۔ اس طرح آپ ''احمد رضا بریلوی'' سے مشہور ہوئے۔

سنہرا بچپن

بچو! بڑے مولانا اعلیٰ حضرت بچپن سے بے حد ذہین تھے۔ اُن کی یادداشت بہت تیز تھی۔ اللہ تعالیٰ کا اُن پر خاص فضل و کرم تھا۔ وہ جب مدرسے میں پڑھا کرتے تھے اُس وقت بھی سبق کے دوران اُن سے غلطیاں نہیں ہوتی تھیں۔ ایک مرتبہ استاد بڑے مولانا کو ایک آیت جس طرح پڑھا رہے تھے آپ کی زبان سے اس طرح نہیں نکلتا تھا، استاد 'زَبر' بتاتے تھے بڑے مولانا 'زیر' پڑھتے تھے، یہ بات دادا جان جنگِ آزادی کے مجاہد مولانا رضا علی خان دیکھ رہے تھے، مسکراتے ہوئے انھوں نے قرآن شریف کا دوسرا نسخہ منگوا کر دیکھا تو لکھنے والے (کاتب) کی غلطی سے 'زیر' کی جگہ 'زبر' ہو گیا تھا اور وہ بغیر پروف (جانچ) کے چھپ گیا تھا۔ اس وقت دادا جان مولانا رضا علی نے ننھے احمد رضا سے پوچھا:

''بیٹے استاد جو پڑھا رہے تھے وہ آپ کیوں نہیں پڑھ رہے تھے؟''

بڑے مولانا نے بڑے ہی ادب سے جواب دیا:

''دادا حضور میں وہی پڑھنا چاہتا تھا جو استاد پڑھا رہے تھے مگر میری زبان سے وہ نہیں نکلتا تھا۔''

پیارے بچو! یہ بات بڑے غور سے پڑھنے، سوچنے اور سمجھنے کی ہے کہ ہمارے بڑے مولانا کی زبان سے جو نکل رہا تھا وہی صحیح تھا اِس سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ بڑے مولانا پر اُن کے بچپن ہی سے اللہ تعالیٰ کا خاص کرم تھا۔

بڑے مولانا اعلیٰ حضرت کی سیرت بہت پیاری تھی اور اُن کا کردار بہت اعلیٰ تھا۔ آپ ہمیشہ بڑوں کا ادب کیا کرتے تھے اور اگر کوئی چھوٹا کسی بڑے کو ستانے کی کوشش کرتا تو اُسے منع کرتے، اور اگر کوئی بڑا کچھ ایسی بات کہہ دیتا جو غلط ہوتی تو اُس سے کہتے کہ ایسا نہ کہو۔ ایک

مرتبہ کی بات ہے کہ مدرسے میں ایک بچہ آیا اور اُس نے سلام کیا، جس کے جواب میں استاد نے کہا: ''جیتے رہو۔''

اس پر بڑے مولانا نے استاد سے کہا:

''یہ تو سلام کا جواب نہ ہوا، وعلیکم السلام کہنا چاہیے۔''

استاد نے جیسے ہی یہ بات سنی بہت خوش ہوئے اور بڑے مولانا کو ڈھیر ساری دُعائیں دیں۔

بڑے مولانا اعلیٰ حضرت نے چار سال کی عمر میں قرآن پاک ختم کرلیا تھا۔ چوں کہ آپ بہت ذہین تھے۔ جو بات سنتے اُسے یاد بھی کر لیتے۔ آپ کے ابا حضور مولانا نقی علی خان بھی بہت بڑے عالم اور نیک بزرگ تھے۔ انھوں نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔ اُن کو عربی، فارسی، اردو وغیرہ زبانیں بہت اچھی طرح آتی تھیں۔ وہ اپنے زمانے کے بہت مشہور شخص تھے۔ بڑے مولانا اپنے والد صاحب کے ساتھ مجلسوں میں بیٹھا کرتے تھے اور جو کچھ سنتے تھے انھیں یاد کرلیا کرتے تھے۔ اسی حافظے کی بدولت آپ نے تقریباً ۶؍سال کی عمر (ربیع الاول شریف کے مہینے) میں ایک بڑے مجمع کے سامنے دو گھنٹے تک اپنی عمر کی پہلی تقریر کی، اور پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک حالات بیان کیے۔ ننھے احمد رضا کی یہ تقریر سن کر سب دَم بخود رہ گئے اور آپ کو خوب دُعائیں دیں۔

پہلا روزہ

پیارے بچو! جب ہمارے بڑے مولانا اعلیٰ حضرت بالکل چھوٹے سے تھے۔ رمضان المبارک کا مہینا تھا، اُس وقت کا ایک واقعہ کچھ اِس طرح ہے کہ آپ نے اپنی زندگی کا پہلا روزہ رکھا۔ بریلی اتر پردیش کی گرمی بڑی سخت ہوتی ہے۔ ایسے میں تیز دھوپ تھی۔ ہر طرف لُو کے جھکڑ چل رہے تھے۔ دوپہر کے وقت والد صاحب نے گھر کے ایک کمرے میں دروازہ بند کر کے ایک پیالہ کھانے کی چیز (فیرنی) دی اور کہا:

''لو بیٹے اسے کھالو۔''

بڑے مولانا نے کہا:

''ابا حضور! میرا تو روزہ ہے۔''

والد صاحب نے کہا:

'بچوں کا روزہ ایسا ہی ہوتا ہے، کوئی دیکھ نہیں رہا ہے، لو اِسے کھالو۔''

بڑے مولانا نے اِس پر جواب دیا:

''ابا حضور! جس کے حکم سے میں نے روزہ رکھا ہے وہ تو دیکھ رہا ہے نا!''

بڑے مولانا کا یہ جواب سُن کر والد صاحب بہت خوش ہوئے۔ آنکھوں سے آنسو نکل پڑے۔ خوشی خوشی انھوں نے بڑے مولانا کو گلے سے لگالیا، خوب دُعائیں دیں۔ پیارے بچو! اِس واقعے سے یہ سبق ملتا ہے کہ ہمیں ہر حال میں نماز روزے کی پابندی کرنا چاہیے۔ نیک کام کرنا چاہیے اور جب بھی گناہ اور غلط کاموں کی طرف شیطان بہکانے لگے تو یہ سوچنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دیکھ رہا ہے۔

پہلی کتاب

بڑے مولانا اعلیٰ حضرت جب آٹھ سال کے ہوئے تو مدرسے میں ایک کتاب ''ہدایۃ النحو'' پڑھ رہے تھے کہ اتنی چھوٹی سی عمر میں اِس کتاب کی عربی زبان میں تشریح لکھ ڈالی۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ بڑے مولانا نے آٹھ سال کی عمر ہی سے کتابیں لکھنا شروع کر دیا تھا۔ آپ کو عربی، فارسی اور اردو تینوں زبانوں پر یکساں مہارت حاصل تھی، وہ ان زبانوں میں کسی سے بھی بات کر سکتے تھے اور لکھ سکتے تھے۔ بڑی بڑی شخصیتیں جو کہ اُن کے دور میں تھیں اور اِس دور کے بھی علم والے (دانش ور) حضرات بتاتے ہیں کہ ہمارے بڑے مولانا اعلیٰ حضرت نے عربی، فارسی اور اردو زبان میں لگ بھگ ایک ہزار سے زیادہ کتابیں لکھی ہیں۔ یہ ایک ایسی خاص بات ہے جو بڑے مولانا کے مقام اور مرتبے کی بلندی کو ظاہر کرتی ہے۔

تعلیم سے فراغت اور فتویٰ نویسی

اچھا تو بچو! بات چل رہی تھی بڑے مولانا کے بچپن اور لڑکپن کی؛ تو سنیے! آپ نے خوب دل لگا کر دینی تعلیم حاصل کی اور اُس کے ساتھ دوسرے علوم کی طرف بھی توجہ دیتے رہے۔ تیرہ سال دس مہینے پانچ دن کی عمر میں آپ نے اپنی تعلیم پوری کر لی تھی۔ آپ کے والد صاحب مولانا نقی علی خان نے آپ کو اپنی مسند (گدّی) پر بٹھا دیا تا کہ وہ مسلمانوں کے مسائل کا حل کریں۔ بڑے مولانا نے مسند پر بیٹھ کر مسلمانوں کے مسائل کو حل کرنے کے لیے فتاویٰ لکھنے کا کام شروع کیا۔ اس سلسلے میں بڑے مولانا کی شہرت پوری دنیا میں ہوگئی اور ہندستان کے علاوہ پاکستان، بنگلہ دیش (یہ دونوں ملک اس وقت وجود میں نہیں آئے تھے)، برما، حجاز، عراق، افریقہ وغیرہ کے الگ الگ

شہروں سے ایک ایک وقت میں بڑے مولانا کے پاس پانچ پانچ سوسوالات روزانہ آتے تھے۔ آپ کے اِن فتاوؤں کو جمع کیا گیا تو اُن کے بڑی سائز کی کتابی صورت میں بارہ ضخیم (موٹے) حصے بن گئے۔ بعد میں جب اُن کی تشریح اور اُن میں موجود مشکل مسائل کو آسان کیا گیا تو بارہ حصے والی کتاب کے کل ۳۲ر حصے ہوگئے۔ مسلمانوں کے مختلف معاملات پر رہنمائی کرنے والے بڑے مولانا کے فتاوؤں کی کتاب کا نام ''العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ'' ہے جس کو عام طور پر ''فتاویٰ رضویہ'' بھی کہتے ہیں۔ بڑے مولانا کی اِس اہم کتاب کو پڑھ کر بڑے بڑے علم والے حیران ہوجاتے ہیں اور اِس کتاب میں بیان کی گئی باتوں پر غور وفکر کرتے ہوئے درس حاصل کرتے ہیں۔ ہم بچوں کے پیارے ادیب حکیم محمد سعید دہلوی صاحب بھی بڑے مولانا اعلیٰ حضرت کی بڑی قدر کیا کرتے تھے، انھوں نے بڑے مولانا کی طبی بصیرت پر ایک بہترین مضمون بھی لکھا تھا، اس میں لکھتے ہیں: ''میرے نزدیک اُن کے فتاویٰ کی اہمیت اِس لیے نہیں ہے کہ وہ کثیر در کثیر فقہی جزئیات کے مجموعے ہیں بلکہ اُن کا خاص امتیاز یہ ہے کہ اُن میں تحقیق کا وہ اسلوب ومعیار نظر آتا ہے جس کی جھلکیاں صرف قدیم فقہا میں نظر آتی ہیں۔''

ایک ماہ میں حافظِ قرآن

بڑے مولانا اعلیٰ حضرت نے صرف ایک مہینے میں پورا قرآن شریف یاد کرلیا تھا۔ واقعہ یوں ہوا کہ ایک صاحب نے آپ کو خط لکھا اور اُس میں دوسرے القاب وآداب کے ساتھ ''حافظ'' بھی لکھ دیا۔ چوں کہ ہمارے بڑے مولانا اُس وقت تک حافظ نہیں تھے۔ آپ نے کہا کہ جو بات میرے اندر نہیں ہے مجھ سے محبت کرنے والے لاعلمی کی بنیاد پر وہ بھی لکھ دیتے ہیں، اُن لوگوں کی بات غلط نہ ہوجائے اِس لیے آپ نے قرآن شریف حفظ کرنا شروع کردیا۔ یہ واقعہ ۲۹ رشعبان کو ہوا۔ آپ نے دوسرے ہی دن سے قرآن شریف کے حفظ کا سلسلہ جاری کردیا، جس کا طریقہ یہ تھا کہ آپ کے چہیتے شاگرد جنھیں دنیا صدرالشریعہ کے نام سے جانتی ہے یعنی مولانا امجد علی اعظمی قرآن شریف پڑھتے تھے اور بڑے مولانا اعلیٰ حضرت سنتے تھے اور تراویح میں سنادیتے تھے۔ روزانہ ایسا ہی ہوتا اور اِس طرح رمضان المبارک کی ستائیسویں تاریخ کو مکمل قرآن شریف حفظ ہوگیا۔

بیعت وخلافت

بڑے مولانا اعلیٰ حضرت ہندُستان میں قادری سلسلے کی سب سے بڑی خانقاہ یعنی مارہرہ

شریف کے بہت بڑے ولی اور پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سے ایک سید شاہ آل رسول احمدی میاں سے مرید ہوئے۔ آپ کو اور آپ کے والد صاحب مولانا نقی علی خان کو بدایوں شریف کی قادری خانقاہ کے بڑے عالم جنھیں لوگ تاج الفحول کہتے ہیں یعنی مولانا عبدالقادر بدایونی مارہرہ شریف لے کر حاضر ہوئے۔ جب آپ مرید ہوئے تو اُسی وقت پیر ومرشد سید شاہ آل رسول احمدی میاں نے آپ کو اپنی خلافت واجازت دے دی۔ لوگوں نے پوچھا:

''آپ تو بڑی ریاضت اور مجاہدے کے بعد خلافت دیتے ہیں اِن صاحب کو کیوں اتنی جلدی دے دی؟''

تو پیر ومرشد آل رسول احمدی میاں نے فرمایا:

''جو بھی آتا ہے وہ زنگ آلود دل لے کر آتا تھا مگر یہ اپنے دل کو بالکل صاف وشفاف لے کر آئے تھے انھیں صرف نسبت کی ضرورت تھی وہ میں نے دیدی۔''

پیر صاحب سید شاہ آلِ رسول احمدی نے اِسی پر بس نہیں کیا مزید فرمایا:

''میں بڑی فکر میں رہا کرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کل قیامت کے دن مجھ سے پوچھے گا کہ اے آلِ رسول میرے لیے تو نے کیا لایا ہے تو میں کیا جواب دوں گا؟ اب میری یہ فکر دور ہوگئی۔ میں قیامت کے دن احمد رضا کو اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کردوں گا۔''

بڑے مولانا اعلیٰ حضرت اپنے پیر ومرشد کے گھرانے کے ایک ایک بچے کا بہت احترام کیا کرتے تھے۔ سب کی بے حد عزت کرتے تھے اور مارہرہ شریف کے لوگ بھی بڑے مولانا کی بہت قدر کیا کرتے تھے، آج بھی وہاں کے لوگ آپ کا نام بہت عقیدت سے لیتے ہیں۔ ہمارے بڑے مولانا ایک ایسے خوش قسمت مرید ہیں کہ اُن پر خود اُن کے پیر ومرشد ناز کرتے، یہی نہیں بلکہ بڑے مولانا کے پیر ومرشد کے پوتے سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب بڑے مولانا کو ''چشم وچراغِ خاندانِ برکات'' یعنی اپنے گھرانے کا ایک فرد کہا کرتے تھے۔

قرآن شریف کا ترجمہ

بڑے مولانا اعلیٰ حضرت کو عربی زبان پر بہت زیادہ مہارت حاصل تھی۔ آپ کو قرآن شریف سے بہت زیادہ لگاؤ تھا۔ اِس لیے انھوں نے اپنے چند شاگردوں کے کہنے پر قرآن شریف کا بالکل سادہ اور آسان اردو زبان میں ترجمہ کیا تاکہ سبھی مسلمان اللہ تعالیٰ کا پیارا کلام آسانی سے سمجھ

لیں اوراس پر عمل کریں۔ بڑے مولانا اعلیٰ حضرت نے قرآن شریف کا جو اردو ترجمہ کیا اُس کا نام ''کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن'' ہے، جو ''کنزالایمان'' کے نام سے بھی مشہور اور اردو زبان میں قرآن شریف کا سب سے اعلیٰ اور اچھا ترجمہ ہے۔

ریاضی اور سائنس میں مہارت

پیارے بچو! بڑے مولانا اعلیٰ حضرت کو اللہ تعالیٰ نے بہت ذہانت دی تھی۔ ان کو اُس دور کے اکثر علوم پر بہت زیادہ مہارت حاصل تھی۔ دینی علم تو اپنی جگہ بڑے مولانا کو جدید دنیاوی علوم پر بھی بہت عبور تھا۔ ایسا بتایا جاتا ہے کہ آپ کو لگ بھگ سو الگ الگ علوم آتے تھے۔ جن میں ریاضی اور سائنس جیسے مشکل سبجیکٹ کی وہ بہت گہری معلومات رکھتے تھے۔ بڑے مولانا نے ریاضی، الجبرا اور جیومیٹری کے عنوان پر بیس سے زیادہ کتابیں لکھیں۔ اور سائنسی علوم پر بھی بہت ساری کتابیں آپ کی لکھی ہوئی موجود ہیں، جن کی تعداد تیس سے زیادہ ہوگی۔ آپ کی زندگی کے حالات لکھنے والوں نے اس سلسلے میں کئی واقعات لکھے ہیں۔ آپ کے دور کے دو بڑے مشہور مسلم سائنس داں سر پروفیسر حاکم علی (پرنسپل اسلامیہ کالج، لاہور) اور ڈاکٹر سر ضیاء الدین (وائس چانسلر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی) بڑے مولانا کی ریاضی اور سائنسی مہارت کے بہت زیادہ قائل تھے۔ پروفیسر حاکم علی صاحب تو آپ سے خط و کتابت کے ذریعے سائنسی اور مذہبی رہنمائی لیا کرتے تھے۔ دونوں کے درمیان جو خط و کتابت ہوتی تھی وہ اب بھی کتابوں میں محفوظ ہے۔

ڈاکٹر سر ضیاء الدین کا واقعہ تو بہت زیادہ مشہور ہے کہ وہ ریاضی کے کسی مشکل مسئلے کے حل کی غرض سے بڑے مولانا کے شاگرد اور خلیفہ مولانا سید سلیمان اشرف بہاری (پروفیسر مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ) کے ساتھ بریلی آئے تھے اور اپنے مشکل ترین مسئلے کا تسلی بخش جواب پا کر بہت زیادہ حیران ہوئے تھے۔ بڑے مولانا کی زندگی کے حالات لکھنے والے ایسا بتاتے ہیں کہ ڈاکٹر سر ضیاء الدین نے بریلی میں جب بڑے مولانا سے ملاقات کی تو اس وقت بڑے مولانا نے انھیں ریاضی پر لکھا ہوا اپنا ایک رسالہ دکھایا تو وہ بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ ہمارے ملک میں اتنے بڑے ریاضی داں ہونے کے باوجود بھی میں اِدھر اُدھر گھومتا رہا میں تو خود کو آپ کے سامنے طفلِ مکتب (طالب علم) سمجھ رہا ہوں۔ ڈاکٹر سر ضیاء الدین نے اسی ملاقات کے دوران یہ بھی کہا کہ: یہ شخصیت تو نوبل پرائز کی مستحق ہے۔

پیارے بچو! بڑے مولانا اعلیٰ حضرت کی ریاضی سے متعلق مہارت کو سمجھنے کے لیے خوب دل لگا کر تعلیم حاصل کیجیے اچھی طرح پڑھنے لکھنے کے بعد اِس قابل ضرور بنیے کہ بڑے مولانا کی ریاضی اور الجبرا اور سائنس پر لکھی ہوئی کتابوں کو سمجھیے۔

ابھی ہم نے ڈاکٹر سر ضیاء الدین کا واقعہ پڑھا، سائنس میں مہارت کے بہت سارے واقعے ہیں لیکن ہم یہاں صرف ایک واقعہ پڑھیں گے۔

البرٹ ایف پورٹا کی پیش گوئی کا رد

۱۹۱۹ء میں ایک امریکی سائنسداں پروفیسر البرٹ۔ ایف۔ پورٹا نے کہا کہ ۱۷/ر دسمبر ۱۹۱۹ء کو سورج کے سامنے بہت سے سیارے جمع ہو جائیں گے اور ان کی کشش کی وجہ سے امریکہ میں زلزلے، طوفان، تباہی اور بربادی مچ جائے گی۔ اس پیش گوئی سے تمام لوگ پریشان ہو گئے تھے اس سلسلے میں بڑے مولانا ایک چہیتے شاگرد اور خلیفہ جنھیں ملک العلماء کہا جاتا ہے، یعنی مولانا سید محمد ظفر الدین بہاری نے آپ کے پاس ایک سوال روانہ کیا اور البرٹ۔ ایف۔ پورٹا کے بیان کی ایک فوٹو کاپی بھی روانہ کر دی جو کہ اس دور میں بارہ بنکی سے نکلنے والے اخبار ''ایکسپریس'' میں شائع ہوئی تھی۔

بڑے مولانا اعلیٰ حضرت نے اس کا بھرپور جواب دیا اور البرٹ۔ ایف۔ پورٹا کی بات کو غلط بتایا، بڑے مولانا نے اِس ایک سوال کے جواب میں ایک کتاب ''معین مبین بہر دور شمس و سکونِ زمین'' کے نام سے لکھی۔ جس میں یہ درج کیا کہ ان شاءاللہ اُس روز تیز ہوا بھی نہیں چلے گی۔ ساری دنیا کو ۱۷ دسمبر کے دن کا بڑی بے صبری سے انتظار تھا۔ دیکھتے دیکھتے وہ دن آ گیا اور دنیا نے دیکھا کہ بڑے مولانا اعلیٰ حضرت نے جو کچھ کہا تھا وہی سچ ہوا اور امریکی سائنس داں البرٹ۔ ایف۔ پورٹا کی پیش گوئی مکمل طور پر جھوٹی ثابت ہوئی۔

پیارے بچو! حیرت کی بات ہے کہ بڑے مولانا نے اپنی اس کتاب میں البرٹ۔ ایف۔ پورٹا کی غلطیوں کے ساتھ ساتھ نیوٹن، کیپلر، گیلی لیو، کوپرنیکس، ارشمیدس، آئن اسٹائن وغیرہ بڑے بڑے سائنس دانوں کے اُن نظریات کا جن سے اسلامی عقائد پر ضرب پڑتی تھی، اُنہی کی تھیوری کی مدد سے عقلی دلیلوں کے ذریعے رد کیا۔ جس کو دیکھنے کے لیے بڑے مولانا کی سائنسی عنوانات پر لکھی گئی کتابیں ہمیں بڑے ہو کر ضرور پڑھنا چاہیے۔

صرف آٹھ گھنٹے میں ایک کتاب لکھ ڈالی

پچھلے صفحات میں بڑے مولانا اعلیٰ حضرت کے بارے میں ہم نے پڑھا کہ ان کی عربی زبان بہت اچھی تھی اور آپ عربی زبان میں مہارت کے ساتھ لکھنا، پڑھنا اور بولنا جانتے تھے۔ جب آپ ۱۹۰۵ء میں دوسری بار حج کے لیے گئے تو مکہ شریف کے بڑے بڑے علما کی خواہش اور ان کے ایک سوال کے جواب میں عربی زبان میں بڑے مولانا اعلیٰ حضرت نے ۴۰۰ ؍صفحات پر پھیلی ہوئی ایک بہترین کتاب صرف ۸ ؍گھنٹے کے اندر لکھ کر انھیں دے دی۔ بتایا جاتا ہے کہ اُن دنوں بڑے مولانا اعلیٰ حضرت کی طبیعت بھی ناساز چل رہی تھی، لیکن آپ نے دینی رہنمائی کا فریضہ انجام دینے کے لیے اپنی بیماری کی پروانہ کی۔ پیارے بچو! اس کتاب کا نام ہے ''الدولة المكيه بالمادة الغيبيه'' جس میں ۱۱؍ آیتیں، ۷ ۳؍حدیثیں اور ۱۴۱؍کتابوں کے حوالے ملتے ہیں۔ مکہ شریف کے علما نے جب یہ کتاب دیکھی تو سب کے سب حیران رہ گئے اور آپ کی دل کھول کر تعریف کی اور آپ کو اپنے وقت کا ''مجدد'' قرار دیا۔

کاغذ کے نوٹ پر کتاب

دوسرے حج کے دوران ہی ایک واقعہ اور پیش آیا مکہ شریف کے علما نے ایک اور سوال پیش کیا جس کے جواب میں بھی آپ نے ''كفل الفقيه الفاهم فی احکامِ قرطاس الدراهم'' کے نام سے عربی میں بہترین کتاب لکھ کر ان کی مشکلوں کا حل پیش کیا۔ اس کتاب کو پڑھ کر مکہ شریف کے بڑے بڑے مولانا نے ہمارے پیارے بڑے مولانا اعلیٰ حضرت کو ''امام المحدثین'' بھی کہا۔ یہ کتاب بہت ہی زیادہ اہمیت کی ہے، کیوں کہ اس کتاب میں جو مسئلہ بیان کیا گیا ہے اسی کے سبب سے آج پوری اسلامی دنیا میں کاغذ والی نوٹ کا رواج ہوا ہے، ورنہ بڑے مولانا اعلیٰ حضرت کے اس اہم فیصلے سے پہلے اسلامی دنیا میں کاغذ والی نوٹ سے متعلق بڑے بڑے علما پریشان تھے کہ یہ کاغذ کے نوٹ درست ہیں یا نہیں۔ ہندُستان کی دیوبندی فکر کی مشہور درس گاہ ندوۃ العلماء لکھنؤ کی لائبریری میں بڑے مولانا اعلیٰ حضرت کی یہ کتاب نمایاں طور پر اس نوٹ کے ساتھ ایک عرصے تک آویزاں کی گئی تھی کہ یہ مولانا احمد رضا بریلوی کا نہایت اہم کارنامہ ہے۔

حدیث سے محبت

پیارے بچو! بڑے مولانا اعلیٰ حضرت کو پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیاری پیاری باتوں

یعنی حدیث شریف سے بہت زیادہ محبت تھی۔ آپ نے اپنی ایک کتاب ''اظهار الحق الجلی'' میں خود لکھا ہے کہ آپ نے حدیث شریف کی کل پچاس کتابوں کا بڑی گہرائی سے مطالعہ کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی لکھی گئی کتابوں میں کسی میں چالیس، کسی میں سو، کسی میں دوسو، کسی میں چارسو حدیثیں ملتی ہیں۔ آپ اپنے دور میں حدیث شریف کا علم جاننے والوں میں بہت بڑے مرتبے پر فائز تھے۔ اگر ہمارے بڑے مولانا اعلیٰ حضرت کی کتابوں سے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیاری پیاری باتوں کو الگ سے جمع کیا جائے تو کئی موٹی موٹی کتابیں تیار ہو جائیں گی۔

عشق رسول اور نعتیہ شاعری

بڑے مولانا اعلیٰ حضرت کی سب سے بڑی اور نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ انھیں اپنے پیارے نبی آقا و مولیٰ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سچا عشق تھا۔ یہی آپ کی ذات کی پہچان بھی بن گیا۔ آپ ایسے عاشقِ رسول ہیں کہ پوری دنیا میں آپ کو ''امامِ عشق و محبت'' کہا جاتا ہے۔ بچوں کے پسندیدہ شاعر ڈاکٹر اقبالؔ، حفیظؔ جالندھری، حکیم محمد سعید دہلوی، ابوالکلام آزاد، کوثر نیازی، محمد جعفر شاہ پھلواروی جیسے لوگوں نے بھی آپ کے بارے میں یہی لکھا ہے کہ بڑے مولانا اعلیٰ حضرت کے جیسا عاشقِ رسول ہندُستان میں کوئی نہیں گزرا۔

جعفر شاہ پھلواروی لکھتے ہیں:

''عشقِ رسول کے ساتھ ادبِ رسول میں اتنے سرشار تھے کہ ذرا سی بھی بے ادبی برداشت نہ تھی۔''

ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں:

''مولانا احمد رضا خاں ایک سچے عاشقِ رسول گزرے ہیں۔''

کوثر نیازی لکھتے ہیں:

''ان کی امتیازی خصوصیت ان کا عشقِ رسول ہے جس میں وہ سرتاپا ڈوبے ہوئے ہیں، چناں چہ ان کا نعتیہ کلام بھی سوز و گداز کی کیفیتوں کا آئینہ دار ہے۔''

اسی طرح ہم بچوں کے لیے بہترین کہانیاں لکھنے والے ڈاکٹر جمیل جالبی بھی بڑے مولانا اعلیٰ حضرت کے بارے میں یوں لکھتے ہیں:

''مولانا شاہ احمد رضا خاں چودھویں صدی ہجری کے بلند پایہ فقیہ، متبحر عالم، بہترین نعت گو، صاحبِ شریعت و صاحبِ طریقت بزرگ تھے۔ ان کا امتیازی وصف جو دوسرے

تمام فضائل وکمالات سے بڑھ کر ہے، وہ ہے عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ، ان کی تصنیفات وتالیفات میں جو چیز سب سے نمایاں ہے وہ یہی حبِ رسول ہے۔''

ہم بچوں کے پیارے ادیب حکیم محمد سعید دہلوی بڑے مولانا اعلیٰ حضرت کی بہت تعریفیں کیا کرتے تھے، حکیم صاحب نے ایک مقام پر بڑے مولانا کے بارے میں یوں لکھا ہے:

''مولانا شریعت وطریقت دونوں کے رموز سے آگاہ تھے۔ اگر ایک طرف ان کے فتاویٰ نے عرب وعجم میں ان کی دینی وعلمی بصیرت کی دھاک بٹھادی تھی تو دوسری طرف عشقِ رسول نے ان کی نعتیہ شاعری کو فکروفن کی بلندیوں پر پہنچادیا تھا۔''

پیارے بچو! ہمارے لیے پیاری پیاری نظمیں لکھنے والے بہترین شاعر حفیظ جالندھری بڑے مولانا اعلیٰ حضرت سے متعلق اس بات کا اظہار کرتے ہیں:

''ان کے قلم سے چند ابیاتِ نعت نے میرے قلب میں محبتِ حضور کی روشنی میں توانائی بخشی ، میں ان کو عشاقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمرے میں صفحۂ اول پر دیکھتا ہوں۔''

بڑے مولانا اعلیٰ حضرت نے اپنی پوری زندگی پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فرماں برداری میں اوران کے طریقے پر عمل کرنے میں گزاری۔ آپ نے لوگوں کے دلوں میں پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت اور عشق بسانے کے لیے بہت ہی پیاری پیاری نعتیں لکھیں۔ پیارے بچو! ہم بھی اُن نعتوں کو یاد کر کے گنگناتے رہیں تو ہمارے دل میں بھی پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سچی محبت اور سچا عشق بیدار ہوگا۔ آپ لوگوں نے یہ سب نعتیں توضرور سنی ہوں گی؟

سب سے اولیٰ واعلیٰ ہمارا نبی
سب سے بالا و والا ہمارا نبی

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
مِرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے

سچی بات سکھاتے یہ ہیں
سیدھی راہ چلاتے یہ ہیں

ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیئے ہیں
جس راہ چل گئے ہیں کوچے بسا دیئے ہیں

یہ سب نعتیں اورانہی کی طرح بہت ساری نعتیں بڑے مولانا اعلیٰ حضرت نے لکھی ہیں۔ آپ کی لکھی ہوئی نعتوں کی کتاب کا نام ''حدائقِ بخشش'' ہے۔

پیارے بچو! ایک اور بات سنیے، یہ جو ہمارے محلے اورشہر کی الگ الگ مسجدوں میں جمعہ کی نماز کے بعد جوسلام پڑھا جاتا ہے یعنی ۔

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

یہ بھی اپنے پیارے بڑے مولانا اعلیٰ حضرت ہی کا لکھا ہوا ہے۔ بچو! آج صرف اپنے پیارے وطن بھارت ہی میں نہیں بلکہ پاکستان، بنگلہ دیش، سری لنکا، نیپال، امریکہ، افریقہ، برما، عرب، ایران، عراق، ہالینڈ، ماریشش، برطانیہ، انڈونیشیا، ملیشیا، یمن، ترکی، افغانستان، روس، اسپین، جرمنی، فلسطین، شام، لبنان اور نہ جانے کون کون سے ملکوں میں یہ سلام بڑے شوق کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔ پاکستان کے ایک بہت بڑے عالم کوثر نیازی صاحب نے کہا ہے کہ اذان کے بعد پوری دنیا میں پڑھا جانے والا اسلامی نغمہ مولانا احمد رضا خان کا لکھا ہوا سلام 'مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام' ہے۔

بچو! اس بات سے اندازہ لگایئے کہ ہمارے بڑے مولانا اعلیٰ حضرت کا مقام کتنا بڑا ہے، یہ پتا چلتا ہے کہ آپ اللہ اوراس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں مقبول ہوگئے ہیں۔

بچو! آج ہی اپنے قریب کسی بک اسٹال سے بڑے مولانا اعلیٰ حضرت کی نعتوں اورسلام کی کتاب ''حدائقِ بخشش'' خرید لیجیے اور نعتوں کے ساتھ ساتھ یہ سلام یاد کرلیجیے۔ بار بار ان نعتوں اور سلام کو پڑھنے سے ہمارے دلوں میں بھی پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عشق رچ بس جائے گا۔

بڑے مولانا اعلیٰ حضرت کہا کرتے تھے کہ اگر کوئی میرے دل کے دوٹکڑے کر دے تو ایک پر لاالٰہ الا اللہ اوردوسرے پر محمد رسول اللہ لکھا ہوا پائے گا۔

آپ میلاد کی محفلوں میں بہت ادب سے دوزانو بیٹھا کرتے، ولادت شریف صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر کے وقت صلوٰۃ وسلام پڑھنے کے لیے کھڑے ہوجاتے۔ آپ کے سونے کا انداز بھی بڑا پیارا تھا سوتے وقت ہاتھ کے انگوٹھے کو شہادت کی انگلی پر رکھ لیتے تاکہ انگلیوں سے لفظ ''اللہ'' بن

جائے۔ آپ پیر پھیلا کر کبھی بھی نہ سوتے بلکہ سیدھی کروٹ لیٹ کر دونوں ہاتھوں کو سر کے نیچے رکھ لیتے اور پاؤں سمیٹ لیتے، اس طرح جسم سے لفظ ''محمد'' بن جاتا۔ اس بات سے بھی بڑے مولانا اعلیٰ حضرت کی پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سچی عقیدت ظاہر ہوتی ہے۔

پیارے بچو! بڑے مولانا اعلیٰ حضرت کی پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت کا ایک اور ایمان افروز واقعہ ملتا ہے، جب آپ دوسری بار حج کے لیے حاضر ہوئے تو مدینہ شریف میں پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کی خواہش لیے مبارک روضے کے سامنے دیر تک صلوٰۃ وسلام پڑھتے رہے، مگر پہلی رات قسمت میں یہ سعادت نہ تھی۔ اِس موقع پر آپ نے وہ مشہور نعت لکھی جس کے پہلے شعر (مطلع) میں پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رحمت بھرے دامن سے وابستہ ہونے کی امید ظاہر کی ہے۔

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں
تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

یعنی اے بہار جھوم جا! کہ اب تیرے دن پھرنے والے ہیں یعنی تجھ پر بہاروں کی بھی بہار آنے والی ہے، وہ دیکھ مدینے کے تاج دار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گل زار کی طرف آرہے ہیں۔

اس کلام کے آخری شعر (مقطع) میں اپنے عاجزی کا نقشہ کچھ اس طرح کھینچا۔

کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضاؔ
تجھ سے کتے ہزار پھرتے ہیں

اس شعر میں بڑے مولانا اعلیٰ حضرت نے عاجزی کے طور پر اپنے آپ کے لیے کتے کا لفظ استعمال کیا ہے۔ عاجزی کا انداز پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس درجہ پسند آیا کہ آپ دیدار کی آرزو لیے مواجہہ شریف کے سامنے بیٹھے رہے کہ قسمت جاگ اُٹھی اور آپ نے بیداری کی حالت میں پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کی سعادت حاصل کی۔

مسلمانوں کی فلاح و بہبود

بڑے مولانا اعلیٰ حضرت نے تعلیم پر بہت زیادہ زور دیا اور اس سلسلے میں انھوں نے اپنے خیالات بھی لکھے۔ آپ مسلمانوں کو ہمیشہ تعلیم کے میدان میں آگے بڑھانے کی کوشش کرتے رہے۔ وہ چاہتے تھے کہ مسلمان خوب پڑھیں اور ترقی کریں۔ انھوں نے انگریزی سیکھنے کی مخالفت بھی نہیں

کی۔ ہاں ان کا ماننا یہی تھا کہ تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت ضروری ہے تاکہ پڑھے لکھے مسلمان اپنے عقیدے پر سختی کے ساتھ جمے رہیں۔ مسلمان علم حاصل کرنے کے بعد اگر اسلامی عقیدے پر ثابت قدم نہ رہ پایا تو پھر ایسی تعلیم، تعلیم نہیں زہر ہے۔

آپ نے مسلمانوں کی مالی حالت میں سدھار لانے کے لیے بھی رہنما اُصول بتائے۔ تجارت کے طریقے سکھائے۔ معاشی مضبوطی کے گُر بتلائے۔ صنعت اور حرفت کے میدان میں قدم رکھنے کے لیے آمادہ کیا۔ اس تعلق سے آپ کی لکھی گئی کتاب ''تدبیرِ فلاح ونجات واصلاح'' جس طرح سو سال پہلے بھی مسلمانوں کے لیے مفید تھی اُس سے کہیں زیادہ آج کے دور میں مفید ہے۔ بڑے مولانا اعلیٰ حضرت کی اس کتاب میں بیان کی گئی باتوں پر اگر مسلمان صحیح طور پر عمل کرنے لگیں تو ترقیوں کے بہت سارے دروازے کھل سکتے ہیں۔

انگریزوں سے نفرت

بڑے مولانا اعلیٰ حضرت جس دور میں پیدا ہوئے تھے اُس وقت ہمارا ملک انگریزوں کا غلام تھا۔ آپ نے مسلمانوں کو انگریزوں کی چالاکیوں، مکاریوں اور عیاریوں سے ہوشیار کیا۔ آپ انگریزوں اور ان کی ہر چیز سے سخت نفرت کرتے تھے اور مسلمانوں کو بھی ان سے دور رہنے کا درس دیتے تھے۔ وہ انگریزی کپڑے وغیرہ پہن کر نماز پڑھنے سے صرف اس لیے منع کرتے تھے کہ وہ ہمارے پیارے مذہب اسلام کے دُشمنوں یعنی انگریزوں کا لباس ہے۔ آپ نے بھارت کو انگریزوں سے آزاد کرانے کی تجویز کی حمایت کی۔ آپ کے مریدوں/شاگردوں میں سے مولانا عبدالعلیم صدیقی میرٹھی، مولانا مختار احمد صدیقی میرٹھی، مولانا دیدار علی الوری، مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی، مولانا سید سلیمان اشرف بہاری اور دوسروں علما نے انگریزوں کو ملک سے نکالنے کے لیے بہت زیادہ کوششیں کیں۔ بڑے مولانا اعلیٰ حضرت ہمیشہ لفافے پر ڈاک ٹکٹ اُلٹا لگایا کرتے تھے، کیوں کہ اس دور کے ڈاک ٹکٹ میں ملکہ برطانیہ کی تصویر رہا کرتی تھی، اس طرح آپ اس کے سر کو نیچا کر کے انگریزوں سے اپنی دُشمنی کا ثبوت دیا کرتے تھے۔ آپ نے انگریزوں کے غلط نظریات کا رد کرتے ہوئے کئی کتابیں بھی لکھیں۔

معاشرے کی اصلاح

اسی طرح آپ نے سماج اور معاشرے میں پھیلی ہوئی برائیوں اور غلط رسموں کو دور کرنے

کی بھرپور کوشش کی۔ ڈھول تاشہ، عورتوں مردوں کے ملے جلے میلے ٹھیلے، مروجہ تعزیہ داری، مزارات پر عورتوں کی حاضری، قبر کا طواف، شادی بیاہ کے نام پر فضول خرچی، میت کے گھر دعوت وغیرہ نہ جانے کتنی ہی بری رسموں کو ختم کرنے کے لیے آپ نے بہت کوششیں کیں۔ اس سلسلے میں آپ کی مختلف کتابوں میں بہت ساری باتیں پھیلی ہوئی ہیں جن کو ہمارے دور کے مشہور عالم مولانا یٰسین اختر مصباحی نے یکجا کر کے ایک کتاب ''امام احمد رضا اور ردِ بدعات و منکرات'' لکھی ہے۔ پیارے بچو! بڑے مولانا اعلیٰ حضرت کی زندگی کے حالات اور واقعات جاننے کے لیے یہ کتاب بہت زیادہ معلومات افزا ہے۔ آپ سب اِس کتاب کو بھی خرید کر ضرور پڑھیں۔

عقیدے کی اصلاح

بڑے مولانا اعلیٰ حضرت کی سب سے اہم اور خاص بات اللہ اور اس کے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت اور ادب کرنے کا پیغام عام کرنا تھی۔ آپ نے اپنی کتابوں کے ذریعے اللہ اور اس کے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ادب اور احترام سکھایا۔ آپ کے زمانے میں انگریز جیسے اسلام کے دُشمنوں نے روپیوں پیسوں کے لالچ سے ایسے مسلمانوں کی ایک ٹولی بنالی تھی جن کا کام ہی یہی تھا کہ انھوں نے اللہ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں لوگوں کے دلوں میں شک اور شبہہ ڈالنا شروع کر دیا۔ بڑے مولانا اعلیٰ حضرت نے ایسی ٹولی کا بھرپور جواب دیا اور پوری دنیا کے مسلمانوں کو انگریزوں کے ہاتھوں بِک چکے مسلمانوں کی مکاریوں سے ہوشیار کیا اور بہت ساری کتابیں لکھ کر لاکھوں مسلمانوں کے ایمان اور عقیدے کی حفاظت کی۔ پیارے بچو! بڑے ہو کر آپ کی کتابیں تمہیدِ ایمان، خالص الاعتقاد، ختم النبوۃ، الکوکبۃ الشہابیہ، اربعین شفاعت، سید المرسلین، الامن والعلیٰ، حسام الحرمین، الدولۃ المکیہ ضرور پڑھیں۔

بڑے مولانا اعلیٰ حضرت نے ہمیشہ اسلام کی اشاعت کی اور پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ناموس کی حفاظت کرتے رہے۔ آپ نے اسلامی اُصولوں کو ٹھیس پہنچانے کی کوشش کرنے والوں سے پوری اُمت کو دور رکھنے کی کوشش کی۔

نمازوں کی پابندی

بڑے مولانا اعلیٰ حضرت کا اخلاق بہت عمدہ تھا۔ وہ پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت اور سنت پر سختی سے عمل کیا کرتے تھے۔ ہمیشہ مسجد میں باجماعت نماز ادا کرتے تھے۔

بتایا جاتا ہے کہ سخت بیماری کے عالم میں بھی آپ مسجد میں ہی باجماعت نماز ادا کرنے کے لیے جایا کرتے تھے۔ سفر میں بھی آپ کبھی بھی نمازیں قضا نہیں کرتے تھے۔ ایک مرتبہ پیلی بھیت سے بریلی شریف کے لیے ریلوے کے ذریعے سفر کر رہے تھے۔ راستے میں نواب گنج اسٹیشن پر جہاں گاڑی صرف دو منٹ کے لیے ٹھہرتی ہے، مغرب کا وقت ہو چکا تھا۔ آپ نے گاڑی ٹھہرتے ہی باجماعت نماز ادا کرنے کے لیے نیت باندھ لی۔ ابھی نماز مکمل بھی نہیں ہوئی تھی کہ گارڈ نے ہری جھنڈی ہلانا شروع کر دی، لیکن لائن کلیر تھی اور گاڑی چھوٹ رہی تھی مگر گاڑی آگے نہ بڑھی، بڑے مولانا اعلیٰ حضرت نے اطمینان کے ساتھ نماز ادا کی، پھر گاڑی چھوٹی۔ بچو! اس واقعے سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ جو بھی نماز کی پابندی کے لیے فکر کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی مدد اُس کے ساتھ ہوتی ہے۔

چھوٹوں پر شفقت اور غریبوں کی دل جوئی

بڑے مولانا اعلیٰ حضرت بڑوں کا بہت ادب کرتے تھے۔ ہم عمروں کے ساتھ ایسی سچی دوستی نبھاتے تھے جس سے اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) راضی ہوں۔ چھوٹوں پر بے حد شفقت کرتے تھے۔ چھوٹے بچوں کے لیے تحفے بھی پیش کیا کرتے تھے۔ جب آپ کا قیام جبل پور میں تھا تو آپ نے اپنے شاگرد مولانا برہان الحق جبل پوری کی دونوں بچیوں کے لیے بُندے منگوا کر اپنے ہاتھوں سے پہنائے۔

آپ غریبوں کا بہت خیال رکھتے تھے، اپنے گھر سے کبھی بھی غریبوں، فقیروں کو خالی ہاتھ نہیں لوٹاتے تھے۔ ہمیشہ ان کی امداد کرتے۔ آخری وقت بھی اپنے رشتے داروں کو یہی وصیت کی تھی کہ ہر حال میں غریبوں کا خیال رکھنا، ان کو خاطر داری سے اچھے اچھے اور لذیذ کھانے اپنے گھر سے کھلایا کرنا اور کسی غریب کو کبھی بھی نہ جھڑکنا۔

ایک مرتبہ ایک بچے نے آپ کے پاس آ کر کہا کہ میری والدہ نے آپ کو دعوت دی ہے۔ بڑے مولانا اعلیٰ حضرت نے اس بچے سے پوچھا کہ مجھے کیا کھلاؤ گے، اس پر بچے نے اپنے کرتے کے دامن میں موجود ماش کی دال اور دو چار مرچیں بتائیں اور کہا کہ یہی کھلاؤں گا۔ بڑے مولانا اعلیٰ حضرت نے دعوت قبول کر لی۔ مولانا محمد ایوب رضوی اور حاجی کفایت اللہ رضوی کے ساتھ آپ مقرر وقت پر دعوت کے لیے اس بچے کے گھر گئے۔ گھر پہنچے تو وہ بچہ باہر انتظار کرتا ہوا کھڑا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ایک بوسیدہ سی چٹائی بچھائی گئی جس پر آپ بیٹھ گئے۔ ڈھلیا میں موٹی موٹی باجری کی روٹیاں اور

مٹی کی رکابی میں وہی ماش کی دال جس میں مرچوں کے ٹکڑے پڑے ہوئے تھے کھانے کے لیے دیا گیا۔ حاجی کفایت اللہ رضوی نے اُس وقت بڑے مولانا سے کہا کہ یہ گھر تو ڈھول بجانے والے کا ہے، آپ یہ سن کر غمگین ہو گئے، دروازے کے پردے میں سے اُس بچے کی والدہ نے عرض کی کہ میرے شوہر کا انتقال ہو گیا ہے اب یہی بچہ مزدوروں کے ساتھ کام کرتا ہے، اسی کی کمائی سے گھر چلتا ہے۔ بڑے مولانا اعلیٰ حضرت نے الحمدللہ کہہ کر خوشی کے ساتھ کھانا شروع کر دیا۔ حاجی صاحب نے بتایا کہ مجھے یہ خیال آ رہا تھا کہ اس قدر موٹی موٹی روٹیاں اور مرچیں ملی ہوئی ماش کی دال بڑے مولانا اعلیٰ حضرت کس طرح کھائیں گے؟ لیکن قربان جائیں بچو! آپ نے بڑی خوش دلی اور ہمدردی کے ساتھ خوب پیٹ بھر کر کھایا۔ واپسی پر حاجی کفایت اللہ رضوی کے شک اور شبہے کو دور کرنے کے لیے کہا کہ اگر ایسی خلوص کی دعوت روز ہو تو میں روز قبول کروں۔ پیارے بچو! دیکھا آپ نے ہمارے بڑے مولانا اعلیٰ حضرت غریبوں کا کس قدر خیال رکھتے تھے۔ ہمیں بھی اسی طرح اچھے اخلاق اور اچھی عادتوں کو اپنانا چاہیے۔

سیدوں سے عقیدت

بڑے مولانا اعلیٰ حضرت کو پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سچی محبت تھی یہی وجہ ہے کہ آپ نے اپنے بھائیوں اور تمام بیٹوں کا نام ''محمد'' رکھا۔ اسی طرح آپ کو سیدزادوں سے بہت عقیدت تھی۔ پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اولادوں کا آپ بہت زیادہ احترام کیا کرتے تھے۔ جب بھی کوئی چیز تقسیم کرتے تو سب کو ایک ایک دیتے جب کہ سید صاحبان کو دو دیتے، ساتھ ہی اپنے ماننے والوں کو ہمیشہ تاکید کرتے کہ اگر ان سادات حضرات کی ہم اپنے مالوں سے ہدیہ کرتے ہوئے خدمت نہ کریں تو یہ ہمارے لیے بے سعادتی کی بات ہے۔ پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خوشنودی کے لیے ان کے مبارک بیٹوں (یعنی) سیدوں پر خرچ کرنے سے قیامت کے دن ہمیں رؤف و رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے انعام واکرام ملے گا۔

دیگر خصوصیات

ہم بچوں کے پسندیدہ شاعرِ مشرق ڈاکٹر اقبالؔ بڑے مولانا اعلیٰ حضرت کا بہت زیادہ ادب اور احترام کیا کرتے تھے اور ان کے شرعی فیصلوں اور دینی رہنمائی کو بڑی قدر سے دیکھتے تھے۔ ایک موقع پر انھوں نے بڑے مولانا اعلیٰ حضرت کے بارے میں کہا تھا کہ میں نے دورِ آخر میں ان جیسا

فقیہ نہیں دیکھا یہ جو رائے ایک بار قائم کر لیتے ہیں اُسے دوبارہ بدلنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

بڑے مولانا اعلیٰ حضرت نے ساری زندگی کوئی بھی صبح ایسی نہیں کی جو اللہ کے نام سے شروع نہ ہوتی ہو اور کسی دن کی آخری تحریر دُرود شریف کے سوا کسی اور لفظ پر ختم نہیں فرمائی۔ سب سے آخری تحریر ۲۵/صفر المظفر ۱۳۴۰ھ کو وصال سے چند لمحے پہلے یہ لکھی: ''واللہ شھید ولہ الحمد وصلی اللہ تعالیٰ وبارك وسلم علیٰ شفیع المذنبین وآلہٖ الطیبین وصحبہٖ المکرمین ابنہٖ وحزبہٖ ابدالاٰبدین والحمدللہ رب العالمین''

وصال

بڑے مولانا اعلیٰ حضرت کا وصال اسلامی مہینے صفر المظفر کی ۲۵/تاریخ ۱۳۴۰ ہجری اور انگریزی مہینے اکتوبر کی ۲۸/تاریخ ۱۹۲۱ عیسوی کو جمعہ کے روز اذان کے وقت بریلی شریف میں ہوا۔ بریلی کے محلہ سوداگران میں آپ کو دفن کیا گیا، جہاں آپ کا مزار پُرانوار ہے، جس پر ایک خوب صورت گنبد ہے، جس کو گنبدِ رضا کہا جاتا ہے۔ ہر سال آپ کا عرس منایا جاتا ہے۔ دنیا بھر سے لاکھوں عقیدت مند شریک ہوتے اور آپ کی روح کو ایصالِ ثواب کرتے ہیں۔

پیارے بچو! آج پوری دنیا میں بڑے مولانا اعلیٰ حضرت کی زندگی اور ان کے کارناموں پر تیزی سے کام ہو رہا ہے۔ بڑے بڑے دانش ور، شاعر، ادیب، پروفیسرز اور اسکالرز آپ کی زندگی کے حالات پر مسلسل کتابیں لکھ رہے ہیں۔ دنیا کی بڑی بڑی یونیورسٹیوں اور جامعات میں بڑے مولانا کی خدمات پر طلبہ اور ریسرچ اسکالرز ایم۔فل۔ اور پی۔ایچ۔ڈی۔ کی ڈگری حاصل کر رہے ہیں۔

پیارے بچو! بڑے مولانا اعلیٰ حضرت کی زندگی کے حالات پڑھنے کے بعد ہمیں بہت کچھ سیکھنے کو ملا۔ ہمیں چاہیے کہ ہم ان کی تعلیمات کو مزید پڑھیں اور ان کے نقشِ قدم پر زندگی گزاریں۔ آیئے ہم سب مل کر اپنے پیارے رب اللہ جل شانہٗ سے دُعا کریں کہ پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے و طفیل ہمیں بھی بڑے مولانا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی کی طرح خوب دل لگا کر تعلیم حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے دلوں میں بھی عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شمعیں روشن کرے، آمین ثم آمین!!

☆☆☆

ذکرِ سلطان الہند بزبانِ حسان الہند

نازش مدنی مرادآبادی

استاد: جامعۃ المدینہ، بنگلور کرناٹک

کچھ نکتہ چیں افراد کی طرف سے یہ اعتراض مُسلسل چلا آ رہا ہے کہ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قدس سرہ نے سرکار سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ والرضوان کی شان میں نا کوئی قصیدہ لکھا ہے، اور نا ہی کسی تحریر میں آپ کا کوئی ذکر کیا ہے۔ جب کہ یہ اعتراض بے سرو پا اور بے بنیاد ہے اور اس کی اصل وجہ باطنی بغض اور قلبی عناد ہے۔ اگر عناد کی عینک اتار کر دیکھا جائے تو بخوبی معلوم ہوگا کہ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان کی ایک نہیں بلکہ انیک تحریروں سے یہ واشگاف اور روشن ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو حضور خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ سے انتہائی والہانہ عقیدت و محبت تھی۔

ایک مقام پر سیدی اعلیٰ حضرت، سرکار غریب نواز قدس سرہ کی غریب نوازی اور دست گیری بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

''حضور سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ ضرور دست گیر ہیں اور حضرت سلطان الہند معین الحق والدین ضرور غریب نواز بھی۔'' (فتاوی رضویہ جلد یازدہم ص:43 مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی)

اجمیر شریف سے متعلق اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں سوال ہوا:

''اگر کوئی مولوی اپنے مدرسہ کے دروازہ پر اور خلافت کے بورڈ پر اور خلافت کی ٹوپی پر فقط اور خلافت کی رسید پر فقط اجمیر لکھے اجمیر کے ساتھ لفظ شریف نہ لکھے اور اصلی نام غلام محی الدین پر غلام نہ لکھنے خلاف عقیدہ اہلِ سنّت ہے یا نہیں؟''

آپ علیہ الرحمۃ انتہائی والہانہ انداز میں اس کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

''اجمیر شریف کے نام پاک کے ساتھ لفظ شریف نہ لکھنا اور ان تمام مواقع میں اس کا

التزام نہ کرنا اگر اس بنا پر ہے کہ حضور سیدنا خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ کی جلوہ افروزی، حیات ظاہری و مزار پرانوار کو (جس کے سبب مسلمان اجمیر شریف کہتے ہیں) وجہ شرافت نہیں جانتا تو گمراہ بلکہ عدو اللہ ہے۔ بخاری شریف میں ہے:

''من عادی لی ولیّا فقد آذنته بالحرب'' اور اگر یہ ناپاک التزام بر بنائے کسل و کوتاہ قلمی ہے تو سخت بے برکتی و فضل عظیم و خیر جسیم سے محرومی ہے۔''

آگے مزید فرماتے ہیں:

''اپنے نام سے غلام کا خدف اگر اس بنا پر ہے کہ حضور خواجہ خواجگان رضی اللہ عنہ کا غلام بننے سے انکار و استکبار رکھتا ہے تو بدستور گمراہ اور بحکم حدیث مذکور عدو اللہ ہے اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ قال تعالیٰ ''الیس فی جهنم مثوی المتکبرین''

اور اگر بر بنائے وہابیت ہے کہ غلام اولیاے کرام بننے والوں کو مشرک اور غلام معین الدین کو شرک جانتا ہے تو وہ اب یہ خود زندیق بے دین کفار و مرتدین ہیں۔ ''وللکافرین عذاب مهین'' واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ رضویہ ج:6 ص:188، 187 رضا اکیڈمی ممبئی)

اسی طرح ایک اور مقام پر حضرت خواجہ غریب نواز اجمیری رضی اللہ عنہ کے فیوض و برکات اور منکرینِ فیضان خواجہ غریب نواز کا رد کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں:

''حضرت خواجہ کے مزار پر بہت کچھ فیوض و برکات حاصل ہوتے ہیں مولانا برکات احمد صاحب (بریلوی) مرحوم جو میرے پیر بھائی اور میرے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ: میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ایک ہندو جس کے سر سے پیر تک پھوڑے تھے۔ اللہ ہی جانتا ہے کہ کس قدر تھے۔ ٹھیک دوپہر کو آتا اور درگاہ شریف کے سامنے گرم کنکروں اور پتھروں پر لوٹتا اور کہتا کہ خواجہ اگن لگی ہے۔ تیسرے روز میں نے دیکھا کہ بالکل اچھا ہو گیا۔''

بھاگل پور سے ایک صاحب ہر سال، اجمیر شریف حاضر ہوا کرتے تھے۔ ایک وہابی رئیس سے ملاقات تھی۔ اس نے کہا: میاں ہر سال کہاں جایا کرتے ہو؟ بے کار اتنا روپیہ، صرف

کرتے ہو۔انہوں نے کہا: چلو اور انصاف کی آنکھ سے دیکھو۔ پھر تم کو اختیار ہے خیر! ایک سال وہ ساتھ آیا دیکھا کہ ایک فقیر سونٹا لیے روضہ شریف کا طواف کر رہا ہے اور یہ صدا لگا رہا ہے۔خواجہ پانچ روپے لوں گا اور ایک گھنٹہ کے اندر لوں گا اور ایک ہی شخص سے لوں گا۔

جب اس وہابی کو خیال ہوا کہ اب ایک گھنٹہ گزر گیا ہوگا۔اور اب تک اسے کسی نے کچھ نہ دیا ہوگا جیب سے پانچ روپے نکال کر اس کے ہاتھ پر رکھے اور کہا: لومیاں! تم خواجہ سے مانگ رہے تھے بھلا خواجہ کیا دیں گے لو ہم دیتے ہیں۔فقیر نے وہ روپے تو جیب میں رکھے اور ایک چکر لگا کر زور سے کہا: خواجہ تورے بلہاری جاؤں۔دلوائے بھی تو کس خبیث منکر سے۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت حصہ سوم،ص:385،384 مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)

''احسن الوعاء لآداب الدعا'' کی شرح ''ذیل المدعا لاحسن الوعاء'' میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

وہ چوالیس مقامات جہاں دُعا زیادہ قبول ہوتی ہے ان میں سے ایک مزار حضرت خواجہ غریب نواز اجمیری بھی ہے۔ چناں چہ آپ لکھتے ہیں: سی ونہم (39) مرقد مبارک حضرت خواجہ غریب نواز معین الحق والدین چشتی قدس سرہ (احسن الوعا مع شرحہ ذیل المدعا ص:138،فصل چہارم،مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)

یہ وہ چند اقتباسات تھے جن سے روز روشن کی طرح واشگاف اور واضح ہو گیا کہ سیدنا اعلیٰ حضرت،سرکار معین الملۃ والدین خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ اور دیار مقدس اجمیر معلیٰ سے کس قدر قلبی محبت وعقیدت فرماتے تھے۔

اللہ جل مجدہ ہم تمام کو دونوں سرکاروں کا صدقہ عطا فرمائے اور معاندین امام اہلِ سنّت کو ان نکات کو پڑھ کر حق سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین! بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ الصلاۃ والتسلیم

☆☆☆

امام احمد رضا اور باطل روایات کی تردید

کلیم احمد قادری

رضائے مصطفیٰ اکیڈمی، دھرن گاؤں،ضلع جلگاؤں

صالح و پاکیزہ اسلامی معاشرے کی تشکیل وتعمیر کے لیے بدعات ومنکرات،خرافات ولغویات کی نشان دہی اور ان کا تدارک عالم ربّانی اور مجدد کا ترجیحی عنوان ہوتا ہے۔امام احمد رضا قادری علیہ الرحمہ چودھویں صدی کے وہ عظیم عبقری،محقّق، عالمِ ربّانی ہیں جنھوں نے شریعتِ اسلامیہ کی روشنی میں بدعات ومنکرات کا سدِّ باب فرمایا،خرافات ولغویات کی نشان دہی فرمائی، باطل وغیر مستند روایات کی تردید فرمائی۔اپنے دَور میں اُٹھنے والے فتنوں کا قلع قمع کیا۔باطل مذاہب کو کیفر کردار تک پہنچایا اور حق کو سربلند فرمایا۔آپ نے اپنے دَور کی جن بدعات وخرافات اور ناجائز رسومات کے خلاف قلمی جہاد فرمایا،تحقیقی مقالات ورسائل تصنیف کیے،ان کی ایک طویل فہرست ہے۔

عورتوں کی مزارات پر حاضری کی ممانعت میں ''جمل النور فی نہی النساء عن زیارۃ القبور'' کتاب تصنیف فرمائی۔مروجہ تعزیہ داری کی خرافات پر ''اعالی الافادہ فی تعزیۃ الہند و بیان الشہادہ''، لکھی۔سجدۂ تعظیمی کی حُرمت پر ''الزبدۃ الزکیہ فی تحریم سجود التحیہ'' اور دعوتِ میّت واغنیا کی اس میں شرکت کی ممانعت میں ''جلی الصوت لنہی الدعوۃ امام موت'' تصنیف فرمائی۔شادیوں کی رسومِ بد پر ''ہادی الناس فی رسوم الاعراس''، قلم بند فرمائی۔بزرگوں کی تصاویر بنانے وفوٹو کھنچانے کی حُرمت پر ''عطایا القدیر فی حکم التصویر'' رسالہ لکھا۔عورتوں کی بے پردگی پر تنبیہ فرماتے ہوئے ''مروّج النجا لخروج النساء''، لکھی۔آلاتِ موسیقی کے ساتھ قوالی کے ردّ میں ''اجلی التحبیر فی حکم السماع والمزامیر'' تحریر فرمائی۔اور اس طرح کے عنوانات مثلاً فرضی قبریں بنانا،قبروں کا طواف کرنا، اُجرت پر قرآن پڑھوانا، پتنگ بازی وکبوتر وبٹیر بازی، امام ضامن باندھنا، جاہل وفاسق کا میلاد پڑھنا،قشقہ لگانا، میلۂ ہنود میں شرکت کرنا، فال نکالنا، مرد کا سونے چاندی کی انگوٹھی پہننا، سیاہ

خضاب کرنا، لمبے بال رکھنا، مونچھیں بڑھانا وغیرہ سیکڑوں خرافات و ناجائز رسومات پر فتاویٰ تحریر فرمائے، جو فتاویٰ رضویہ کی بارہ ضخیم مجلّدات میں مطالعہ کیے جاسکتے ہیں۔ ہمارا موضوع یہاں اُن غیر مستند و باطل روایات کو بیان کرنا ہے جن کا امام احمد رضا نے ردّ و ابطال فرمایا، اُن کی تردید فرمائی۔
بے اصل و باطل روایات جو بلا تحقیق و تدقیق بیان کردی جاتی ہیں حرام و گناہ ہیں اور کبھی کبھی کفر تک پہنچنے کا خدشہ ہوتا ہے۔ مخبر صادق، رحمتِ عالم ﷺ نے بلا تحقیق و تصدیق کوئی بات دوسروں تک پہنچانے کو سخت ناپسند فرمایا، حدیث پاک میں ہے:

عن ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال، قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کفٰی بالمرء کذباً ان یحدث بکلّ ما سمع۔(۱) آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ بات کی تحقیق کیے بغیر دوسروں تک پہنچادے۔

اِسی لیے غیر عالم کو وعظ کہنا حرام قرار دیا گیا۔ امام اہلِ سنّت نے اپنے فتاویٰ میں تحریر فرمایا:

''جاہل کی وعظ گوئی بھی گناہ ہے۔ وعظ میں قرآنِ مجید کی تفسیر یا نبی پاک ﷺ کی حدیث یا شریعت کا مسئلہ اور جاہل کو ان میں سے کسی چیز کا بیان جائز نہیں۔ رسولِ پاک ﷺ فرماتے ہیں: من قال فی القرآن بغیر علم فلیتبوأ مقعدہ من النار۔ جو بے علم قرآن کی تفسیر بیان کرے وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنالے۔''(۲)

یوں ہی بے اصل و باطل روایات، خلافِ شرع اشعار و اقوال کا سُننا، پڑھنا بھی ممنوع ہے۔ امام اہلِ سنّت فرماتے ہیں: ''وہ پڑھنا، سُننا جو منکراتِ شرعیہ پر مشتمل ہو، ناجائز ہے۔ جیسے روایاتِ باطلہ و حکایاتِ موضوعہ و اشعار خلافِ شرع خصوصاً جن میں توہین انبیا و ملائکہ علیہم الصلوٰۃ والسلام ہو کہ آج کل جاہل نعت گویوں کے کلام میں یہ بلائے عظیم بکثرت ہے، حالاں کہ وہ صریح کلمۂ کفر ہے۔(۳)

لہٰذا جاہل و پیشہ ور مقررین و شعرا کو بھی اس سے سبق حاصل کرنا چاہیے اور عوام الناس کو ایسی مجالس سے دور اور بانیانِ مجلس کو ایسے جاہل واعظوں سے اجتناب کرنا چاہیے، جو شریعت کا پاس و لحاظ کیے بغیر لچھے دار تقریریں کرتے ہیں اور صوم و صلوٰۃ کی پابندی سے دور ہوتے ہیں۔ چنانچہ ایسی مجالس جن میں روایاتِ باطلہ بیان ہوں اور جاہل و فاسق شعرا کلام پڑھتے ہیں احتراز لازم ہے۔

امامِ اہلِ سنّت ایسی مجالس کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

''روایاتِ موضوعہ پڑھنا بھی حرام، سُننا بھی حرام۔ ایسی مجالس سے اللہ عزوجل اور حضور اقدس ﷺ کمال ناراض ہیں۔ ایسی مجالس اور ان کا پڑھنے والا اور اس حال سے آگاہی پاکر بھی حاضر ہونے والا سب مستحق عذابِ الٰہی ہیں۔ یہ جتنے حاضرین ہیں سب وبالِ شدید میں جُدا جُدا گرفتار ہیں اور ان سب کے وبال کے برابر اس پڑھنے والے پر وبال ہے اور خود اس کا اپنا گناہ اُس پر علاوہ اور ان حاضرین و قاری سب کے برابر گناہ ایسی مجلس کے بانی پر ہے۔(۴)

اب اُن باطل روایات کا تذکرہ کیا جاتا ہے جن کی امام اہلِ سنّت مجدد دین و ملت امام احمد رضا قادری علیہ الرحمہ نے تردید فرمائی ہے۔ امام اہلِ سنّت سے پوچھے گئے فتویٰ کا اقتباس اور آپ کے جواب کو بغیر کسی تبصرہ کے تحریر کیا جاتا ہے۔

(۱) شبِ معراج مبارک جب حضور اقدس ﷺ عرشِ بریں پر پہنچے، نعلین پاک اُتارنا چاہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وادیِ ایمن میں نعلین شریف اُتارنے کا حکم ہوا تھا۔ فوراً غیب سے ندا آئی: اے حبیب! تمہارے مع نعلین شریف رونق افروز ہونے سے عرش کی زینت و عزّت زیادہ ہوگی۔

اعلیٰ حضرت نے ارشاد فرمایا: ''یہ روایت محض باطل و موضوع ہے۔''(۵)

(۲) حضور سیدنا سرکار غوثِ اعظم کے ایک مرید کا انتقال ہوگیا، مرنے والے کا لڑکا سرکار کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ عرض کیا: میرے والد کا انتقال ہوگیا۔ سرکار غوثِ اعظم کو رحم آیا۔ آپ نے حضرت عزرائیل کو مراقب ہوکر روکا۔ دریافت کیا آپ نے ہمارے مرید کی روح قبض کی ہے؟ فرشتے نے اثبات میں جواب دیا۔ آپ نے فرمایا اس کو چھوڑ دو۔ فرشتے نے کہا: بحکم الٰہی روح قبض کی ہے۔ اس پر جھگڑا ہوا۔ سرکار نے تھپڑ مارا۔ فرشتے کی آنکھ نکل گئی اور آپ نے ان کی زنبیل چھین کر اس دن کی تمام روحیں جو قبض کی تھیں، سب کو چھوڑ دیا۔ حضرت عزرائیل نے اللہ عزوجل سے شکایت کی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے محبوب نے ایسا کیا، کوئی بات نہیں۔

اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے اس روایت کے بارے میں فرمایا:

''یہ روایت ابلیس کی گھڑی ہوئی ہے اور اس کا پڑھنا و سُننا دونوں حرام ہے۔ احمق و جاہل

نے یہ جانا کہ وہ اس میں حضور غوثِ اعظم کی تعظیم کرتا ہے، حالاں کہ وہ حضور کی سخت توہین کر رہا ہے۔ کسی عام مسلمان کی اس سے زیادہ توہین کیا ہوگی کہ معاذ اللہ اسے کفر کی طرف نسبت کیا جائے، نہ کہ محبوبانِ الٰہی سیدنا عزرائیل علیہ السلام مرسلین ملائکہ میں سے ہیں اور مرسلین ملائکہ بالاجماع تمام غیر انبیا سے افضل ہیں۔ کسی رسول کے ساتھ ایسی حرکت کرنا توہین رسول کے سبب اس کے لیے باعثِ کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ جہالت وضلالت سے پناہ دے۔(۶)

(۳) خاتونِ جنت بتول زہرا رضی اللہ عنہا کی نسبت یہ بیان کرنا کہ روزِ محشر وہ برہنہ سرو پا ظاہر ہوں گی اور امام حسین رضی اللہ عنہ کے خون آلود و زہر آلود کپڑے کاندھے پر ڈالے ہوئے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا دندانِ مبارک جو جنگ اُحد میں شہید کیا گیا تھا، ہاتھ میں لیے ہوئے بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہوں گی اور عرش کا پایا پکڑ کر ہلائیں گی اور خون کے معاوضے میں اُمّتِ عاصی کو بخشوائیں گی، صحیح ہے یا نہیں؟

اعلیٰ حضرت نے فرمایا: ''یہ سب محض جھوٹ اور اِفترا اور کذب اور گستاخی و بے ادبی ہے۔ مجمع اوّلین و آخرین میں ان کا برہنہ سر تشریف لانا جن کو برہنہ سر کبھی آفتاب نے بھی نہ دیکھا وہ کہ جب صراط پر گذر فرمائیں گی زیرِ عرش سے منادی ندا کرے گا: اے اہلِ محشر! اپنے سر جھکا لو اور اپنی آنکھیں بند کر لو کہ فاطمہ بیٹی محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صراط پر گذر فرماتی ہیں۔ پھر وہ نورِ الٰہی ایک براق کی طرح ستّر ہزار حوریں جلو میں لیے ہوئے گذر فرمائے گا۔(۷)

(۴) ایک مرتبہ جناب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے دریافت کیا، تم وحی کہاں سے اور کس طرح لاتے ہو۔ آپ نے جواب عرض کیا ایک پردے سے آواز آتی ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ کبھی تم نے پردہ اُٹھا کر دیکھا! انھوں نے جواب دیا کہ میری یہ مجال نہیں کہ پردے کو اُٹھاؤں؟ آپ نے فرمایا کہ اب کی مرتبہ پردہ اُٹھا کر دیکھنا حضرت جبرئیل نے ایسا ہی کیا۔ کیا دیکھتے ہیں کہ پردے کے اندر خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جلوہ افروز ہیں اور عمامہ سر پر باندھے ہیں اور سامنے شیشہ رکھا ہے اور فرما رہے ہے کہ میرے بندے کو یہ ہدایت کرنا یہ روایت کہاں تک صحیح ہے اگر غلط ہے تو اس کا بیان کرنے والا کس حکم میں داخل ہے؟

امام اہلِ سنّت اس روایت کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''یہ روایت محض جھوٹ اور

کذب و اِفترا ہے اور اس کا بیان کرنے والا ابلیس کا مسخرہ ہے اور اگر اس کے ظاہر مضمون کا معتقد ہے تو صریح کافر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔(۸)

(۵) شب معراج جب براق حاضر کیا گیا، حضور آبدیدہ ہوئے۔ حضرت جبرئیل نے سبب پوچھا۔ فرمایا آج میں براق پر جا رہا ہوں، کل قیامت کے دن میری اُمت برہنہ پا پُل صراط کی راہ طے کرے گی۔ تو یہ تقاضائے محبت وشفقتِ اُمّت کے مواقف نہیں۔ ارشادِ باری ہوا یوں ہی ایک ایک بُراق بروزِ حشر تمہارے ہر اُمتی کی قبر پر بھیجیں گے۔ یہ روایت صحیح ہے یا نہیں؟

اعلیٰ حضرت ''الملفوظ'' میں ارشاد فرماتے ہیں: ''بالکل بے اصل ہے۔ ایسی ہی اور بہت سی روایات بالکل بے اصل و بے ہودہ ہیں۔'' (۹)

(۶) ایک روز جبرئیل علیہ السلام حضور سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والتحیات کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اے اخی! تم کو اپنے مقام سے یہاں تک آنے میں کتنا وقفہ ہوتا ہے؟ عرض کیا: حضور! دستارِ مبارک کا پیچ تمام نہیں فرماتے پائیں گے کہ غلام اپنے مقام سے یہاں حاضر ہو جائے گا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جہاں سے تم کو حکم ملتا ہے وہاں پردہ پڑا ہوا ہے۔ جاؤ اُس کو اُٹھا کر دیکھو۔ ادھر آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دستارِ مبارک زیب سر فرمانا شروع کی، جبرئیل علیہ السلام نے مقام مذکور پر پردہ اُٹھا کر دیکھا تو حضور پٹکا زیب سر فرما رہے ہیں، پھر زمین پر آ کر اسی طرح پٹکا زیب سر فرماتے ہوئے دیکھا۔ اسی استعجاب میں چند مرتبہ آئے گئے۔ حیران ہو کر عرض کیا: حضور! مجھے کیوں دوڑایا جاتا ہے جب یہاں بھی آپ اور وہاں بھی آپ؟

اس روایت کی تردید میں امام اہلِ سنّت نے فرمایا: ''یہ روایت محض کذب و باطل ومردود و موضوع و اِفترا اور اختراع ہے۔ قاتل اللہ واضعھا اور اس کا ظاہر سخت کفر ملعون ہے ایسے تمام مضامین کا پڑھنا سننا حرام ہے۔''(۱۰)

(۷) ہاروت و ماروت دو فرشتے ہیں جنھوں نے شراب پی، زنا کیا، قتل کیا تو اللہ تعالیٰ نے انھیں سزا کے طور پر بابل کے کنویں میں اوندھے منہ لٹکا دیا وغیرہ۔

امام اہلِ سنّت مجدد دین وملت اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں: ''قصّہ ہاروت و ماروت جس طرح عوام میں شائع ہے ائمہ کرام کو اس پر سخت انکارِ شدید ہے جس کی تفصیل شفا شریف

اور اس کی شروح میں ہے۔ یہاں تک کہ امام اجل قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: **ھٰذا الاخبار من کتب الیھود و افترائھم** یعنی یہ خبریں یہودیوں کی کتابوں اور ان کے افتراؤں میں سے ہے۔ (۱۱)

(۸) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ داستان امیر حمزہ میں جو عمر و عیار کا ذکر ہے یہ عمرو کون ہیں اور ان کی نسبت اُس الفاظ کا اطلاق کیسا ہے؟

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: ''سیّدنا عمرو بن امیّہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اجلۂ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے ہیں۔ فیضی بے فیض نے جب داستانِ امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھڑا اور اس میں جہاں صدہا کارِ ناشائستہ و اطوارِ ناشائستہ مثلاً مہر نگار دختر نوشیرواں پر فریفتہ ہو کر راتوں کو اس کے محفل پر کمندیں ڈال کر جانا اور معاذ اللہ صحبتیں گرم رکھنا، عمّ مکرم حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسد اللہ و اسد رسول سیدنا حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف نسبت کی، یوں ہی ہزار ہا شہد پن اور مسخرگی کے بے ہودہ جتن ان صحابی جلیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب منسوب کر دیے اور انھیں معاذ اللہ عیار، زود و طرار کے لقب دے کر بحیلہ داستان جاہل، بے چارے تبرائی بنائے، یہ اُس مردک کی ناپاک بے باکی اور بے باک ناپاکی اور خدا و رسول پر سخت جرأت تھی۔ مسلمانوں کو ان شیطانی قصّوں خصوصاً ان ناپاک لفظوں سے احتراز لازم ہے۔ **واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم**۔ (۱۲)

(۹) حضرت شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مردے کے سامنے فرمایا: **قم باذنی**۔ یہ سنتے ہی مردہ زندہ ہو گیا وغیرہ۔

اعلیٰ حضرت نے اس روایت کے بارے میں فرمایا: ''حضرت شمس تبریز قدس سرہٗ سے یہ کلمہ ثابت نہیں۔'' (۱۳)

(۱۰) حضرت سید شاہ عبد الرزاق ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہے کہ دس محرم کو ایک تعزیہ کے ساتھ ہو لیے، جو جُلاہوں کا تھا اور مصنوعی کربلا میں دفن ہونے کے لیے جاتے تھے۔ آپ کی وجہ سے اور خادم و مریدین بھی ساتھ ہوئے۔ کربلا تک ساتھ رہے۔ مریدین نے پوچھا تو فرمایا کہ مجھے تعزیہ سے کیا مطلب، میں تو امام عالی مقام کو دیکھ کر ساتھ ہو لیا تھا۔

انھیں بزرگ کا واقعہ ہے کہ ایک دن عاشورہ کو مسجد میں بیٹھے وضو کر رہے تھے، ٹوپی مبارک

فصیل پر رکھی تھی کہ یکایک اسی طرح سر برہنہ نیچے تشریف لے آئے اور ایک تعزیہ کے ساتھ ہو لیے۔ لوگوں نے دریافت کیا تو فرمایا کہ حضرت سیدۃ النساء تشریف فرما تھیں۔

اِن دونوں روایتوں کے بارے میں اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''دونوں حکایتیں محض غلط و بے اصل ہیں۔ تعزیہ داروں کو نہ کوئی دلیل شرعی ملتی ہے نہ کسی معتمد کا قول۔ مجبوراً حکایات بناتے ہیں۔ اسی ساخت کی حکایت کوئی شاہ عبد العزیز صاحب سے نقل کرتا ہے، کوئی مولانا شاہ عبد المجید صاحب سے، کوئی حضرت مولانا فضل رسول صاحب سے، کوئی مولوی فضل الرحمٰن صاحب سے، کوئی میرے حضرت جدِ امجد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم سے اور سب باطل و مصنوع ہیں۔ (۱۴)

(۱۱) حضرت حسین ابن منصور رحمۃ اللہ علیہ کا "انا الحق" کہنا اور انھیں اس بنا پر سولی کا دیا جانا اس روایت کے بارے میں اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت فرماتے ہیں:

''ان کی بہن اکابر اولیائے کرام سے تھیں۔ ہر روز اخیر شب جنگل میں تشریف لے جاتیں، عبادتِ الٰہی میں مشغول ہوتیں۔ ایک روز حضرت حسین ابن منصور کی آنکھ کھلی اور بہن کو نہ پایا، شیطان نے شبہ ڈالا، دوسرے دن قصداً جاگتے رہے۔ جب وہ اپنے معمول پر اُٹھ کر باہر چلیں، یہ آہستہ اُٹھ کر پیچھے ہو لیے۔ وہ جنگل پہنچی، عبادت میں مشغول ہو گئیں۔ یہ پیڑوں کے پیچھے چھپے دیکھتے رہے۔ قریب صبح انھوں نے دیکھا آسماں سے سونے کی زنجیر میں یاقوت کا جام اُترا اور ان کی بہن کے دہن کے پاس آ گیا۔ انھوں نے پینا شروع کیا اور یہ بے چین ہوئے۔ چلّا کر کہا: بہن! تمھیں خدا کی قسم! تھوڑا میرے لیے چھوڑ دو۔ انھوں نے صرف ایک جُرعہ ان کے لیے چھوڑا، جس کے پیتے ہی ان کو ہر شجر و حجر، در و دیوار سے آواز آنے لگی کون اس کا زیادہ احق ہے کہ ہماری راہ میں قتل کیا جائے؟ یہ اس کا جواب دیتے ہوئے **انا الاحق** بے شک میں احق ہوں۔ لوگوں نے کچھ سُنا اور جو منظور تھا واقع ہوا۔'' (۱۵)

(۱۲) صفر کے آخری چہار شنبہ کے متعلق عوام میں مشہور ہے کہ اس روز حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مرض سے صحت پائی تھی، بنا بر اس کے اس روز کھانا و شیرنی وغیرہ تقسیم کرتے ہیں اور جنگل کی سیر کو جاتے ہیں۔ **علیٰ ھذا القیاس** مختلف جگہوں میں مختلف معاملات ہیں۔ کہیں اس روز کو نجس و نامبارک جان کر گھر کے پرانے برتن توڑ ڈالتے ہیں اور تعویذ و چھلّہ چاندی کے اس روز کی

صحت بخشیِ جناب رسول اللہ ﷺ میں مریضوں کو استعمال کراتے ہیں۔ اصل اس کی شرع میں ثابت ہے کہ نہیں؟

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: ''آخری چہار شنبہ کی کوئی اصل نہیں، نہ اس دن صحت یابی حضور ﷺ کا کوئی ثبوت بلکہ مرضِ اقدس جس میں وفات مبارک ہوئی اس کی ابتدا اسی دن سے بتائی جاتی ہے اور ایک حدیثِ مرفوع میں آیا آخر اربعاء من الشھر یوم نحس مستمر ۔ اور مروی ہوا ابتلائے سیدنا ایوب علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام اسی دن تھی اور اسے نجس سمجھ کر مٹی کے برتن توڑ دینا گناہ و اضاعتِ مال ہے، بہرحال یہ سب باتیں بے اصل و بے معنی ہیں۔(۱۶)

(۱۳) بعض لوگ پیرانِ پیر کا پیوند دیتے ہیں۔ کیفیت اس کی اس طرح ہے کہ جب لڑکا پیدا ہوتا ہے تو اس کا نام پیوندی رکھتے ہیں اور جب سال کا ہو اس کے گلے میں ہنسلی ڈال دیتے ہیں اور اس طرح دوسرے برس ۱۴ر یا ۱۵ر سال جب وہ لڑکا اس عمر تک پہنچ جائے وہ ہنسلیاں اور لڑکے کی قیمت کروا کے اس کا دسواں حصہ جناب پیرانِ پیر کے نام سے دیتے ہیں اور اعتقاد یہ ہوتا ہے کہ ایسا کرنے سے لڑکا جیتا رہتا ہے۔

اعلیٰ حضرت نے جواب میں ارشاد فرمایا: ''دسوندی نام کفّار ہنود سے ماخوذ ہے اور مسلمانوں کو ممانعت ہے کہ کافروں کے نام رکھے اور لڑکے کو ہنسلی وغیرہ زیور پہنانا حرام ہے اور لڑکے کی قیمت کرنی جہالت ہے اور یہ اعتقاد کہ ایسا کرنے سے لڑکا جیتا ہے، اگر اس معنی پر سمجھتے ہیں کہ یوں کریں گے تو جیے گا ورنہ مرجائے گا، توسخت جہل بے بہود، اعتقاد مردود، مشابہ خرافات ہنود وغیرہم کفار عنود ہے۔(۱۷)

(۱۴) بعض جہلا ڈورے کیا کرتے ہیں اور حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ خاتونِ جنت ہر کسی گھر ماہ ساون بھادوں میں جایا کرتی اور ایک ایک ڈورا اُن کے کان میں باندھ کر یہ کہا کرتیں کہ پوریاں پکا کر فاتحہ دلا کر لانا۔ اس کی کچھ سند ہے یا واہیات ہے؟

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: ''یہ ڈوروں کی رسم محض بے اصل و مردود ہے اور حضرت خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کی طرف اس کی نسبت محض جھوٹ بُرا افترا ہے۔(۱۸)

(۱۵) اکثر لوگ ۳، ۱۳، ۲۳ یا ۸، ۱۸، ۲۸ر وغیرہ تواریخ اور پنج شنبہ و یک شنبہ و چہار

شنبہ وغیرہ ایام کو شادی وغیرہ نہیں کرتے، اعتقاد یہ ہے کہ سخت نقصان پہنچے گا، ان کا کیا حکم ہے؟

امام اہلِ سنّت نے فرمایا: ''یہ سب باطل و بے اصل ہے۔'' (۱۹)

(۱۶) ایک واعظ نے جلسۂ عام میں منبر پر بیٹھ کر یہ کہا کہ آج میں ایک ایسی بات بیان کرتا ہوں جو آج تک حاضرین جلسہ نے نہ سُنی ہو، کیوں کہ کسی عالم اور کسی فقیر نے آج تک بیان نہیں کیا۔ وہ بات یہ ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دولت خانہ پر تشریف لائے، آپ کی سوئی گر گئی تھی، وہاں اندھیرا تھا۔ اس کو وہ تلاش کر رہی تھیں، تاریکی کی وجہ سے نہ ملتی تھی۔ حضور نے تبسم فرمایا، دندانِ اقدس کی روشنی سے وہ سوئی مل گئی۔ حضور نے خیال فرمایا کہ میرے دانت ایسے روشن ہیں کہ آج تک کسی کے ایسے نہ ہوئے۔ اس تکبّر کی وجہ سے حضور کا دندانِ اقدس جنگِ اُحد میں شہید ہو گیا۔

(۱۷) حضور اکرم ﷺ رات رات بھر کھڑے ہو کر عبادت کرتے تھے۔ اس وجہ سے پاؤں پر وَرم آ گیا۔ کسی صاحب نے یہ عرض کیا کہ حضور پتھر آگ میں گرم کر کے سینکیں۔ حضور نے جس وقت پتھر آگ میں ڈالا، اُس نے اللہ تعالیٰ سے فریاد کی۔ حکم ہوا کہ ہم اس کا بدلہ تجھ کو دیں گے۔ ان الفاظ سے توہین ہوئی یا نہیں اور ہوتی ہے تو کس حد تک؟

یہ دونوں روایتیں صحیح ہیں یا غلط؟ اس کے بیان کرنے والے کے لیے کیا حکم ہے اور سامعین پر اس کا گناہ ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو وہ کس طرح اس گناہ سے بَری ہوں؟

امام اہلِ سنّت مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت محدث بریلوی نے مستفتی کو ان دونوں روایات پر جو تحریر فرمایا، وہ قارئین کی نذر ہے:

''پہلی روایت کہ تبسّم فرمانے سے سوئی مل گئی۔ یہاں تک ٹھیک ہے۔ اس کے بعد جو اس بیان کرنے والے نے بڑھایا وہ صریح کذب و افترا ہے، اور اس کے ساتھ جو اُس نے حضور اقدس ﷺ کی نسبت معاذ اللہ تکبّر کا لفظ کہا، وہ صریح کفر ہے۔ وہ ایمان سے نکل گیا اور اس کی عورت نکاح سے نکل گئی۔ جیسے مجمع میں اس نے وہ ناپاک ملعون لفظ کیا، اسے حکم ہے کہ ویسے ہی مجمع میں توبہ کرے اور اسلام لائے۔ اگر نئے سرے سے مسلمان نہ ہو تو مسلمانوں کو اس سے سلام و کلام حرام، اس کے پاس بیٹھنا حرام، اس کی شادی غمی میں شریک ہونا حرام، بیمار پڑے تو اُسے پوچھنے جانا حرام،

مرجائے تو اس کے جنازے پر جانا حرام، اسے غسل وکفن دینا حرام، اس کے جنازے کی نماز حرام، اسے مسلمانوں کے مقابر میں دفن کرنا حرام، مرنے کے بعد اسے کچھ ثواب پہنچانا حرام، بلکہ اس کے کفر پر مطلع ہوکر جو کوئی اس کے ساتھ مسلمانوں کا سا کوئی معاملہ کرے گا اور اسے مسلمان جانے گا بلکہ اس کے کفر میں شک کرے گا وہ خود کافر ہوجائے گا۔

اور وہ جو دوسری روایت پتھر کی اس نے بیان کی وہ بھی محض جھوٹ اور اس کا افترا ہے اور اگر توبہ نہ کرے تو وہ روایت اس پر جہنم کے پتھر برسائے گی۔ وہ لوگ جو ایسے کو بیان کرنے کے لیے بٹھاتے ہیں، اور اس کا بیان سنتے ہیں، سب سخت گنہ گار ہیں، اور اگر اس پہلی روایت کو سُن کر پسند کیا تو وہ پسند کرنے والے سب اُس کی مثل کافر ہوگئے اور ان کی عورتیں نکاح سے نکل گئیں، اُن پر توبہ فرض ہے اور ہدایت اللہ کے ہاتھ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔'' (۲۰)

(۱۸) یہاں ایک مولوی صاحب نے اثنائے وعظ فرمایا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی لاش مبارک شہادت کے کئی روز نہایت ناگفتہ بہ حالت میں رہی اور آپ کی ایک ٹانگ (نعوذ باللہ) کتوں نے چبا ڈالی۔ مولوی صاحب اور ان کے مقلدین اس واقعہ کو تاریخی واقعہ بتاتے ہیں۔

امام اہلِ سنّت نے بڑا مدلل، وسیع و جامع جواب عنایت فرمایا، جس کا ایک اقتباس حاضرِ خدمت ہے: ''تمام مشہور روایات سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی لاش کا تین دن تک پڑے رہنے کا واقعہ محض اِفترا اور جھوٹ ہے اور تمام کتب تاریخ میں اس کی تکذیب موجود ہے، کیوں کہ تمام مؤرخین کا اتفاق ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت ۱۸ر ذی الحجہ بروز جمعۃ المبارک بعد نمازِ عصر ہوئی اور بلاشبہ ہفتے کی رات بقیع شریف میں تدفین ہوئی۔'' (۲۱)

(۱۹) وہ شخص زیارتِ حضور سرورِ کائنات ﷺ سے مشرف نہ ہوگا جو حُقّہ پیتا ہے، اگرچہ درود شریف بکثرت پڑھتا ہو اور کیا اس کا تحفہ حضور قبول نہ فرمائیں گے؟

اِس روایت پر امام اہلِ سنّت اپنے فتاویٰ میں تحریر فرماتے ہیں: ''دم لگانا جس سے ہوش و حواس میں فرق آجاتا ہے، حرام ہے اور سادہ حُقّہ ہرگز حرام نہیں۔ نہ اس کا پینا کسی طرح کا گناہ ہے۔ ہاں اگر بُو رکھتا ہے تو خلافِ اولیٰ ہے، جیسے کچی پیاز کھانا اور یہ جاہلانہ خیالات کہ حُقّہ پینے والا زیارتِ اقدس حضور پُرنور رحمۃ للعالمین ﷺ سے معاذ اللہ محروم ہے یا حضور رحمتِ عالم ﷺ

معاذ اللہ اس کا تحفۂ درود شریف قبول نہ فرمائیں گے، یہ سب دروغ بے فروغ اور حضور سید عالم ﷺ پر اِفترا ہے۔ بہت بندگانِ خدا حُقّہ پینے والے خواب میں زیارتِ جمالِ جہاں آرائے حضور اقدس ﷺ سے بارہا مشرّف ہوئے اور حضور رؤف و رحیم ﷺ نے غایت کرم و مہربانی کے کلمات ارشاد فرمائے۔'' (۲۲)

(۲۰) بیان کیا جاتا ہے کہ شبِ معراج حضور انور ﷺ کو آپ کے والدین رضی اللہ عنہما کا عذاب دکھایا گیا اور ارشادِ باری ہوا کہ اے حبیب! یا ماں باپ کو بخشوا لے یا اُمت کو؟ آپ نے ماں باپ کو چھوڑا، اُمت اختیار کی۔ صحیح ہے یا نہیں؟

مجددِ اعظم امام اہلِ سنّت اس روایت کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

''محض جھوٹ، افترا اور کذب و بہتان ہے۔ اللہ و رسول پر افترا کرنے والے فلاح نہیں پاتے۔ جل وعلیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**۔'' (۲۳)

(۲۱) حضرت قاسم کی شادی کا میدانِ کربلا میں ہونا جس بنا پر مہندی نکالی جاتی ہے، اہلِ سنّت کے نزدیک ثابت ہے یا نہیں؟ درصورت عدم ثبوت اس واقعہ میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی کی نسبت حضرت قاسم کی طرف کرنا خاندانِ نبوت کے ساتھ بے ادبی ہے یا نہیں؟

اعلیٰ حضرت نے تحریر فرمایا: ''نہ یہ شادی ثابت نہ یہ مہندی سوا اختراع اختراعی کے کوئی چیز نہ یہ غلط بیانی حد خاص توہین تک بالغ۔'' (۲۴)

(۲۲) ایک شخص نے بیان کیا کہ حضرت (علی) کرم اللہ وجہہ نے آنحضرت ﷺ کے وقت میں شراب پی اور حالتِ نشہ میں نماز میں سورہ غلط پڑھی اور یہ بھی بیان کیا کہ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حالتِ نشہ میں ایک اونٹنی بلا ذبیحہ کا دل اور جگر کھایا۔

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت اس روایت کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں: ''امیر المؤمنین سیدنا مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی نسبت امر مذکور کا بیان کرنے والا اگر اس سے شانِ اقدس مرتضوی پر لعن چاہتا ہے تو خارجی ناصبی مردود جہنمی، ورنہ بلا ضرورتِ شرعیہ عوام کو پریشان کرنے والا سفیہ احمق، بدعقل، بے ادب ہے۔ یہی حال سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کا ہے، بلکہ اس میں قائل نے جھوٹ ملایا ہے، اسے توبہ لازم ہے۔ **لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم**۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔"(۲۵)

(۲۳) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ مولیٰ علی نے لال کافر کو مارا اور وہ بھاگا اور ہنوز زندہ ہے۔ آیا اس کی خبر حدیث سے ہے اور کب تک زندہ رہے گا اور پھر ایمان لائے یا نہیں؟

امام اہلِ سنّت نے اس روایت کے بارے میں فرمایا:

''یہ بے اصل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔'' (۲۶)

(۲۴) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے آج یہ بیان کیا کہ ایک نام کے دو آدمی ہوں تو ایسا ہوجاتا ہے کہ بجائے اُس کے کہ جس کی قضا آئی ہو، دوسرے آدمی کی روح قبض کرلیتے ہیں فرشتے اور یہ بھی بیان کیا کہ یہ وقوعہ میرے روبرو کا ہے کہ ایک جان قبض کرلی گئی اور چند منٹوں کے بعد وہ زندہ ہوگیا اور اُس نام کا اُس محلّے کے قریب ایک شخص تھا، وہ مرگیا۔ جو شخص اوّل مرگیا تھا جب اُس سے حال دریافت کیا تو اُس نے بہت کچھ قصّہ بیان کیا۔ اس کے بارے میں کیا حکم صادر فرماتے ہیں؟

امام اہلِ سنّت جواب ارشاد فرماتے ہیں:

''یہ محض غلط ہے۔ اللہ کے فرشتے اُس کے حکم میں غلطی نہیں کرتے۔ قال اللہ تعالیٰ **ویفعلون ما یؤمرون**۔ فرشتے وہ کرتے ہیں جو انھیں حکم ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔'' (۲۷)

(۲۵) بعض لوگ کہتے ہیں کہ فلاں درخت پر شہید مرد ہیں اور فلانے طاق میں شہید مرد رہتے ہیں اور اس درخت اور طاق کے پاس جاکر ہر جمعرات کو فاتحہ شیرنی اور چاول وغیرہ پر دلاتے ہیں، ہار لٹکاتے ہیں، لوبان سلگاتے ہیں اور ایسا دستور اس شہر میں بہت جگہ واقع ہے۔ کیا شہید مرد ان درختوں اور طاقوں میں رہتے ہیں اور یہ اشخاص حق پر ہیں یا باطل پر۔

جواب میں اعلیٰ حضرت ارشاد فرماتے ہیں:

''یہ سب واہیات و خرافات اور جاہلانہ حماقت و بطالات ہیں، ان کا ازالہ لازم۔ (۲۸)

(۲۶) پیرانِ پیر رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے بعض جگہ مزار بنالیا گیا ہے۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ ان کے مزار کی اینٹ دفن ہے۔ اس مزار میں ایسی جگہ جاکر عرس کرنا، چادر چڑھانا کیسا ہے؟ وہ

قابلِ تعظیم ہے یا نہیں؟

امام اہلِ سنّت نے جواب میں تحریر فرمایا:

''جھوٹا مزار بنانا اور اس کی تعظیم جائز نہیں۔ واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم۔ (۲۹)

احقر نے اختصار کے ساتھ چند غیر مستند و باطل روایات کے ضمن میں اعلیٰ حضرت کے افادات و کاوشات کا تذکرہ کیا۔ امام اہلِ سنّت کی تصانیف کا اگر بہ نظر غائر مطالعہ کیا جائے تو اور کئی روایتوں کی نشان دہی کی جاسکتی ہے۔ تفصیل کے لیے ''امام احمد رضا اور ردِ بدعات و منکرات'' از مولانا یٰسین اختر مصباحی اور ''امام احمد رضا اور ان کی تعلیمات'' از مولانا محمد عبدالمبین نعمانی کا مطالعہ کریں۔

حوالہ جات:

(۱) مسلم شریف، جلد ۱، ص ۳۷

(۲) فتاویٰ رضویہ، مترجم، جلد ۲۳، ص ۲۷۷

(۳) فتاویٰ رضویہ، مترجم، جلد ۲۳، ص ۲۲۷

(۴) فتاویٰ رضویہ، مترجم، جلد ۲۳، ص ۳۴۷

(۵) الملفوظ، حصّہ دوم، ص ۹۲

(۶) فتاویٰ رضویہ، معریٰ، جلد ۱۲، ص ۱۹۹

(۷) احکامِ شریعت، حصّہ دوم، ص ۱۴۵

(۸) فتاویٰ رضویہ، مترجم، جلد ۱۴، ص ۳۰۸

(۹) الملفوظ، حصّہ دوم، ص ۹۲

(۱۰) فتاویٰ رضویہ، معریٰ، جلد ششم، ص ۳۲۹

(۱۱) فتاویٰ رضویہ، معریٰ، جلد ۱۲، ص ۳

(۱۲) احکامِ شریعت، حصّہ سوم، ص ۳۲۲

(۱۳) فتاویٰ رضویہ، معریٰ، جلد ۱۲، ص ۱۹۶

(۱۴) فتاویٰ رضویہ، مترجم، جلد ۲۴، ص ۴۹۷

(۱۵) فتاویٰ رضویہ، معریٰ، جلد ۱۲، ص ۱۹۷

(۱۶) احکامِ شریعت، حصّہ دوم، ص ۱۸۳

(۱۷) فتاویٰ رضویہ، مترجم، جلد ۲۳، ص ۲۶۰

(۱۸) فتاویٰ رضویہ، مترجم، جلد ۲۳، ص ۲۷۱

(۱۹) فتاویٰ رضویہ، مترجم، جلد ۲۳، ص ۲۷۲

(۲۰) فتاویٰ رضویہ، مترجم، جلد ۱۴، ص ۶۴۶ ـ ۶۴۷

(۲۱) فتاویٰ رضویہ مترجم، جلد ۱۴، ص ۳۱۶ ـ ۳۱۷

(۲۲) فتاویٰ رضویہ، مترجم، جلد ۲۵، صفحہ ۱۰۴

(۲۳) احکامِ شریعت، حصّہ دوم، ص ۱۴۸

(۲۴) فتاویٰ رضویہ، مترجم، جلد ۲۴، صفحہ ۵۰۰

(۲۵) فتاویٰ رضویہ، معریٰ، جلد ۱۰، ص ۸۴

(۲۶) احکامِ شریعت، حصّہ دوم، ص ۱۵۸

(۲۷) فتاویٰ رضویہ، مترجم، جلد ۹، ص ۶۵۹

(۲۸) احکامِ شریعت، حصّہ اوّل، ص ۴۶

(۲۹) فتاویٰ رضویہ، مترجم، جلد ۹، ص ۴۲۶

☆☆☆

یادوں کے چراغ

مولانا محمد عبدالمبین نعمانی قادری

دارالعلوم قادریہ، چریا کوٹ، ضلع مئو

شہزادۂ اعلیٰ حضرت تاجدارِ اہلِ سنت، مفتی اعظم ہند حضرت علامہ شاہ محمد مصطفیٰ رضا خاں نوری بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان چودھویں صدی کی ان عبقری شخصیتوں میں سے ایک ہیں، زمانہ جن کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ زہد و ورع کے پیکر تھے اور فقہ وفتویٰ کے بادشاہ۔ علمِ شریعت وطریقت کے سنگم تھے اور مردِ حق آگاہ، ان کی ولادت کی گواہی علما وصلحا نے بھی دی اور صوفیہ واتقیا نے بھی، کرامتیں ان سے اس کثرت سے صادر ہوئیں کہ ان کے عہد میں نہ کسی نے کسی کو ایسا دیکھا نہ سنا، اصلاح وارشاد کے میدان میں تو آپ ایسے منفرد تھے کہ ماضی قریب میں بھی دور دور تک اس کی مثال ملنی مشکل ہے۔ اظہارِ حق اور اصلاحِ حال کے سلسلے میں آپ نہایت درجہ بے باک اور بے خوف تھے۔ نہ لومتِ لائم کی پروا کرتے نہ ہی کسی کے دنیاوی شان ومنصب سے خوف زدہ ہوتے۔ ضرورت ہے کہ آپ کو جن لوگوں نے دیکھا، پرکھا، آپ سے استفادہ کیا، وہ دوسروں کو بھی آپ کے رُخِ حیات کے جلوؤں سے ہم کنار کریں۔ آپ کی سچی سچی اور میٹھی میٹھی باتوں سے آنے والی نسلوں کو بھی آگاہ کریں، ان کی خلوتوں اور جلوتوں کی یادوں کے چراغ سر راہ جلائیں تاکہ تاریک دل جگمگائیں اور بھٹکے ہوئے راہ پائیں۔

جمہور علماے اہلِ سنت و جماعت کا کہنا ہے کہ سرکار مفتی اعظم علیہ الرحمۃ اللہ کے ولی ہیں، ولایت کا معیار کیا ہے، اس سلسلے میں مرشد مفتی اعظم، حضرت شاہ ابوالحسین احمد نوری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

> ”صرف خرقِ عادت سے اولیاء اللہ کی شناخت کرنا صحیح نہیں ہے، کیوں کہ یہ تو ولی اور غیر ولی میں مشترک ہے، یہاں تک کہ کافر اور جادوگر میں بھی۔ ولی اور

غیروں کے پہچاننے کا طریقہ یہ ہے کہ دل کی سلامتی اور عقل کی درستی کے ساتھ صحبت اختیار کرے۔ اب اگر یہ دیکھے کہ اس کی صحبت سے خدا یاد آتا ہے اور خدا کی محبت زیادہ ہوتی ہے تو جان لے کہ یہ ولی ہے۔ اگر اس کے خلاف ظاہر ہو یعنی دنیا یاد آئے اور دنیا کی محبت غالب ہو تو سمجھ لے کہ ولی نہیں ہے، اس لیے کہ القلب مرأة القلب جو کچھ اس کے دل میں ہوگا، اسی کا عکس دکھائی دے گا اور دوسری صورت نجاست کی گواہ ہے،.... عین المعانی میں ہے کہ اولیا وہ جماعت ہیں کہ ان سے مل کر اللہ کی یاد آتی ہے۔''

(سراج العوارف، مترجم ڈاکٹر سید محمد امین میاں، ص:۶۹، ممبئ)

اس معیار پر جب ہم مرشد برحق سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کی زندگیِ پاک کا مطالعہ کرتے ہیں تو آپ کی ولایت نکھر کر سامنے آجاتی ہے، کیوں کہ جن لوگوں نے بھی آپ کی صحبتِ بابرکت کا لطف اٹھایا ہے وہ اس بات کے گواہ ہیں کہ آپ کی صحبت میں خدا ہی یاد آتا تھا۔ بڑے بڑے مال داروں، دنیا داروں کو دیکھا گیا کہ آپ کی بارگاہ میں آتے تو سب کچھ بھول جاتے اور سراپا عجز وانکسار بن کر زیارت سے مشرف وبامراد ہوتے اور یادِ الٰہی میں کھو جاتے، خود ناچیز راقم الحروف نعمانی قادری جب بھی حاضرِ بارگاہ ہوا اپنی کیفیت بدلی ہوئی پائی۔ وہاں یادِ خدا کے سوا کچھ اور یاد نہ آیا۔ حتیٰ کہ کھانے اور سونے کی فکر بھی بہت کم ہوا کرتی، بلکہ بسا اوقات تو نہ بھوک لگتی نہ کھانا یاد آتا۔ چہرۂ پاک میں کشش اس درجہ تھی کہ گھنٹوں اور پہروں بیٹھنے والا بھی ٹکٹکی باندھے صرف دیکھا کرتا اور اس کا جی نہیں بھرتا، سیری نہیں ہوتی۔ واقعی ؎

خدا کی قسم وہ خدا کا ولی ہے　　　جسے دیکھ کر کے خدا یاد آئے

کے سچے مصداق تھے۔ آپ کی خاموشی ہزار تقریروں پر بھاری تھی، آپ کی زندگی کا لمحہ لمحہ تبلیغ دین و ہدایتِ مسلمیں سے عبارت تھا۔

چادر کے پیسے :

۱۳/ ربیع الاول شریف ۱۳۹۴ھ کا واقعہ ہے، صبح کے وقت جب رازؔ الٰہ آبادی صاحب (مرحوم) جو ایک مشہور شاعر اور حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ سے بیعت تھے اور غایت درجہ عقیدت

رکھتے تھے، خدمتِ اقدس میں آئے اور کچھ روپے پیش کر کے عرض گزار ہوئے کہ یہ چادر شریف کا بچا ہوا روپیہ ہے جو ہر سال ہم لوگ مزارِ اعلیٰ حضرت پر پیش کرتے ہیں، تو سرکار مفتی اعظم قدس سرہ نے ارشاد فرمایا:

''میں کیوں لوں؟ جن لوگوں نے دیا ہے انھیں ہی واپس کر دیجیے۔''

راز صاحب نے مزید اصرار کرتے ہوئے عرض کیا، حضور قبول فرمالیں، ان لوگوں نے کہا ہے کہ اس کو مزار شریف پر صرف کر دیا جائے۔ اس پر بھی حضور مفتی اعظم نے قبول نہ فرمایا اور ارشاد فرمایا: میں تو چادروں کا یہ انداز پسند بھی نہیں کرتا، چادرِ مزار کا مقصد ہے لوگوں کی نظروں میں امتیاز پیدا کرنا کہ یہ کسی ولی یا بزرگ کا مزار ہے تاکہ زائرین فاتحہ پڑھیں اور دوسرا مقصد یہ ہے کہ اس مزار پر جو خادم ہو اس کی اس سے امداد کی جائے کہ جب کوئی دوسری چادر پڑے تو وہ پہلی اتار کر اس کو کام میں لائے۔ آج کل حال یہ ہے کہ دس ہزار روپے کی چادر اجمیر شریف جا رہی ہے تو دس ہزار کی بغداد شریف، اور مقصد چادر ڈالنے والوں کا یہ ہوتا ہے کہ (یہ نمائش کے لیے) ہمیشہ مزار پر پڑی رہے۔ اس ارشاد سے حضور مفتی اعظم قدس سرہ کا چادر مزارات سے متعلق معتدل موقف سامنے آتا ہے اور ان کا تقویٰ بھی ظاہر ہے کہ چادر سے بچی ہوئی رقم قبول کرنے سے انکار فرمادیا۔

تعظیم سادات :

۲/ یا ۳/ اپریل ۱۹۷۴ء کا واقعہ ہے، (جب حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ مدرسہ دار القرآن، ذاکر نگر، جمشید پور کے جلسے میں تشریف لے گئے تھے) کہ مولانا غلام آسی علیہ الرحمۃ کا ایک مرید سرکار مفتی اعظم کا پاؤں دبانے لگا۔ حضور نے پوچھا یہ کون صاحب ہیں؟ مولانا غلام آسی صاحب نے عرض کیا، حضور یہ میرے مریدوں میں ہیں، ان کا نام ہے سید......صاحب۔ یہ سنتے ہی کہ یہ صاحب سادات کرام سے ہیں استغفر اللہ پڑھتے ہوئے ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور پھر پاؤں دابنے سے روک دیا، ہرچند وہ اصرار کرتے رہے، لیکن حضرت نے پھر انھیں خدمت کا موقع نہ دیا، یہی نہیں بلکہ ان کے ہاتھ کو بوسہ بھی دیا۔

تقویٰ کی ایک مثال :

۱۵/ ربیع الاول شریف ۱۳۹۴ھ کو ہوڑہ تکیہ پاڑہ میں ہونے والی سرکارِ مدینہ کانفرنس میں

شرکت کے لیے سرکار مفتی اعظم علیہ الرحمۃ بریلی شریف سے بذریعہ پنجاب میل ٹرین تشریف لے جا رہے تھے، حضور کے ہم راہیوں میں مولانا مفتی ریاض احمد سیوانی اور جناب حاجی محمد فاروق صاحب بنارسی، جو حضرت کے خاص خادم و مرید اور خلیفہ ہیں اور راقم الحروف نعمانی قادری تھے۔ لکھنؤ اسٹیشن پر جب ٹرین رُکی تو حضور نے کھانے کا ارادہ فرمایا، دروازے پر بیٹھ کر ہاتھ دھونے لگے، اچانک پیچھے سے کرتے کا دامن گر گیا اور اس میں کچھ کیچڑ لگ گئی جس کی مقدار مشکل سے چوتھائی درہم تھی، میں نے دیکھتے ہی فوراً پیچھے سے دامن اُٹھالیا۔ جب اس کا احساس ہوا تو **استغفر اللہ** اور **لا حول ولا قوۃ الا باللہ** پڑھنے لگے، اس پر دیگر حضرات نے عرض کیا، حضور کرتا پہنے رہیں، ہم لوگ ابھی دھو دیتے ہیں، لیکن حضور نے ناراضی کے ساتھ فرمایا کیسے دھوؤ گے؟ پھر کرتا اُتار کر دیا اور دریافت فرمایا، کیسے دھلو گے؟ مفتی ریاض احمد صاحب نے عرض کیا، حضور نل میں پانی ہے اسی سے دھل دیتے ہیں۔ فرمایا، پہلے اس کو دھوپ میں سکھا لو اور سکھانے کے بعد جو کیچڑ لگی ہے اس کو کھرچ دو پھر دھلو۔ چناں چہ ہم لوگوں نے ایسا ہی کیا، سکھا کر دھلا گیا پھر خشک کر کے حضرت کو پہنا دیا گیا۔

اول تو کیچڑ کا نجس ہونا قطعی نہیں، دوسرے پر وہ ایک درہم سے بھی بہت کم تھا جو معاف ہے، پھر بھی اس سے پاکی کا اس قدر اہتمام اور وہ بھی سفر میں، یہ سرکار مفتی اعظم ہی جیسے صاحبِ تقویٰ کا کام ہے۔

دوسری بات یہ بھی قابلِ توجہ ہے کہ اس کیچڑ کو فوراً دھل کر تین بار نچوڑ دیا جاتا تب بھی تطہیر کا عمل پورا ہو جاتا، مگر پہلے خشک کر کے کیچڑ کے جرم کو کھرچ کر دور کرنے کا حکم دیا پھر دھلنے کو کہا تا کہ پانی پڑنے کے بعد کیچڑ کپڑے پر پھیلنے نہ پائے، ہاں کھرچنے کے بعد جو ذرے باقی رہ گئے ہوں گے ان کی مجبوری ہے کہ وہ بغیر پانی کے صاف ہونے والے نہیں، یہ تقویٰ کی اعلیٰ مثال ہے اور ان لوگوں کے لیے باعثِ عبرت بھی جو نجس کپڑوں کی پاکی میں سستی برتتے ہیں۔

داڑھی رکھ کر منڈوانے والے :

جناب فراز الدین صاحب نارگُل ڈانگہ کلکتہ بیان کرتے ہیں، ایک شخص نے عرض کیا:

اس شخص کا کیا حکم ہے جو داڑھی رکھ کر منڈوادے؟

مفتی اعظم نے اس کا جواب یوں ارشاد فرمایا، داڑھی کا منڈوانا اور مسجد کا ڈھادینا برابر

ہے۔

سائل نے عرض کیا، حضور ایسا کیوں؟

ارشاد فرمایا، اس لیے کہ جہاں مسجدیں ہوتی ہیں اس کو دیکھ کر ہر ایک سمجھتا ہے کہ یہاں اسلام کے ماننے والے ہیں اور داڑھی کا بھی یہی حال ہے کہ جس کے چہرے پر داڑھی دیکھی جائے گی، یہ پتہ چل جائے گا کہ یہ مسلمان ہے، اسلام کا ماننے والا ہے۔

گویا داڑھی منڈوانا اسلام کے نشان کو مٹانا ہے، وہ لوگ جو صبح وشام داڑھیاں مونڈتے ہیں وہ سبق لیں کہ کیسا سنگین وشدید جرم کر رہے ہیں، اور خدا اور رسولِ خدا کی کیسی ناراضی مول لے رہے ہیں۔

تیامن کا اہتمام :

ہر چیز کو اپنے داہنے سے اختیار کرنا اور شروع کرنا سنت ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یحب التیمن فی شانہ کلہ فی طھورہ و ترجلہ و تنعلہ۔ (متفق علیہ، مشکوۃ، ص:۴۶ باب سنن الوضو)

"نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے تمام کاموں پر داہنے سے شروع کرنا پسند فرماتے تھے، وضو کرنے کنگھا کرنے اور نعلین پہننے میں بھی۔"

سرکار مفتی اعظم رضی اللہ عنہ اس حدیث پر اس سختی سے عمل فرماتے کہ اس کی مثال اس عہد میں ملنی مشکل ہے، ان کو سرمہ استعمال کرنا ہو، نعلین پہننا ہو، کوئی سامان لینا دینا ہو، کپڑا پہننا ہو، مسجد میں داخل ہونا ہو، حتیٰ کہ ٹوپی پہننا ہو تو داہنے ہاتھ ہی سے پہنتے اور اگر کوئی چیز مثلاً تعویذ وغیرہ کسی کو دینا ہوتا اور وہ اپنا بایاں ہاتھ بڑھاتا تو ہر گز نہ دیتے جب تک کہ وہ اپنا داہنا ہاتھ نہ بڑھاتا۔

کھانے کے آداب :

کھانے کے تمام مسنون طریقوں کا التزام فرماتے، حتیٰ کہ ان آداب کا بھی خیال فرماتے جن کی طرف لوگ عام طور سے توجہ نہیں دیتے۔ مثلاً:

☆ دسترخوان کے باہر ہاتھ دھلتے، دسترخوان پر نہیں دھلتے۔

☆ دسترخوان پر ساتھ کھاتے تو جب سب لوگ کھا چکتے تب دعا کر کے ہاتھ دھلتے اور

اگر اٹھنے کی ضرورت ہوتی تو کھانے والے سے اجازت لیتے۔لیکن کبھی اجازت لے کر اٹھتے ہوئے میں نے نہیں دیکھا، بلکہ اس قدر آہستہ کھانے کے باوجود تھوڑا کھاتے، سب کے ساتھ ہی ختم کی نوبت آتی۔

☆ پانی چوس کر آہستہ آہستہ پیتے، غٹ غٹ بڑے بڑے گھونٹ نہیں پیتے۔

☆ میزبان کی اجازت کے بغیر صرف شوربا نہیں کھاتے پیتے، کیوں کہ شوربا یا سالن روٹی چاول سے کھانے کے لیے ہوتا ہے، کیوں کہ مہمان کے سامنے جو کھانا آتا ہے مہمان اس کا مالک نہیں ہوتا کہ جیسے چاہے ویسے استعمال کرے بلکہ وہ بطورِ اباحت ہوتا ہے اور اباحت اسی طریقے پر ہوتی ہے، معہود ومعروف ہے۔

☆ کھانے میں سبز اشیا پسند فرماتے، مثلاً ہری مرچ دھنیا وغیرہ کی چٹنی اور ہری سبزی۔

☆ کھانا تین انگلیوں سے کھاتے۔

☆ کھانے کے بعد صاحبِ خانہ اور میزبان کو خوب دعائیں دیتے۔

☆ کوئی خلافِ شرع امر سامنے آتا تو ضرور ٹوکتے اور اس معاملے میں کسی کی رورعایت نہیں کرتے، میزبان ہو یا مہمان یا اور کوئی چاہے وہ کتنا ہی مال دار یا کتنے ہی بڑے عہدے والا ہو، دین وسنت کے معاملے میں اور خلافِ شرع بات پر ٹوکنے میں ذرہ برابر کسی کی پروا نہیں فرماتے۔

ایک بار کھانے کے بعد شربت پیش کیا گیا تو فرمایا، کھانے کے بعد میں شربت نہیں پیتا، تیزابی شکایت ہے۔مزید فرمایا: کھانے کے بعد شربت پینا بھی نہیں چاہیے۔(یعنی طبی اصول کے بھی خلاف ہے)

حاجت برآری :

۳/اپریل ۱۹۷۴ء بدھ کو ذاکر نگر، جمشید پور میں جناب الطاف حسین کے یہاں قیام فرما تھے، رات جلسے کی وجہ سے کافی تاخیر ہو چکی فجر سے قبل بہت قلیل وقت آرام کرنے کو ملا اس لیے بعد نمازِ فجر وظائف سے فارغ ہو کر آنکھوں میں سرمہ استعمال فرمایا اور سونے کا ارادہ کیا۔اتنے میں جو لوگ موجود تھے ان کو کوئی صاحب ہٹانے لگے۔اس پر حضرت نے فرمایا، ان لوگوں سے پوچھ لیں شاید ان کو کوئی حاجت ہو بتائیں، اور اسے ناپسند فرمایا کہ ان کو ہٹایا جائے۔گویا ان کی حاجت بر

آری کو اپنے آرام پر ترجیح دی، اور یہ معمول ہمیشہ ہی کا تھا کہ جملہ حاضرین کی حاجات کی تکمیل کے بعد ہی سونے اور آرام کرنے کی کوشش کرتے، ہاں خود سے لوگ خیال کرتے ہوئے اٹھ کر چلے جائیں تو دوسری بات ہے۔"ہٹو حضرت کو آرام کرنے دو"، "آپ لوگ جایئے حضرت سوئیں گے"، "آپ لوگ آرام کرنے دیں"، اس قسم کے جملوں سے ناراض ہوتے تھے کہ شاید کسی کی دل شکنی ہو جائے یا کسی کی کوئی اہم ضرورت پوری ہونے سے رہ جائے۔غرض کہ خلق کا وہ خیال فرماتے تھے کہ اس زمانے میں اس کا تصور بھی دشوار ہے۔یہ خاص اولیاء اللہ کی شان ہے اور اخلاق کی نہایت اعلیٰ مثال بھی۔

لڑکی کے بال کاٹنے پر تنبیہ:

جمشید پور ہی میں ایک صاحب کے یہاں حضرت تھوڑی دیر کے لیے از راہِ خاطر داری تشریف لے گئے، وہ بڑے صاحب حیثیت اور مال دار آدمی تھے۔ان کی ایک بچی سامنے آئی، اس کے سر کے بال آج کل کے فیشن کے حساب سے کٹے ہوئے تھے۔حضرت نے ناگواری کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا، بچیوں کا بال نہیں کاٹنا چاہیے، کیا حال ہو گیا ہے، لوگ فیشن کے پیچھے چلتے ہیں۔

بچوں کو ادب سکھانے کی تاکید :

جمشید پور ہی کا ایک واقعہ ہے ایک مسجد میں ایک صاحب نماز پڑھنے آئے، گلا کھلا ہوا، آستین چڑھی ہوئی یا لٹکی ہوئی تھی، حضرت فرمانے لگے کہ کیا ہو گیا ہے لوگوں کو، گلا کھلا رکھتے ہیں، آستین کتے کے کان کی طرح لٹکاتے ہیں (قمیص کی آستین بغیر بٹن کے جب لٹکتی ہوتی تو اکثر حضور مفتی اعظم اس کو کتے کے کان سے تشبیہ دیتے اور اس حال میں نماز مکروہ بتاتے)

اسی اثنا مولانا غلام آسی صاحب (علیہ الرحمۃ) نے عرض کیا، حضور! آج کل یہ مرض عام ہے، لوگ اس کی کچھ پروا نہیں کرتے۔تو حضرت نے فرمایا: بات اصل یہ ہے کہ پہلے بڑے بوڑھے لوگ بچوں کو ادب سکھایا کرتے تھے اور اب لونڈے جو کرتے ہیں وہ یہ بوڑھے بھی کرنے لگے ہیں،.... وہ صاحب بوڑھے تھے، جبھی حضرت نے یہ فرمایا۔

۱۱/ربیع الاول ۱۳۹۴ھ کا واقعہ ہے، بریلی شریف کے صوفی عزیز احمد صاحب مرحوم (والد ماجد جناب صوفی محمد اقبال بریلوی مرحوم) نے بیان کیا:

ایک مرتبہ ایک عورت عصر کے بعد تعویذ لینے کے لیے آئی، اسے دیکھ کر جناب رضا علی مرحوم حدیث سنانے لگے کہ جس کو اپنی آنکھیں پیاری ہوں وہ عصر کے بعد لکھنے کا کام نہ کرے، حضور مفتی اعظم نے سنا تو فرمایا جی؛ میں بھی جانتا ہوں مگر یہ اتنی دور سے آئی ہے کچھ دعا بھی تو دے گی۔

یہ واقعہ صوفی عزیز احمد صاحب نے صوفی اقبال احمد اور حاجی محمد فاروق رضوی بنارسی کے سامنے بیان کیا اور ناچیز راقم الحروف نے سن کر یاد کیا پھر نوٹ کر کے اسلامی سنی بھائیوں کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضور مفتی اعظم قدس سرہ مخلوقِ خدا کی دلداری اور حاجت براری کا کیسا خیال فرماتے تھے، نیز حاجت مندوں اور پریشان حالوں کی دعا کے طالب رہا کرتے تھے۔

بانیِ اسلام:

ایک بار کسی نے عرض کیا، حضور سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بانیِ اسلام کہنا کیسا ہے؟

ارشاد فرمایا: نہیں کہنا چاہیے۔

دراصل اسلام وہ دین ہے جو رب تعالیٰ نے اتارا اور جاری کیا۔ مخالفین اسلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بانیِ اسلام کہہ کر یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ اسلام خدائی دین نہیں ہے بلکہ انسان کا وضع کردہ ہے۔ اگرچہ بانیِ اسلام کہنے والے مسلمانوں کی مراد یہ نہیں ہوتی، مگر ایسا لفظ کیوں بولیں جس کا کفار کے نزدیک غلط معنی ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ بانیِ اسلام غیروں کا نکالا ہوا لفظ ہے، اس سے مسلمانوں کو پرہیز کرنا چاہیے۔

دودھ نہ پینے والے بچے کو تعویذ:

جمشید پور: یکم اپریل ۱۹۷۴ء کے جلسہ میں جب حضور مفتی اعظم بنارس سے تشریف لے جا رہے تھے تو ناچیز راقم الحروف بھی ہم رکاب ہو گیا، جناب الحاج محمد فاروق صاحب بھی خادمِ خاص کی حیثیت سے ہم راہ تھے۔ جناب الحاج عبد الباری صاحب نوادہ بہار والے کی کار سے حضرت جمشید پور گئے تھے۔ غالباً یہ سفر بنارس سے گیا تک ٹرین سے طے ہوا، اور گیا سے جمشید پور تک کار سے، گیا میں حضرت کا قیام جناب مسعود احمد خان صاحب ایڈوکیٹ کے وہاں تھا۔ وہاں سے نوادہ ہوتے ہوئے جمشید پور تشریف لے گئے، کسی وجہ سے جمشید پور پہنچنے میں اتنی تاخیر ہو گئی کہ یکم اپریل کا جلسہ

ملتوی ہو گیا اور دوسرے روز شب میں منعقد ہوا، جس کے بعض واقعات گزشتہ صفحات میں لکھے جا چکے ہیں، اجلاس ختم ہونے کے بعد دھنباد تک کار سے جانا ہوا پھر وہاں سے بذریعہ ٹرین بریلی شریف۔

۱۱/ربیع الاول ۱۳۹۴ھ کی تاریخ تھی اور مغرب کا وقت بالکل قریب تھا، جب سرکار مفتی اعظم کی رفاقت میں ہم لوگ بریلی شریف پہنچے۔ سرکار کے پہنچتے ہی ایک آدمی گود میں ایک چھوٹا بچہ لے کر آیا جو تقریباً چھ ماہ کا رہا ہو گا اور آتے ہی عرض کیا، حضور! یہ بچہ دودھ نہیں پیتا، ایک قطرہ بھی اگر اس کے منہ میں دودھ جاتا ہے فوراً قے کر دیتا ہے۔ اس کے لیے تعویذ درکار ہے، دواؤں سے بھی کوئی فائدہ نہیں ہوا۔

چوں کہ حضرت طویل سفر سے آئے تھے اور نمازِ مغرب کا وقت قریب تھا اور بعد عصر لکھنا پڑھنا بھی مشکل ہوتا ہے اس لیے بہت ناراض ہو کر فرمایا، آدمی کہیں معمولی سے معمولی آدمی کے پاس بھی جاتا ہے تو وقت دیکھ کر جاتا ہے؟ سوچتا ہے کہ کہاں جا رہا ہوں؟ کب جا رہا ہوں؟ اور یہاں کچھ نہیں دیکھتے بس چلے آتے ہیں۔ اور فرمایا:

''اعلیٰ حضرت عصر کے بعد سے صبح تک بچوں کو باہر نکالنے سے منع فرماتے تھے۔'' یہ کہا اور تعویذ لکھنے لگے، چند ساعت کے بعد پھر فرمایا:

''بچہ کبھی تو کسی آسیبی اثر سے دودھ نہیں پیتا، کبھی بیماری کی وجہ سے اور کبھی نظر کی وجہ سے، اور کبھی ماں کے دودھ کے خراب ہونے کی وجہ سے۔'' یہ فرمایا اور اس کو تعویذ دے کر فوراً نمازِ مغرب کے لیے مسجد روانہ ہو گئے۔

غالباً اس ارشاد کا مقصد یہ تھا کہ آدمی کو وجہ معلوم کر لینی چاہیے اور پھر اسی حساب سے دوا یا دعا کرنی کرانی چاہیے۔

یہاں میلاد شریف چندے سے نہیں ہوتا:

حضور مفتی اعظم کے دولت کدے پر ہفتے میں دو بار محفلِ میلاد شریف منعقد ہوا کرتی، اور بارہویں ربیع الاول شریف کو خاص محفل ہوتی، گیارہ ربیع الاول شریف ۱۳۹۴ھ کو جب حضرت جمشید پور سے واپس آئے تو وہ خاص محفلِ میلاد شریف کا دن تھا۔ نمازِ مغرب ادا کر کے قیام گاہ (دارالافتاء) تشریف لائے۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک صاحب حاضر ہوئے اور مصافحہ کر کے

پانچ روپے پیش کیے اور کہا، حضور! اسے میلاد شریف میں شریک فرمالیں۔ سرکار مفتی اعظم نے جلال میں فرمایا: ''یہاں میلاد شریف چندے سے نہیں ہوتا۔'' اس نے عرض کیا: ''حضور! ساجد میاں نے تو کہا ہے کہ جو شریک ہونا چاہے، شریک ہولے، کھاتا کھول دیا گیا ہے۔''

جب حضور مفتی اعظم نے یہ سنا تو بہت ناراض ہوئے اور فرمایا: ''کہاں ہیں ساجد میاں؟ بلاؤ ان کو۔'' اسی دوران فرمایا: ''شجرے پر چھپوا دیا (یعنی طباعت کے اخراجات کے لیے) جب میں بگڑا تو اس کو ختم کیا، اب میلاد شریف کا کھاتا کھول دیا ہے۔''

تھوڑی دیر کے بعد ساجد میاں حاضر ہوئے اور عرض کیا: ''حضور! کیا بات ہے؟'' فرمایا، (اس شخص کی طرف اشارہ کرکے) ''کیا کہا ہے انھوں نے؟'' کیا کہا ہے؟ اس شخص نے اپنی بات بیان کی، اس پر ساجد میاں نے عرض کیا، میں نے نہیں کہا ہے، اندر کچھ عورتوں نے روپیہ دیا تھا شرکتِ میلاد کے لیے تو میں نے اس پر کہا تھا کہ اس کا الگ کھاتا کھول دیا جائے، ...... پھر حضرت نے فرمایا: ''ان روپیوں کو عورتوں کو واپس کر دیا جائے۔'' اس پر ساجد میاں نے کہا: ''حضور! میں نے پہلے ہی ان روپیوں کو واپس کر دیا ہے، حضرت کی اجازت کے بغیر، یہ بھی حضور کی کرامت ہے۔''

پھر فرمایا: ''میلاد شریف کہیں چندے سے ہوتا ہے؟ ہمارے دادا پر دادا کے وقت سے بلکہ پر دادا کے پر دادا کے وقت سے ہوتا چلا آرہا ہے۔ پہلے تو شیرینی نہیں تقسیم ہوتی تھی، لفافے، کاغذ میں کسی میں اشرفی کسی میں روپیہ وغیرہ رکھ کر پھر سینی میں سجا کر بغیر کسی کا منہ دیکھے تقسیم کیا جاتا تھا، جس کی قسمت میں جو ہوتا تھا اس کو وہ ملتا تھا، کبھی اس کے لیے چندہ نہیں ہوا۔''

داڑھی اور ٹوپی کی تاکید :

چتوڑ گڑھ (راجستھان) سے چند آدمی حاضر ہوئے۔ ان سے حضور مفتی اعظم نے کچھ دیر گفتگو فرمائی۔ انھوں نے ایک خط دیا۔ حضور نے خود ہی اس کو پڑھا، پھر ان لوگوں کو نصیحت فرمانے لگے، کیوں کہ ان میں ایک صاحب تو سر پر رومال باندھے ہوئے تھے اور ایک صاحب ٹوپی پہنے ہوئے تھے لیکن دونوں کی داڑھی منڈی ہوئی تھی۔ فرمایا: ''سر پر ٹوپی پہنا کرو۔''

اس شخص نے کہا: حضور عجلت میں بھول گیا۔

فرمایا: ''یہ عذر نہیں ہے، کہیں پاجامہ چھوڑ دیں اور کہیں کہ بھول گیا تب؟''

پھر فرمایا: ''میں داڑھی منڈے سے زیادہ سر کھلے سے ناراض ہوتا ہوں۔ حالاں کہ داڑھی منڈے سے زیادہ ناراض ہونا چاہیے، اس کی وجہ یہ ہے کہ داڑھی منڈوانے والا اپنے اسلام کو چھپانے کی نیت نہیں کرتا، مگر سر کھلے اکثر اپنے اسلام کو چھپانے کی نیت کرتے ہیں کہ کہیں ان کو مسلمان نہ پہچانا جائے، اس لیے ٹوپی ایسی چیز ہے کہ جیسا بھی آدمی ہو اگر اس کے سر پر ٹوپی ہوتی ہے تو ضرور اس کو مسلمان پہچان لیا جاتا ہے۔''

پھر فرمایا: ''ہر مذہب والا اپنے دین کا ایک شعار رکھتا ہے اور وہ اس پر مرتا ہے (یعنی اس کو باقی رکھنے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے) ہندوؤں نے اپنا شعار چوٹیاں، جنیو اور قشقہ رکھا ہے۔ وہ نہیں چاہتے کہ کوئی ان کی چوٹیا پکڑے یا ان کا قشقہ چھوئے یا جنیو کاٹے۔ آخر دَم تک وہ اس کو کاٹنے نہ دیں گے، وہ جنیو پر اپنی جان دیتے ہیں۔

چند روز بریلی شریف رہ کر پھر میں بنارس واپس آگیا۔ افسوس بہت سے واقعات کو نقل نہ کر سکا، کاش! وہ حضرات جو حضرت کی رفاقت میں زیادہ رہے ہیں وہ اہم واقعات قلم بند فرما دیتے تو عبرت آموز واقعات کا بہت بڑا ذخیرہ جمع ہو جاتا، اب بھی اس پر توجہ دی جائے تو بہت کام ہو سکتا ہے، اس سفر کے اور اس کے علاوہ بھی بہت سے واقعات راقم الحروف کے پردۂ ذہن پر مرتسم ہیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ان کو جلد ہی صفحاتِ قرطاس پر منتقل کرنے کی کوشش کروں گا۔

☆☆☆

کلام نوریؔ میں عقیدۂ ختم نبوت کی ضیا باریاں

غلام مصطفیٰ رضوی
نوری مشن، مالیگاؤں

اللہ عز وجل کا ارشاد ہے :

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ۔

’’محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے۔‘‘ (سورۂ احزاب: ۳۳/ ۴۰، ترجمہ: کنز الایمان)

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری نبی ہونا یعنی خاتم الانبیاء ہونا اجماعی عقیدہ ہے، اور آفتاب نیم روز کی طرح روشن وظاہر۔ انبیاے کرام نے بشارتیں دیں اور نوید بھی کہ نبی آخر الزماں آتے ہیں۔ چنان چہ برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی لاہور ۱۹۳۱ء کی شائع کردہ یوحنا کی انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حوالے سے مرقوم ہے:

’’لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لیے فائدہ مند ہے کیوں کہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا لیکن اگر جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا۔‘‘

صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی (م ۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۸ء) فرماتے ہیں:

’’اس میں حضور کی بشارت کے ساتھ اس کا بھی صاف اظہار ہے کہ حضور خاتم الانبیاء ہیں۔ آپ کا ظہور جب ہی ہوگا جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی تشریف لے جائیں۔ اس کی تیرہویں آیت ہے: ’’لیکن جب وہ یعنی سچائی کی روح آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا اس لیے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا اور تمھیں آئندہ کی خبریں دے گا۔‘‘ اس آیت میں بتایا گیا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد پر دین الٰہی کی تکمیل ہوجائے گی اور آپ سچائی کی راہ یعنی دین حق کو مکمل کر دیں گے۔ اس سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ ان کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔‘‘

(خزائن العرفان، مشمولہ کنز الایمان، مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی)

عقیدۂ ختم نبوت پر جب بھی شب خون مارنے کی کوشش ہوئی۔ علماے اُمت، محدثین اور فقہاے کرام نے کسی بھی فتنے کا منہ توڑ جواب دیا۔ ابتداے اسلام میں ہی بعض جھوٹے دعوے دار نمودار ہوئے جنھیں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور صحابۂ کرام نے کیفر کردار تک پہنچایا۔

عہدِ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا (۱۲۷۲ھ/ ۱۸۵۶ء۔ ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء) بڑا ہی پر آشوب تھا۔ بھانت بھانت کی بولیاں بولی جارہی تھیں۔ نت نئے فتنے جنم لے چکے تھے۔ اسلامی عقائد و افکار کو متزلزل کرنے کے لیے مذہبی، تعلیمی، سائنسی، سیاسی، اقتصادی اور نظریاتی حملے وارد تھے۔ ان دینی فتنوں میں سب سے خطرناک فتنہ ’’فتنۂ دیوبند‘‘ تھا۔ عناصرِ دیوبند، اہانتِ رسالت کا ارتکاب کر کے ایک عظیم فتنے کے لیے راہ استوار کر چکے تھے حتیٰ کہ جماعت دیوبند کے سرخیل مولوی قاسم نانوتوی نے اپنی کتاب ’’تحذیر الناس‘‘ میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی کسی اور نبی کا پیدا ہونا جائز مان لیا تھا۔ اس طرح دیوبند کی اس تھیوری پر چل کر قصبہ قادیان ضلع گورداس پور صوبہ پنجاب سے مرزا غلام احمد قادیانی نے ۱۹۰۰ء میں دعویِ نبوت کیا، جس کی پشت پناہی حکومتِ برطانیہ نے کی اور ہنوز قادیانیت کے استحکام کے لیے انھیں مواصلاتی قوت اور سٹیلائٹ ٹکنالوجی کی سہولت دے دی گئی ہے۔ دنیا کے ان خطوں میں جہاں مسلمانوں پر ہر طرح کے جور وستم روا رکھے گئے ہیں، قادیانیوں کو تبلیغ کی کھلی آزادی حاصل ہے۔

اس فتنہ کے سد باب میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی نے تین رسائل تصنیف فرمائے نیز ختم نبوت کی تشریح میں دو کتابیں لکھیں۔ جب کہ فتاویٰ رضویہ میں کثیر صفحات انھیں عناوین پر موجود ہیں۔ یوں ہی فتاویٰ حسام الحرمین میں نو پید فرقوں بشمول فرقۂ قادیانی پر حکم شرع نافذ کیا گیا ہے۔ امام احمد رضا کے تلامذہ، خلفا اور دونوں فرزندانِ گرامی حجۃ الاسلام مولانا شاہ محمد حامد رضا خان قادری (م ۱۳۶۲ھ/ ۱۹۴۳ء) اور حضور مفتی اعظم مولانا شاہ محمد مصطفیٰ رضا نوریؔ علیہ الرحمۃ والرضوان نے بھی عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے اور فتنۂ قادیانیت کے سدِ باب کے لیے تحریری و تصنیفی خدمات انجام دیں۔ اس مضمون میں اپنے موضوع کی رو سے حضور مفتی اعظم مولانا شاہ محمد مصطفیٰ رضا نوریؔ علیہ الرحمۃ والرضوان کی نعتیہ شاعری میں عقیدۂ ختم نبوت کے بیان میں جو مضامین نظم ہوئے ہیں ان کا اجمالی جائزہ لیں گے۔

نعت کا موضوع بڑا وسیع ہے۔ اربابِ ادب کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شمائل و خصائل، سیرت وشمائل کے مقدس اذکار نیز جمال جہاں آرا کی ضیا باریوں کے احوال پر نظم ہو یا نثر وہ نعت ہی ہے۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری نبی ہونا آپ کے فضائل سے ہے لہٰذا اس کے منکر کا احتساب یا تردید بھی نعت کے موضوعات میں ضرور شامل ہے۔

حضور مفتی اعظم قدس سرہٗ کے نعتیہ مجموعہ ''سامانِ بخشش ۱۳۵۴ھ'' میں نادر تشبیہات، دلچسپ استعارات، صنعات، عروضی خوبیوں نیز فنی خصوصیات کا استعمال بجا طور پر موجود ہے، تاہم یہاں عقیدۂ ختم نبوت کے مضامین پر گفتگو مقصود ہے۔ ذیل کے اشعار دیکھیں جن میں اس عقیدے کی جلوہ گری بھی ہے اور اسلوب کی دل کشی بھی ۔

تم ہو فتح باب نبوت   تم سے ختم دورِ رسالت
ان کی پچھلی فضیلت والے   صلی اللہ صلی اللہ صلی اللہ علیک وسلم
صلی اللہ صلی اللہ

موج اول بحر رحمت   جوش آخر بحر رأفت
فیض وجود و سخاوت والے   صلی اللہ صلی اللہ صلی اللہ علیک وسلم
صلی اللہ صلی اللہ

تم ہو اول تم ہو آخر، تم ہو باطن تم ہو ظاہر   حق نے بخشے ہیں یہ اسما صلی اللہ علیک وسلم
تمھیں سے فتح فرمائی تمھیں پر ختم فرمائی   رسل کی ابتدا تم ہو، نبی کی انتہا تم ہو
تمھیں باطن تمھیں ظاہر تمھیں اول تمھیں آخر   نہاں بھی ہو عیاں بھی مبتدا و منتہا تم ہو
تمہارے بعد پیدا ہو نبی کوئی نہیں ممکن   نبوت ختم ہے تم پر کہ ختم الانبیاء تم ہو

ان اشعار میں کھلے لفظوں خاتمیتِ سرورِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم پر عقیدے کی پختگی کا اظہار موجود ہے۔ اور اس صفت خاتمیت کے بیان میں فتح باب نبوت، ختم دورِ رسالت، موجِ اول جوش آخر، بحر رحمت، بحر رأفت، اول وآخر، رسل کی ابتدا وانتہا، ختم الانبیاء جیسی اصطلاحات برتی گئی ہیں۔ ان کے توسط سے ختم نبوت کا مبارک مضمون باندھا گیا ہے۔

حضور مفتی اعظم قدس سرہٗ کے حمدیہ کلام ''اذکار توحید ذات، اسما وصفات وبعض عقائد'' میں

عقیدۂ ختم نبوت کے جلوے آشکار ہوئے ہیں۔ دو بند ملاحظہ فرمائیں ۔

اپنے مظہر اول کو   اپنے حبیب اجمل کو
پہلے نبی افضل کو   پچھلے مرسل اکمل کو
لا الہ الا اللہ آمنا برسول اللہ

موج اول بحر قدم   موج آخر بحر کرم
سب سے اعلیٰ اور اعظم   سب سے اولیٰ اور اکرم
لا الہ الا اللہ آمنا برسول اللہ

بعض اشعار میں اشارے اور کنائے میں فضائل وشمائل نبوی کے ساتھ ساتھ ختم نبوت کا مضمون بھی نظم ہوا ہے ان اشعار کا مطالعہ فرمائیں ۔

نور علم و حکمت والے   نافذ جاری حکومت والے
رب کی اعلیٰ خلافت والے   تم پر لاکھوں سلام
تم پر لاکھوں سلام

سارے رسولوں سے تم برتر   تم سارے نبیوں کے سرور
سب سے بہتر اُمت والے   صلی اللہ صلی اللہ صلی اللہ علیک وسلم
صلی اللہ صلی اللہ

جتنے سلاطیں پہلے آئے سکّے ان کے ہو گئے کھوٹے
جاری رہے گا سکہ تیرا صلی اللہ علیک وسلم

پہلے بند میں یہ اشارہ ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت تا قیامت جاری رہے گی۔ ''ختم نبوت'' کے اعزاز کو ''رب کی اعلیٰ خلافت'' سے یاد کیا گیا ہے۔

دوسرے بند میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سروری کا ذکر ہے، نیز یہ بیان بھی نظم ہوا ہے کہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بہتر اُمت والے ہیں۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: مجھے پانچ چیزیں ایسی عطا فرمائی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہ دی گئیں۔ حدیث پاک میں پانچویں خصوصیت یہ بیان ہوئی ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انسانوں کی

طرف مبعوث فرمایا گیا۔ (خزائن العرفان: مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی)

اس میں ہمہ گیری و آفاقیت کا اظہار ہے۔حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اکملیت و خاتمیت کے پیش نظر اُمت کو بھی بہتر اُمت قرار دیا گیا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے: كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ اس کے تحت تفسیر ضیاء القرآن میں درج ہے:

’’اگرچہ پہلی اُمتیں بھی امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور ایمان باللہ سے مشرف تھیں۔لیکن جو شان تمہارے امر بالمعروف کی ہے جو جلال تمہارے نہی عن المنکر میں ہے اور جو گہرائی، گیرائی اور کمال تمہارے ایمان باللہ میں ہے وہ تم سے پہلے کسی اُمت کو نصیب نہیں ہوا۔‘‘

(ضیاء القرآن، جلد اول، ص ۲۶۳، مطبوعہ دہلی)

المختصر اس اُمت کی فضیلت بھی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت کا فیضان ہے لہٰذا شعر مذکور میں خاتمیت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ ہے۔

آخری شعر کے مصرعۂ ثانی میں ’’سکہ جاری رہنا‘‘ محاورہ ہے، جس کے معنی ہیں حکم چلنا/نقش جمنا۔لاریب! ہمارے آقا حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے سلسلے کا نقش آخر ہیں۔اور آپ کی ملک میں سارا عالم ہے لہٰذا آپ کا سکہ پوری کائنات پر مرتسم ہے۔آپ کے ہوتے کسی کا سکہ جاری ہونا ممکن ہی نہیں، محال ہے۔

مزید چند اشعار مطالعہ کریں اور باب ختم المرسلین ﷺ کے ذکرِ جمیل سے دل و دماغ کو مہکائیں۔

یوں ہی ہیں ماہ رسالت بھی سب نبیوں میں
کرور آنکھوں نہیں بے شمار آنکھوں میں
خدا کی سلطنت کا دو جہاں میں کون دولھا ہے
تم ہی تم ہو، تم ہی تم ہو، یہاں تم ہو وہاں تم ہو
نبیوں میں ہو ایسے نبی الانبیاء تم ہو
حسینوں میں تم ایسے ہو کہ محبوب خدا تم ہو

جو سب سے پچھلا ہو پھر اس کا پچھلا ہو نہیں سکتا
کہ وہ پچھلا نہیں اگلا ہوا اس سے ورا تم ہو
تو شمع رسالت ہے عالم ترا پروانہ
تو ماہِ نبوت ہے اے جلوۂ جانانہ
انبیا کو رسائی ملی تم تک
بس تمہاری خدا تک رسائی ہے
شب معراج سے اے سید کل ہو گیا ظاہر
رسل ہیں مقتدی سارے، امام الانبیاء تم ہو
نہ ہوتے تم نہ ہوتے وہ کہ اصل جملہ تم ہی ہو
خبر تھے وہ تمہاری میرے مولیٰ مبتدا تم ہو

پہلے شعر میں ’’ماہ رسالت‘‘ کہہ کر تمام انبیا میں آپ کی افضلیت وعلوے مرتبت کا روشن بیان ہے۔

دوسرے شعر میں یہ مضمون باندھا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی سلطنت کے دولھا رسول اللہ ﷺ ہیں۔مالک کونین ہیں۔مالکِ دو جہاں ہیں۔یہاں بھی، وہاں بھی، بلکہ ان کی شان ایسی بلند و ارفع ہے کہ ’’مختارِ کل‘‘ ہیں۔تاج الشریعہ فرماتے ہیں ؎

جہاں بانی عطا کر دیں بھری جنت ہبہ کر دیں
نبی مختارِ کل ہیں جس کو جو چاہیں عطا کر دیں

تیسرے شعر میں دو باتیں ذکر ہوئی ہیں: (۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نبیوں کا نبی یعنی ’’نبی الانبیاء‘‘ کہہ کر ’’خاتم الانبیاء‘‘ کہا گیا ہے۔(۲) حسنِ بے داغ کے حوالے سے مقام محبوبیت کا بیان ہے۔اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ فرماتے ہیں ؎

مہ بے داغ کے صدقے جاؤں   یوں دمکتے ہیں دمکنے والے

چوتھے اور پانچویں شعر میں جو مضمون صفحۂ قرطاس پر سجایا گیا ہے اس میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کو تمام انبیا سے ورا کہا گیا ہے۔شانِ اولیت کا بھی ذکر جمیل ہے اور ’’ماہ نبوت‘‘

اور ''شمع رسالت'' سے معنون کیا گیا ہے۔اور یہ کہ انبیا کی بارگاہِ الٰہی عزوجل تک رسائی کا ذریعہ اور واسطہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

چھٹے، ساتویں اور آٹھویں شعر میں واقعۂ معراج کے فلسفے پر روشنی پڑتی ہے کہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد اقصیٰ میں تمام انبیا کی امامت فرمائی۔اور ''امام الانبیاء'' ٹھہرے، تمام انبیاے کرام مقتدی، تو کھل گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں اور یہ فضیلت تمام انبیا کی امامت سے ہی ظاہر ہوجاتی ہے، اور یہ کہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم باعث تخلیق کونین ہیں۔تمام انبیاے کرام نے اپنی اپنی اُمت کو خبر دی کہ آخری نبی آتے ہیں اور آپ کا ظہور آخر میں ہوا۔حضور مفتی اعظم قدس سرہٗ کیا دل لگتی بات کہہ گئے ؎

رُسل انھیں کا تو مژدہ سنانے آئے ہیں — انھیں کے آنے کی خوشیاں منانے آئے ہیں

ختم نبوت کا تاج زریں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اقدس ہی سجتا ہے اور تمام انبیاے کرام کی نبوت فیض ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکت کا، نیز اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اولیت کا بھی ذکر ہے۔

حضور مفتی اعظم قدس سرہٗ کے کلام میں عقیدۂ ختم نبوت کے پیش نظر مختلف جہات سے مضامین نظم ہوئے ہیں۔راقم نے صرف اجمالی جائزہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے اور ذہن پر نقش ہونے والے بعض خاکے قرطاس پر ثبت کیے ہیں۔ضرورت ہے کہ حضور مفتی اعظم مولانا شاہ مصطفیٰ رضا نوریؔ کے کلام کا ادبی وفنی خصوصیات کے ساتھ ہی اسلامی عقائد کے آئینے میں تجزیہ پیش کیا جائے۔اشعار نوریؔ میں عقائد حقہ کے منور ومعتبر تذکرے حق شناسی کا جوہر عطا کرتے ہیں۔ کلامِ نوریؔ میں ''عقیدۂ ختم نبوت'' کی انفرادیت، افضلیت واہمیت آشکار ہوتی ہے۔اس باب میں نوع بہ نوع مضامین موجود ہیں۔سیرتِ پاک کے ہمہ جہت پہلو بڑے عمدہ انداز میں نظم ہوئے ہیں جن پر پھر کبھی خامہ فرسائی کی جائے گی۔

☆☆☆

تاجدار اہل سنت ومرکز اتحاد ملت

طارق انور مصباحی، کلکتہ

مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مفتی مصطفیٰ رضا خاں نوری قدس سرہ العزیز امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری علیہ الرحمۃ والرضوان (۱۲۷۲ھ-۱۳۴۰ھ) کے خلف اصغر ہیں۔آپ کی ولادت شہر بریلی میں ۲۲/ذی الحجہ ۱۳۱۰ھ کو بروز جمعہ صبح صادق کے وقت ہوئی۔ پیدائشی نام ''محمد'' اور عرف ''مصطفیٰ رضا'' رکھا گیا۔حضرت شاہ ابوالحسین نوری مارہروی قدس سرہ العزیز نے ''آل الرحمٰن ابوالبرکات'' لقب دیا۔اور جب آپ ۶/ماہ کے تھے، حضرت نوری میاں مارہروی رحمۃ اللہ علیہ بریلی شریف تشریف لائے اور آپ کو جملہ سلاسلِ عالیہ کی اجازت عطا فرمائی۔اور ساتھ ہی امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز کو یہ بشارت عظمیٰ سنائی:

''یہ بچہ دین وملت کی بڑی خدمت کرے گا۔اور مخلوق خدا کو اس کی ذات سے بہت فیض پہنچے گا۔یہ بچہ ولی ہے۔''

تعلیم وتربیت:

آپ نے جملہ علوم وفنون اپنے والد ماجد امام احمد رضا قادری، برادر اکبر حجۃ الاسلام حضرت مولانا حامد رضا خاں قادری، استاذ الاساتذہ حضرت مولانا رحم الٰہی آروی، شیخ العلماء حضرت علامہ سید شاہ بشیر احمد علی گڑھی، شمس العلماء حضرت علامہ ظہور الحسین فاروقی رامپوری علیہم الرحمۃ والرضوان سے حاصل کیے۔اور اٹھارہ سال کی عمر میں تقریباً چالیس علوم وفنون حاصل کرکے سند فراغت حاصل کی۔

درس وافتا:

جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف میں ۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ء سے ۱۳۵۶ھ-۱۹۳۴ء تک یعنی تقریباً پچیس سال تک درس دیتے رہے۔اس کے بعد اپنے قائم کردہ ادارہ مدرسہ مظہر اسلام بریلی شریف میں درس وتدریس کا شغل رہا اور اخیر عمر تک فتویٰ نویسی کی خدمت سرانجام

دیتے رہے۔

انکساری وخاکساری:

متعلقین خانقاہ بیت الانوار شہر گیا (بہار) بیان کرتے ہیں کہ تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان شہر گیا برابر آتے جاتے رہتے تھے۔ٹرین سے ریلوے اسٹیشن اُترتے اور رکشہ لے کر خانقاہ بیت الانوار تشریف لاتے۔ایک مرتبہ لوگ کار لے کر ریلوے اسٹیشن پہنچ گئے۔حضرت کار پر سوار نہ ہوئے، بلکہ ہمیشہ کی طرح رکشہ پر بیٹھے اور چل دیے۔

حضور مفتی اعظم ہند کا کار پر سوار نہ ہونا کسی حکم شرعی کی بنیاد پر نہ تھا۔بلکہ آپ کار پر اس لیے سوار نہ ہوئے کہ پھر ہمیشہ لوگوں کو کار کی زحمت اٹھانی پڑے گی۔حضور مفتی اعظم ہند ایسے عظیم رہنما تھے کہ فلائٹ پر سوار ہوں تو بھی تاجدار اہل سنت، اور گھوڑا گاڑی پر سوار ہوں تو بھی تاجدار اہل سنت۔

اتباع شرع:

کچھی مسجد اکولہ مہاراشٹر کے مصلیوں نے بتایا کہ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ علاقہ برار کے شہر اکولہ (مہاراشٹر) تشریف لے گئے۔جس گھر میں آپ کا قیام تھا، وہاں پانی کے نل سے پانی کے قطرات ٹپک رہے تھے اور پانی ضائع ہو رہا تھا۔حضرت نے مالک مکان کو اسے درست کرنے کو فرمایا۔مہمانوں کی آمدورفت میں صاحب مکان کے ذہن سے یہ بات نکل گئی۔چند گھنٹوں بعد حضرت نے نل کو دیکھا تو ویسا ہی ہے۔اس مرتبہ حضرت نے سختی سے اسے ٹھیک کرنے کو کہا۔اور فرمایا: اگر اسے درست نہ کیا گیا تو میں قیام گاہ بدل دوں گا۔میزبان نے آناً فاناً اسے درست کرایا۔یہ اعلیٰ درجہ کی تقویٰ شعاری ہے۔آج کے عہد میں میزبان کو خوش رکھا جاتا ہے۔تاکہ لفافہ کی ضخامت کم نہ ہو۔

متقی بن کر دکھائے اس زمانہ میں کوئی
ایک میرے مفتی اعظم کا تقویٰ چھوڑ کر

حکمت عملی:

حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ العزیز ان ہستیوں میں سے تھے جن کا ظاہر و باطن یکساں تھا، حدیث نبوی میں ہے کہ قرب قیامت شریعت پر عمل بڑا مشکل ہوگا۔مگر مفتی اعظم ہند ان برگزیدہ مومنین میں سے تھے جو حالات سے بے پروا ہو کر اتباعِ شرع میں مشغول رہتے ہیں۔وہ زمانہ کے

پیچھے نہیں دوڑتے۔بلکہ زمانہ ایسے لوگوں کے پیچھے دوڑتا ہے۔وہ ماحول کے تابع نہیں ہوتے، بلکہ ماحول ان کے تابع ہوتا ہے۔جہاں گئے، اپنی ایک نئی دنیا آباد کر گئے۔خود بھی ان کا باطن منور تھا۔اور جس پر نگاہ ڈال دی، اس کے دل کی دنیا بھی بدل گئی۔ان کا ایک نمایاں وصف یہ بھی تھا کہ ان کے عہد میں علما و مشائخ متحد و متفق تھے۔

ایمرجنسی اور نس بندی:

ایمرجنسی (۱۹۷۵ء-۱۹۷۷ء) کے دور میں حکومت نے نس بندی کا جبری قانون نافذ کیا۔اور لوگوں کو پکڑ پکڑ کر زبردستی نس بندی کی جانے لگی۔حکومت کے ملازمین کو سخت تاکید کی گئی کہ خود نس بندی کراؤ اور پانچ دس کو بھی نس بندی کے لیے لاؤ۔ورنہ تنخواہ روک دی جائے گی۔یا ملازمت ختم کر دی جائے گی۔حکومت کے اس ظلم و زیادتی کے سبب پورے ملک میں کھلبلی مچ گئی۔کانگریسی مفتی جو پہلے انگریز اور پھر کانگریس کے اشارے پر کام کرتے تھے۔انھوں نے حکومت سے سودا کر لیا اور نس بندی کے جائز ہونے کا فتویٰ دے دیا۔حکومت نے اس فتویٰ کو ذریعہ بنا کر نس بندی میں اور شدت پیدا کر دی۔گاؤں اور دیہات میں گھوم گھوم کر نس بندی کی جانے لگی۔جب نس بندی ٹیم کی گاڑی گاؤں میں پہنچ جاتی تو لوگ گھر چھوڑ کر بھاگ جاتے۔وہ کھیتوں اور جنگلوں میں جا کر چھپ جاتے۔علماے حق نے جب اس پر احتجاج کیا تو حکومت سخت برہم ہو گئی۔اور ان میں سے بعض کو جیل میں ڈال دیا۔اور دوسرے علما کی سخت نگرانی کی جانے لگی۔ایسے وقت میں حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان حکومت کے بالمقابل کلمۂ حق کہنے کے لیے کھڑے ہو گئے۔اور بڑی بے باکی سے کام لیتے ہوئے فتویٰ جاری کر دیا کہ: نس بندی حرام ہے۔اور کئی وجوہ سے حرام ہے۔اللہ کی پیدا کی ہوئی چیز کو بدلنا حرام۔بے وجہ شرعی کسی نس یا عضو کو کاٹنا بھی حرام۔دوسرے کے سامنے ستر غلیظ کھولنا بھی حرام۔اور انسان کا خصی ہونا یا کرنا بھی حرام۔

پھر آپ نے حکومت کے خلاف لکھے گئے اس فتویٰ کو سائیکلو اسٹائل کرا کے پورے ہندستان کے گوشہ گوشہ میں پھیلا دیا۔حکومت آپ کے فتویٰ کے بالمقابل بے بس ہو کر رہ گئی۔انجام کار اہلِ حکومت نے آپ کی گرفتاری کا وارنٹ جاری کر دیا اور ضلع کلکٹر کے ذریعہ مسلح فورس بھیج کر آپ کی گرفتاری کا حکم نامہ جاری کر دیا۔لیکن صوبائی حکومت کے ایک وزیر اور سابق اسپیکر یوپی نے مرکزی حکومت کو صورتِ حال سے آگاہ کیا۔اور کہا کہ اگر مفتی اعظم کے ہاتھوں میں ہتھکڑی ڈال دی

گئی تو ان کے ماننے والوں کی ایک بہت بڑی تعداد سڑکوں پر نکل آئے گی۔اور سارا ہندستان خون میں ڈوب جائے گا۔اس طرح آپ کی گرفتاری کا منصوبہ حکومت کو واپس لینا پڑا۔

وصال:

آپ تقریباً ستر سال تک درس وافتا اور خدماتِ دینیہ سرانجام دیتے رہے۔۱۴ر محرم الحرام ۱۴۰۲ھ۔مطابق ۱۱ر نومبر ۱۹۸۱ء بدھ کی رات کو ایک بج کر چالیس منٹ پر واصل الی اللہ ہوئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

تصانیف وتالیفات:

آپ زیادہ تر فتویٰ نویسی میں مصروف رہتے۔اس لیے مستقل تصنیف وتالیف کا موقع کم ہی ملتا۔پھر بھی قریباً چالیس کتابیں آپ کی یادگار ہیں۔ان میں سے بعض آپ کے فتاویٰ ہیں اور بعض مستقل تصنیف۔

تصانیف کی ناتمام فہرست درج ذیل ہے:

(۱) فتاویٰ مصطفویہ
(۲) اشد العذاب علیٰ عابد الخناس
(۳) حاشیہ تفسیر احمدی
(۴) حاشیہ فتاویٰ عزیزیہ
(۵) حاشیہ فتاویٰ رضویہ پنجم
(۶) کشف ضلال دیوبند
(۷) وقعات السنان فی حلق المسماۃ بسط البنان
(۸) الرمح الدیانی علیٰ رأس الوسواس الشیطانی
(۹) النکتۃ علیٰ مرأۃ کلکتہ
(۱۰) صلیم الدیان لتقطیع حبالۃ الشیطان
(۱۱) سیف القہار علیٰ عبید الکفار
(۱۲) نفی العار عن معائب المولوی عبد الغفار
(۱۳) مقتل کذب وکید
(۱۴) مقتل کذب وجہل

(۱۵) ادخال السنان الیٰ حلق بسط البنان
(۱۶) وقایۃ اہل السنۃ عن مکر دیوبند والفتنہ
(۱۷) الہی ضرب بہ اہل الحرب
(۱۸) الموت الاحمر علیٰ کل انجس الاکفر
(۱۹) الملفوظ (چار حصص)
(۲۰) القول العجیب فی جواز التثویب
(۲۱) الطاری الداری لہفوات عبد الباری
(۲۲) طرق الہدیٰ والارشاد الیٰ احکام الامارۃ والجہاد
(۲۳) فصل الخلافہ
(۲۴) حجۃ واہرۃ بوجوب الحجۃ الحاضرۃ
(۲۵) القسورۃ علیٰ ادوار الحمر الکفرۃ
(۲۶) سامان بخشش
(۲۷) طرد الشیطان
(۲۸) مسائل سماع
(۲۹) مسلک مرادآباد پر معترضانہ ریمارک
(۳۰) نہایۃ السنان
(۳۱) شفاء العی فی جواب سوال بمبئ
(۳۲) الکاوی فی العاوی والغاوی
(۳۳) القثم القاصم للداسم القاسم
(۳۴) نور الفرقان بین جند الالٰہ واحزاب الشیطان
(۳۵) تنویر الحجۃ بالتواء الحجۃ
(۳۶) وہابیہ کی تقیہ بازی
(۳۷) الحجۃ الباہرۃ
(۳۸) نور العرفان
(۳۹) داڑھی کا مسئلہ

☆☆☆

تاج الشریعہ: بیتے لمحات کے آئینے میں

مفتی حسن منظر قدیری

افغانستان کا مہاجر عالی خاندان، ہندُستان فروکش ہوااوراتر پردیش کا زرخیز خطہ روہیل کھنڈ کے شہر بریلی میں آباد ہواتوعلم وعرفان، زہدوتقویٰ اورعشق ومحبت کے چراغ روشن ہوتے چلے گئے، میں نے منقبت کے اشعار میں کہا ہے ۔

یہ شہرعلم وفن بھی ہے اور شہرعشق بھی
کیا بات رضا تیرے بریلی نگر کی ہے
منظر رضا کی علمی بلندی کے سامنے
قامت قدآوروں کی فقط ہاتھ بھر کی ہے

اس خاندان کے افراد، برطانوی سامراج کے دورِاقتدار میں ہندُستان آئے اوراپنی قابلیت کی بنیاد پر اعلیٰ مناصب پرفائز رہتے ہوئے علم وعرفاں اورزہد وتقویٰ کے جلووں سے بھی معمور رہے۔سفرِ حالات کی دوری کواگرکم کرتے ہوئے چلیں تو مولانا رضا علی خان سے مولانا اختر رضاخان تک قوس قزح کے خوشنما رنگوں کی طرح سارا ماحول رنگ ونور سے درخشاں ہے۔

امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنے قصیدۂ نور میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں عرض کیا ہے ۔

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

میں نے روحِ احمد رضا قدس سرہ سے معذرت کے ساتھ ذرا تصرف کر کے یوں عرض کیا ہے ۔

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ علم کا
تو ہے عین علم تیرا سب گھرانہ علم کا

امام احمد رضا کی نسل پاک میں حجۃ الاسلام بھی ہے تومفتی اعظم ہند بھی، مفسر اعظم ہے توتاج الشریعہ بھی، یہ چراغ علم وحکمت اپنے عہد زریں میں اس طرح درخشاں ہوئے کہ انسانی آبادی جہالت کی تاریکی سے علم وفضل، زہدوتقویٰ سے آراستہ ہوتی چلی گئیں، یہ چراغ اگرچہ بجھ چکے ہیں مگران بجھے چراغوں کی دھیمی دھیمی نکلی روشنی سے اب بھی گم گشتۂ منزل کوصراطِ مستقیم کا نشان ملتاہے ۔

سورج ہوں زندگی کی رمق چھوڑ جاؤں گا
میں ڈوب بھی گیا توشفق چھوڑ جاؤں گا

عہد ماضی میری نگاہ میں ہےاور یہ ۱۹۶۲ء کی بات ہے کہ میں تلاشِ علم وفن میں رضا کی نگری شہر بریلی پہنچا، یہ میری طالب علمی کی آخری منزل تھی، اس سرزمین پرشہزادۂ رضا علامہ مصطفیٰ رضا خاں علیہ الرحمۃ کے چہرۂ پرنور کی زیارت سے آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں، خواب دیکھا تھا، اس کی تعبیر سامنے تھی، مفسر اعظم حضرت ابراہیم رضا خان جیلانی میاں رحمۃ اللہ علیہ جوحقیقی طور پرنبیرۂ اعلیٰ حضرت تھے، ان کے دیدار سے مشرف ہوا، پھرمولانا اختر رضا خاں علیہ الرحمۃ کی بھی دید ہوئی۔ان سے گفتگو کا سلسلہ جاری ہوا۔غالباً ہم دونوں کی عمر میں یکسانیت تھی۔

میرا دارالعلوم منظراسلام میں داخلہ ہوا، اس زمانے میں حضرت بحرالعلوم مولانا مفتی سید افضل حسین صاحب قبلہ مونگیری کی معقول ومنقول اورعلم ریاضی وغیرہ میں بڑی شہرت تھی، اور وہ یگانۂ روزگار سمجھے جاتے تھے، ملاحسن تاحمداللہ، صدرا، شمس بازغہ وغیرہ کی تعلیم میں نے انھیں سے حاصل کی۔بہرحال ماہ شوال میں افتتاح درس ہواتوحضرت علامہ اختر رضا خان بھی بحرالعلوم کی درس گاہ میں، بعض کتابوں میں ہم دونوں شریک درس رہے، پھر وہ جامعہ ازہر مصر چلے گئے، اور میں بارگاہِ رضا میں اپنی علمی پیاس بجھاتا رہا، مجھے بحرالعلوم سے کیا ملا؟ بس اتنا کہہ دینا کافی ہے۔ع

دیتے ہیں بادہ ظرف قدح خوار دیکھ کر

۱۹۶۶ء میں میری فراغت ہوئی اورسندفضیلت مجھے عطا ہوئی، میں اس قیمتی سرمایہ کولے کر وطن واپس آیا، پھر جب دوسری بار بریلی کی علمی وادی میں پہنچا اور دارالعلوم مظہراسلام میں تدریسی خدمات پر مامور ہواتو میرے دوش ناتواں پردوذمہ داریاں ڈالی گئیں ''تدریس وافتا'' تقریباً پانچ سالہ زندگی

تدریس وافتا میں گزاری۔اس طویل عرصہ میں حضور مصطفیٰ رضا خان مفتی اعظم ہند کی صحبت میں رہا، فتویٰ نویسی کا شعور پیدا ہوا، اوران کے ظاہری، باطنی فیضان سے میرا موسم فکر ونظر،عقل وشعور سرسبز رہا۔اعلیٰ حضرت کی گلیوں میں مفتی اعظم ہند کوبھی دیکھا، اور علامہ اختر رضا خان سے بھی ملاقات ہوتی رہی۔کبھی کبھی ان سے شعر وسخن کی گفتگو چھڑ جاتی، میرے اندر بھی شاعرانہ ذوق تھا،شعر گوئی کا جوہر تھا اور وہ بھی آبا واجداد کی شاعرانہ وراثت رکھتے تھے،اس دور میں ان کی ذات، سادگی کا پیکر تھی۔اپنے گھر خواجہ قطب سے سوداگران آتے اور حضور مفتی اعظم ہند کی خدمت میں حاضر ہوتے۔لیکن تاجدارِ ولایت نے اپنے میکدۂ علم وعرفاں سے کیا جام نور عطا فرمایا، اس رازِ پنہاں کو کون سمجھ سکتا ہے، بس یہ کہہ لیجیے کہ۔

صد سالہ دور چرخ تھا ساقی کا ایک جام
نکلے جو میکدہ سے تو دنیا بدل گئی

امام احمد رضا قدس سرہ کے علوم اکتسابی نہ تھے بلکہ بارگاہِ رسالت سے ملے تھے۔مولانا اختر رضا خان ازہری کے علوم بھی اکتسابی معلوم نہیں ہوتے ہیں بلکہ اعلیٰ حضرت کے فیض باطنی کی دین اور مفتی اعظم کے ظاہری وباطنی فیضان کے جلوے ہیں، جو انھیں اختر رضا خان سے تاج الشریعہ کی بلندی تک پہنچا دیے۔

تاج الشریعہ ایک جامع شخصیت کا نام ہے، ان کی حیات کا ہر گوشہ تہہ دار ہے، کتابِ زندگی کا ورق ورق ان کے علوم وفنون کا عکاس ہے، بیک وقت ایک عظیم فقیہ، زبردست محدث، تفسیر قرآن کے رازدار، شرع اقدس ومسلکِ رضا کے پاس دار، عربی، فارسی اور اردو ادب کے شہر یار، ولایت کے تاجدار اور ایک عابد شب زندہ دار تھے۔

فقہ حنفی پر بڑی دسترس اور عمیق نگاہ رکھتے تھے۔امام احمد رضا اپنی فقیہانہ عظمت کی بنیاد پر اگر امام اعظم ابوحنیفہ کے عہد مبارک میں ہوتے تو امام اعظم انھیں اپنا شاگرد تسلیم کرنے میں فخر محسوس کرتے، یہی بات اگر تاج الشریعہ کے لیے کہی جائے کہ وہ اگر امام احمد رضا خان کے دورِ اقدس میں ہوتے تو ان کی فقیہانہ صلاحیت دیکھ کر ناز کرتے اور اپنی شاگردی میں قبول کر لیتے۔

ان کی فقیہانہ گہرائی وگیرائی اس وقت قابلِ دید ہوتی جب وہ فقہی سمیناروں میں فقہ واُصول

فقہ کی روشنی میں اپنا فیصلہ صادر فرماتے تو مفتیانِ کرام ان کی فقہی صلاحیت کو سوچنے پر مجبور ہو جاتے، اسی طرح قرآن وحدیث کے نصوص پر ان کی باریک بینی شاہد عدل ہے۔

تاج الشریعہ ایک ہندی نژاد تھے لیکن عربی زبان وادب پر انھیں بے پناہ قدرت حاصل تھی، ان کی عربی نثر نگاری یا عربی شاعری پر اگر لب کشائی کی جائے تو عرب کے محاوروں اور ایامِ جاہلیت کے شعرا کا کلام سند میں پیش کر دیتے۔اردو شعر وسخن تو آبا واجداد کی وراثت تھی۔مدحت رسول میں شعر کہتے، خوب کہتے اور فکر وفن میں ڈھلے ہوئے اشعار کہتے۔

ان کی حیات کے سلسلہ میں یہ حقیقت بھی بڑی حیرت انگیز ہے کہ امام احمد رضا کے علوم وفنون کی تیز شعاعوں میں ولایت کے جلوے نظر نہیں آتے بس علم کی درخشانی ہے، اس کے برعکس مصطفیٰ رضا کی ولایت کی تابانی میں علم کی ضوفشانی محسوس نہیں ہوتی ہے اور تاج الشریعہ میں علم وولایت دونوں کی فراوانی ودرخشانی ہے اور تادم آخر دونوں کی جلوہ گری باقی رہی اور وصال پر عالم اسلام نے دونوں کا مشاہدہ کیا۔

☆☆☆

(ماخوذ:''المختار'' کلیان کا''تاج الشریعہ نمبر''، مطبوعہ کلیان)

سرپرست: علامہ قمرالزماں خان اعظمی، علامہ محمد ارشد مصباحی، اعلیٰ حضرت فاؤنڈیشن انٹرنیشنل یوکے
مالیگاؤں میں فروغ مسلک اعلیٰ حضرت کا تحقیقی وعلمی مرکز زیر تعمیر

اعلیٰ حضرت ریسرچ سینٹر

اعلیٰ حضرت روڈ، نور باغ، مالیگاؤں مہاراشٹر

لائبریری واسٹڈی سینٹر ◆ تصنیف واشاعت ◆ تربیت گاہ ◆ طبی وفلاحی خدمات

رابطہ: غلام مصطفیٰ رضوی: 9325028586
فرید رضوی: 9273574090
معین پٹھان رضوی: 7588815888

مدحت اعلیٰ حضرت

مولانا سلمان رضا فریدیؔ صدیقی مصباحی، مسقط، عمان

ہر زباں پر ہے رَواں مِدحتِ اعلیٰ حضرت / واہ کیا شان ہے، کیا شوکتِ اعلیٰ حضرت

اونچے اونچوں کو پتہ اُن کے قدم کا نہ ملا / جانے کس اَوج پہ ہے رفعتِ اعلیٰ حضرت

ہر سطرِ عشقِ رسالت کی گواہی دے گی / دل کی آنکھوں سے پڑھو سیرتِ اعلیٰ حضرت

چودھویں کا وہ مجدد ہوا بدرِ کامل / ختم ہوگی نہ کبھی طلعتِ اعلیٰ حضرت

عشقِ سرکار نے ممتاز کیا ہے اُن کو / کون ہے جس سے گھٹے عزتِ اعلیٰ حضرت

بُغض والوں کی نظر اُن کا عُلو کیا سمجھے / عشق والوں سے سنو! عظمتِ اعلیٰ حضرت

جلوۂ نور ہے یا اُن کے قلم کی تحریر / خوشنما چاند ہے یا سیرتِ اعلیٰ حضرت

دُشمنِ دیں پہ چلائی جو رضا نے شمشیر / سب اُسے کہنے لگے "حشمتِ" اعلیٰ حضرت

اب بھی اُس نام سے لرزاں ہیں وہابی نجدی / کوئی دیکھے تو ذرا ہیبتِ اعلیٰ حضرت

اُس کے ایمان وعقیدے کا گُہر ہے محفوظ / جس مسلماں کو ملی نسبتِ اعلیٰ حضرت

جو ہیں سُنّی اُنھیں سینے سے لگائے رکّھو / اے رضا والو یہ ہے سنتِ اعلیٰ حضرت

دُشمنِ حق پہ نہ فرمائی ذرا بھی نرمی / تھی نہ اپنوں پہ کبھی شدتِ اعلیٰ حضرت

جب سے ہاتھوں میں مرے دامنِ اختر آیا
اے فریدیؔ ہے مجھے قُربت اعلیٰ حضرت

جلوۂ رضا

سید شاکر حسین سیفیؔ
صدر شعبۂ افتا دارالعلوم محبوب سبحانی، کرلا ممبئی

فروغِ علم سے تیرے وہ انقلاب آیا / چھُپے تمام ستارے کہ آفتاب آیا

دلوں میں عشقِ رسالت کی چاندنی پھیلی / تو بن کے چرخِ محبت کا ماہتاب آیا

تری نوا سے چمن میں بہارِ تازہ ہے / گلوں پہ حسنِ ادا کا نیا شباب آیا

شگفتگی سے تری پھر گیا خزاں کا رخ / پیامِ زندگیِ نو، لیے گلاب آیا

ترے قلم کی ضیا باریاں ہیں دل افروز / ہر اک سوال کا تابندہ تر جواب آیا

فریبِ ہوش ربا سے بہک نہیں سکتا / جو پی کے در سے ترے عشق کی شراب آیا

ہزار پردے میں چھپ کر گیا مگر فتنہ / تری نگاہ سے ہو کر وہ بےحجاب آیا

گرایا قلعۂ باطل کو برق باری سے / ترے قلم سے لیے بجلیاں سحاب آیا

امامِ فن اُسے سمجھا گیا زمانے میں / جو پڑھ کے در سے ترے علم کا نصاب آیا

گیا جو قطرہ، صدف خانۂ گہر، میں ترے / وہ بن کے علم کا اک گوہرِ خوش آب آیا

رہے گا سلسلۂ فیض حشر تک سیفیؔ
درِ رضا پہ گیا جو بھی فیضیاب آیا

کیا امام احمد رضا مجتہد فی المسائل تھے؟

محمد اسلم رضا قادری اشفاقی
رکن: سنی تبلیغی جماعت
باسنی ناگور شریف، راجستھان

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز کی فقہی تحقیقات، تعاقبات، تطفلات، تنقیدات، تنقیحات اور تجدیدی خدمات کے حوالے سے کافی کچھ لکھا جا چکا ہے اور مستقبل میں بھی لکھا جائے گا۔ مگر آج کی بزم محبت میں آپ کے سامنے امام احمد رضا کے ''مجتہد فی المسائل'' ہونے کی بحث وتحقیق لے کر حاضر ہوا ہوں۔

یہ ایک ایسا ٹاپک اور عنوان ہے، جس پر اب تک بہت کم لکھا گیا ہے، بایں وجہ مضامین ومقالات وتحقیقات ونظریات کی کمی بھی محسوس ہوئی، اس کے باوجود بھی چند اقوال ونظریات جمع کر کے آپ کے روبرو رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ جن سے اصحابِ فضل وکمال بخوبی واقف ہیں، یہ ایک رائے ہے کوئی فیصلہ نہیں ہے۔ اربابِ فقہ وافتا کو مزید تحقیقات پیش کر کے اس کا حل تلاش کرنا چاہیے، کہ کیا واقعی مجدد اعظم اعلیٰ حضرت سیدنا امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ مجتہدین فی المسائل کے طبقے میں شامل ہیں۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے ''فتاویٰ رضویہ'' میں فقہ واجتہاد کے متعلق جو اُصول وضوابط اور نظریات پیش کیے ہیں انھیں یکجا کرنا بڑی محنت وریاضت والا کام ہے، اگر کوئی صاحبِ علم وقلم اس حوالے سے محنت کرے تو یہ ایک بڑا کام ہوسکتا ہے۔

راقم الحروف کے پاس گرامی قدر جناب غلام احمد رضا شریفی صاحب کے کافی پیغامات وفون آئے کہ آپ اس بارے میں اپنے تاثرات عنایت فرمائیں، میں نے کہا کہ میں ایک ادنیٰ سا طالبِ علم ہوں، اس قابل نہیں کہ اتنے نازک عنوان پر اپنے خیالات پیش کروں، مگر جب ان

کا اصرار بڑھا تو یہ چند سطور پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں، وہ بھی اس خیال کے ساتھ کہ آخری اور حتمی فیصلہ ہمارے اکابر علما ومشائخ اور اصحابِ فقہ وافتا فرمائیں گے۔

احکام مشہورہ میں اعلیٰ حضرت کی تحقیق:

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت سیدنا امام احمد رضا قادری حنفی بریلوی علیہ الرحمۃ احکام کی تشریح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

مشہور احکام خمسہ ہیں۔ (۱) واجب (۲) مندوب (۳) مکروہ (۴) حرام (۵) مباح۔ یہ مذہب شافعیہ سے الیق ہے، کہ ان کے یہاں واجب وفرض میں فرق نہیں۔ اور بعض نے برعایت مذہب حنفی فرض وواجب اور حرام ومکروہ تحریمی کو تقسیم میں جدا جدا اخذ کر کے سات قرار دیے۔ بعض نے (۱) فرض (۲) واجب (۳) سنت (۴) نفل (۵) حرام (۶) مکروہ (۷) مباح، یوں سات گنے۔ بعض نے سنت میں سنت ہدی وسنت زائدہ، اور مکروہ میں تحریمی وتنزیہی قسمیں کر کے نو شمار کیے۔

پھر اپنی تشریح وتحقیق کو اس اذعان ویقین کے ساتھ بیان کرتے ہیں: ''مگر بتوفیق اللہ تعالیٰ؛ تحقیق فقیر سب خللوں سے پاک ہے، اس نے ظاہر کیا کہ بلکہ احکام گیارہ ہیں۔ پانچ جانب فعل میں متنازلا: (۱) فرض، (۲) واجب، (۳) سنت مؤکدہ، (۴) سنت غیر مؤکدہ، (۵) مستحب۔ اور پانچ جانب ترک میں متصاعدا: (۱) خلاف اولیٰ، (۲) مکروہ تنزیہی، (۳) اساءت، (۴) مکروہ تحریمی، (۵) حرام۔ جن میں میزان مقابلہ اپنے کمال اعتدال پر ہے، کہ ہر ایک اپنے نظیر کا مقابل ہے، اور سب کے بیچ میں گیارہواں مباح خالص۔ اس تقریر منیر کو حفظ کر لیجیے کہ ان سطور کے غیر میں نہ ملے گی، اور ہزار ہا مسائل میں کام دے گی، اور صدہا عقدوں کو حل کرے گی، کلمات اس کے موافق، مخالف سب طرح کے ملیں گے، مگر بحمد اللہ، حق اس سے متجاوز نہیں۔ فقیر طمع رکھتا ہے کہ اگر حضور سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضور یہ تقریر عرض کی جاتی، ضرور ارشاد فرماتے: ''کہ یہ عطر مذہب وطراز مذہب ہے۔'' والحمد للہ رب العالمین۔''

(فتاویٰ رضویہ، ص: ۱۷۵، جلد اول، باب الغسل، کتاب الطہارۃ، مطبوعہ رضا اکیڈمی، ممبئی)

''فتاویٰ رضویہ'' جلد اول کے بارے میں خود امام اہل سنت علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

''بظاہراس میں صرف ۱۱۴رفتوے اور ۲۸رسالے ہیں،مگر بحمداللہ تعالیٰ ہزارہا مسائل پر مشتمل ہے۔جن میں صدہاوہ ہیں کہ اس کتاب کے سوا کہیں نہ ملیں گے۔'' (ص:۸۵۰)

امام احمد رضا کا علمی نظم:

یہ ایک تفصیلی عنوان ہے،جس پر کئی سال پہلے میں نے ڈاکٹر طاہرالقادری (اب یہ شخص یہود ونصاریٰ کی غلامی اختیار کر چکا ہے اور گمراہ بن چکا ہے،قطعی اور اجماعی مسائل میں بھی اپنی الگ رائے رکھتا ہے۔) کی مختصر سی کتاب دیکھی تھی،جس میں اس نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ کے علمی نظم کو بڑے اچھوتے انداز میں پیش کیا تھا۔

احکام مشہورہ (جن کا ذکر اوپر کیا گیا) کی اقسام وتشریح کے حوالے سے امام احمد رضا نے جو ضابطہ پیش کیا ہے،متقدمین فقہا نے ہر ایک کا فرق ومقابل بیان کرتے ہوئے اس طرح نہیں لکھا، یہ تحقیق انیق صرف امام احمد رضا قدس سرہ کے حصہ میں آئی۔ذٰلك فضل الله يو تيه من يشاء

۱ فرض (مقابل) حرام
۲ واجب (مقابل) مکروہ تحریمی
۳ سنت مؤکدہ (مقابل) اساءت
۴ سنت غیر مؤکدہ (مقابل) مکروہ تنزیہی
۵ مستحب (مقابل) خلاف اولیٰ
٦ مباح (مقابل نہیں)

(مومن کی نماز،پوربندر،گجرات،ص:۴۰)

مجتہد کسے کہتے ہیں؟

امام احمد رضا قدس سرہ العزیز اس سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں:''جو آیات احکام واحادیث احکام وطرق حدیث وشذوذ ونکارت ونقد رجال واسباب جرح وتعدیل وعلل غامضہ ووجوہ نظم وضعف ومبادی ادبیہ واصولیہ وناسخ ومنسوخ ومناہج ترجیح وتطبیق ومناشی حکم ومقاصد شرع ومصالح امن وعوائد امم ومظان وحکم اقاویل صحابہ ومواضع اجماع ومشارع خلاف وعلل مؤثرہ وجوامع معتبرہ ومنازع تعدیہ وموارد قصر،وغیرہ جمیع موارد و رود وصدور کی معرفت میں،

دریائے زخار،ناپیدا کنار ہو۔کہ:جملہ مالہ وماعلیہ کے لحاظ سے،منصوص ومسکوت کا حکم،اپنی رائے سے قائم کر سکے۔''

(حیات اعلیٰ حضرت،مکمل،مطبوعہ مکتبہ نبویہ،گنج بخش روڈ،لاہور،ص:۵۸۹،بحوالہ فقہ حنفی اور امام احمد رضا،دارالقلم دہلی،ص:۱۷۱)

فقہ کسے کہتے ہیں؟

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فقہ کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:''فقہ،یہ نہیں کہ کسی جزئیہ کے متعلق،کتاب سے عبارت نکال کر،اس کا لفظی ترجمہ سمجھ لیا جائے۔یوں تو ہر اعرابی،ہر بدوی،فقیہ ہوتا کہ ان کی مادری زبان عربی ہے۔بلکہ:فقہ،بعد ملاحظۂ اصول مقررہ وضوابط محررہ ووجوہ تکلم وطرق تفاہم وتنقیح مناط ولحاظ انضباط ومواضع یسر واحتیاط وتجنب تفریط وافراط وفرق روایات ظاہرہ ونادرہ وتمیز درایات غامضہ وظاہرہ ومنطوق ومفہوم صریح ومحتمل وقول بعض وجمہور ومرسل ومعلل ووزن الفاظ مفتیین وسبر مراتب ناقلین وعرف عام وخاص وعادات بلاد واشخاص وحال زمان ومکان واحوال رعایا وسلطان وحفظ مصالح دین ودفع مفاسد مفسدین وعلم وجوہ تجرتح واسباب ترجیح ومناہج توفیق ومدارک تطبیق ومسالک تخصیص ومناسک تقیید ومشارع قیود وشوارع مقصود وجمع کلام ونقد مرام وفہم مراد کا نام ہے۔کہ:تطلع تام واطلاع عام ونظر دقیق وفکر عمیق وطول خدمت علم وممارست فن وتیقظ وافی وذہن صافی،معتاد تحقیق،مؤید بتوفیق کا کام ہے۔اور حقیقۃً،وہ نہیں،مگر ایک نور،کہ:رب عزوجل،بہ محض کرم،اپنے بندے کے قلب میں القا فرماتا ہے۔''

(ابانۃ المتواری فی مصالحۃ عبدالباری،بحوالہ فقہ حنفی اور امام احمد رضا،ص:۱٦۷)

فقہ ومجتہد کی تعریفات کے بعد اب آپ کے سامنے''مجتہد فی المسائل'' کی تعریف پیش کرتے ہیں۔

حضرت علامہ ابن کمال پاشا شمس الدین احمد رومی علیہ الرحمۃ (م:۹۴۰ھ) طبقات فقہا کی تعریف وتفصیل بیان کرتے ہوئے''مجتہدین فی المسائل'' فقہائے کرام کے بارے میں لکھتے ہیں:''یہ وہ ائمہ ہیں جو اصول وفروع میں اپنے امام کی مخالفت نہیں کر سکتے،لیکن جن مسائل میں امام سے کوئی روایت نہیں ہوتی،ان میں امام کے اصول مقررہ وقواعد مبسوطہ کے مطابق اجتہاد کر کے احکام نکالتے ہیں۔جیسے:امام خصاف،امام ابوجعفر طحاوی،امام ابوالحسن کرخی،شمس الائمہ

حلوائی، شمس الائمہ سرخسی، فخر الاسلام بزدوی، اور امام فخر الدین قاضی خان، رحمہم اللہ تعالیٰ۔''

(طبقات فقہا اور امام احمد رضا، جمعیت اشاعت اہل سنت پاکستان، نوری مسجد، کاغذی بازار، کراچی، مفتی مہتاب احمد نعیمی، ص: ۶۲۔ ۶۳، مئی ۲۰۲۲ء)

فتاویٰ رضویہ کی علمی حیثیت:

''فتاویٰ رضویہ'' کا جس نے بھی مطالعہ کیا وہ امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کے فقہ وتبحر اور تحقیقات نادرہ، کا موجیں مارتا ہوا سمندر دیکھ کر حیرت واستعجاب میں ڈوب گیا، ڈاکٹر اقبالؔ، کوثر نیازی کے تبصرات وتاثرات اربابِ فکر وبصیرت کے مابین کافی شہرت رکھتے ہیں۔ ان کے علاوہ بھی فقہی ذوق رکھنے والے اصحابِ علم وفضل نے فتاویٰ رضویہ کی ورق گردانی کر کے بڑے جان داروشان دار تبصرے لکھے ہیں، جنھیں جمع کریں تو ایک دفتر تیار ہوجائے، میرے اپنے نظریہ کے مطابق فتاویٰ رضویہ کے قارئین وشائقین، مداحین ومؤیدین اس وقت دنیا میں کثیر درکثیر پائے جاتے ہیں۔

فتاویٰ رضویہ جلد اول پر ایک نظر:

حضرت علامہ محمد احمد مصباحی لکھتے ہیں: فتاویٰ رضویہ جلد اول جو اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے سامنے طبع ہوئی، صرف اسی کو دیکھیں تو اس میں وہ تحقیقاتِ نادرہ ہیں جنھیں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی کھلی ہوئی کرامت کہا جاسکتا ہے۔ مثلاً:

(۱) پانی پر قدرت نہ ہونے کی ۱۷۵ر صورتیں، ہر ایک پر کلام، ہر ایک کے ماخذ کا بیان، ساتھ کلماتِ فقہا کے اشکالات کا ذکر، پھر تحقیق وتنقیح۔

(۲) جنس ارض کی تعریف وتحقیق، اس کے تحت علما کی ۱۴ر مختلف عبارتوں کا ذکر اور اشکالات کا حل۔

(۳) آبِ مطلق کے بیان میں وہ بلند تحقیقات جن کی نظیر نہیں۔

(۴) آبِ مستعمل کی تعریف اور اس سے متعلق مسائل میں جلیل تحقیقات۔

(۵) طہارت سے متعلق ۱۱۴ر فتاویٰ کے تحت دیگر ابوابِ فقہ کے بے شمار مسائل کا بیان جنھیں فہرست میں ابواب کی سرخیوں اور صفحات کی نشان دہی کے ساتھ درج کیا گیا ہے۔ طہارت،

نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج، نکاح، طلاق، عتق، قسم، حدود، سیر، شرکت، وقف، بیع، شہادت، وکالت، دعویٰ، ہبہ، اجارہ، حجر، غصب، قسم، حظر واباحت، فرائض، وغیرہ ابواب کے مسائل ضمناً موجود ہیں۔

(۶) ان کے علاوہ فقہی فوائد، رسم المفتی یعنی قواعدِ افتا، عقائد وکلام، حدیث، اصول حدیث، اسماء الرجال، فضائل ومناقب، اصول فقہ، طبعیات، ہندسہ وریاضی وغیرہ سے متعلق بیش بہا افادات ہیں۔

(۷) خود فہرست کی ترتیب اور ضمنی مسائل اور افادات علوم وفنون کا احاطہ ایک بلند پایہ علمی کارنامے کی حیثیت رکھتا ہے۔

ان سب کے باوجود نہ کوئی تعلیٰ ہے، نہ فخر وغرور بلکہ صاف صاف اعتراف ہے: کہ ''جو کچھ ہے میری قدرت سے ورا اور محض فضل میرے رب کریم پھر میرے نبی رؤف ورحیم کا، جل وعلا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم'' (مقالاتِ مصباحی، المجمع الاسلامی، مبارک پور، ص: ۱۰۹)

مزید لکھتے ہیں: ''میں نے مختلف فنون کی سیکڑوں کتابیں دیکھیں، اعلیٰ مصنفین واصحابِ کمال کے کمالات نظر سے گزرے مگر یہ دقیق وعمیق وجلیل کمال پوری وسعت وہمہ گیری کے ساتھ صرف ''فتاویٰ رضویہ جلد اول'' میں نظر آتا ہے، یہ صرف فہرست کا کمال ہے جو بے مثال ہے، اسے صرف فتاویٰ کا مجموعہ نہ سمجھنا چاہیے، اس میں جو علمی افادات، مسائل کا حل، حسن ترتیب پھر ذیلی مسائل کی جو شان دار فہرست ہے ان سب کو دیکھ کر نگاہ ودل عش عش کرنے پر مجبور ہیں۔''

(مصدر سابق، ص: ۵۲۵)

حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمۃ، امام اہل سنت، اعلیٰ حضرت سیدنا امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کی شانِ فقاہت اور آپ کی تحقیقاتِ فقہیہ کے متعلق لکھتے ہیں: ''امام احمد رضا بریلوی کے فتاویٰ اور تحقیقاتِ جلیلہ کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح واضح ہوجاتی ہے کہ وہ مجتہدین کے اسی طبقے (مجتہدین فی المسائل) میں شامل ہیں۔ چنانچہ آپ نے نوٹ کے احکام پر مبسوط رسالہ ''کفل الفقیہ الفاہم'' لکھ کر عرب وعجم کے علما کو خوش گوار حیرت میں مبتلا کردیا۔ اسی طرح انگریزوں کی ایک کمپنی ''روسر'' جانوروں کی ہڈیاں جلا کر ان کی راکھ سے شکر صاف کرتی تھی، یہ ایک نیا مسئلہ تھا، جسے آپ نے اصول دینیہ کی روشنی میں تفصیل کے ساتھ

بیان کیا۔اسی طرح جنس ارض کی تہتر قسمیں علمائے متقدمین نے بیان کی تھیں،جن میں آپ نے ایک سوسات چیزوں کا اضافہ کیا،اورجن چیزوں سے تیمم نہیں ہوسکتا،فقہائے متقدمین نے سینتالیس ۴۷رچیزیں گنوائی تھیں،جب کہ آپ نے ان میں تہتر کا اضافہ کیا۔''

مجتہدانہ خصوصیات:

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے محققانہ ومجتہدانہ بیان واستدلال کے متعلق شرف قادری صاحب مزید لکھتے ہیں:

''امام احمد رضا بریلوی میں بہت سی مجتہدانہ خصوصیات پائی جاتی ہیں،اوران کے بیان واستدلال میں واضح طور پر اجتہاد کی جھلک دکھائی دیتی ہے،اس کے باوجود وہ تکبروعجب کی زد میں نہیں آتے،وہ یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ میں مجتہد ہوں اور براہِ راست کتاب وسنت سے استدلال کرتا ہوں،بلکہ وہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقلد کی حیثیت سے فتویٰ دیتے ہیں،اورمذہب حنفی کی تائیدوحمایت میں دلائل فراہم کرتے ہیں۔''(فتاویٰ رضویہ،جلداول،رضا اکیڈمی ممبئی،کلماتِ آغاز)

ذراملاحظہ فرمائیں،وہ اپنے فتاویٰ کی حیثیت کاتعین کس انداز میں کرتے ہیں۔فرماتے ہیں:''فتوے کی دوقسمیں ہیں:(۱)حقیقیہ(۲)عرفیہ۔فتوائے حقیقیہ تو یہ ہے کہ تفصیلی دلیل کی معرفت کی بنا پرفتویٰ دیاجائے،ایسے حضرات کواصحابِ فتویٰ کہاجاتاہے۔چنانچہ کہاجاتاہے فقیہ ابوجعفراورفقیہ ابواللیث اوران جیسے دیگر فقہارحمہم اللہ تعالیٰ نے یہ فتویٰ دیا۔

فتوائے عرفیہ یہ ہے کہ ایک عالم امام کی تقلید کرتے ہوئے اس کے اقوال بیان کرے اور اسے تفصیلی دلیل کاعلم نہ ہو۔جیسے کہاجاتا ہے ابن نجیم،غزی،طوری کے فتاویٰ اورفتاویٰ خیریہ،اسی طرح زمانے اورمرتبے میں مؤخرفتاویٰ کو''فتاویٰ رضویہ''تک گنتے چلے جایے۔اللہ تعالیٰ اس فتاویٰ کوباعث خوشنودی اورپسندیدہ بنائے،آمین۔''(فتاویٰ رضویہ،جلداول،رضا اکیڈمی ممبئی،ص:۳۸۵)

حضرت مولانا عبدالحکیم اختر شاہ جہاں پوری اپنے مقالہ''امام احمد رضا کی فقاہت''میں ''اظہارحقیقت''کے طور پرلکھتے ہیں:''اعلیٰ حضرت کے بعض فتوے تحقیق وتدقیق کے ایسے اعلیٰ مقام پرفائز ہیں جن سے اجتہاد کارنگ جھلکتاہے۔بعض نئے مسائل یاایسے مسئلے جن پرتصانیف علمائے کرام کے متون وشروح میں تفصیلی بحث نہیں کی گئی،جب وہ آپ کے سامنے پیش ہوئے تواس شان سے دادتحقیق دی کہ تسبیح کے دانوں کی طرح دلائل کوایک لڑی میں پروتے چلے گئے۔اورآپ کی

تحقیقات کے مطالعہ کے دوران یہ واضح ہوتا ہے کہ جملہ مندرجات ہروقت پیش نظر رہتے تھے،اورحل طلب مسائل پران سب کی روشنی میں تبصرہ اوربحث فرمائی جاتی تھی۔جن مسائل یادلائل میں فقہا کااختلاف ہے وہاں مدلل طور پرایک کی اصلاح اور دوسرے کی ترجیح یاصحت کوثابت کیا ہے۔غرضیکہ جب اورجس مسئلہ میں،امام اہل سنت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کاقلم میدانِ تحقیق میں اترا تواس کی برق رفتاری اورسلامت روی کے پیش نظر آج بھی ایسامحسوس ہوتا ہے کہ مجیب میں اجتہاد واستنباط مسائل کی پوری پوری قدرت تھی اوراس مقام رفیع پرمتمکن ہونے کی ان میں بہت حدتک صلاحیت پائی جاتی تھی،اگرچہ من کل الوجوہ آپ مجتہد نہیں تھے اورنہ انھیں مجتہد ہونے کادعویٰ تھا بلکہ وہ اجتہاد کے دروازے کوبالکل بند سمجھتے تھے۔''(امام احمدرضانمبر،ص:۱۹۶،المیزان ممبئی،۱۹۷۶ء)

شارح مسلم وبخاری حضرت علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:''بنظرغائر دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت میں''مجتہدین فی المسائل''کی تمام خصوصیات پائی جاتی ہیں،چنانچہ آپ کے زمانہ میں جوایسے نئے مسائل پیدا ہوئے جن پرامام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کوئی روایت موجود نہ تھی،آپ نے اصول وفروع میں اتباع امام اعظم کے ساتھ ان تمام مسائل کا استخراج کیا۔''(مصدرسابق،ص:۲۰۲)

فتاویٰ رضویہ اورعلمائے حرمین:

علمائے حرمین شریفین نے بھی امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کے فتاوے ورسائل ملاحظہ فرماکران کی علمی وفقہی اورتجدیدی خدمات کا کھلے دل سے اظہارواعتراف کیاہے۔حافظ کتب حرم حضرت شیخ اسمٰعیل بن خلیل مکی رحمۃ اللہ علیہ نےتویہاں تک فرمادیا:

''واللہ اقول والحق اقول:انہ رأھاابوحنیفۃ النعمان لاقرت عینہ ولجعل مؤلفھامن جملۃ الاصحاب''(الاجازات المتینۃ لعلماء بکۃ والمدینۃ،رضا اکیڈمی ممبئی،ص:۲۲)

میں اللہ کی قسم کھاکرکہتاہوں اورحق بات کہتاہوں کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتاویٰ رضویہ کودیکھتے توان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوجاتیں اورآپ کواپنے تلامذہ میں شامل کرلیتے۔

علمائے حرمین شریفین،جواپنے علم وفضل کے اعتبار سے یکتائے روزگار تھے،ان کاامام احمد رضا علیہ الرحمۃ کی فقہی تحقیقات اورتجدیدی خدمات کااس طرح سراہنااس بات کاثبوت فراہم کرتاہے کہ ان حضرات نے امام احمد رضا قدس سرہ کے افکارونظریات کابڑی گہرائی کے ساتھ مطالعہ

کیا تھا۔اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کا کوئی شخص انکار نہیں کرسکتا کہ برصغیر کے علماومشائخ میں حرمین شریفین کے اندر جو پذیرائی امام احمد رضا قدس سرہ کے حصہ میں آئی وہ کسی اور کو میسر نہ ہوئی۔

ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد نقشبندی لکھتے ہیں: ''علمائے حرمین شریفین میں نہ صرف علمی حیثیت سے بلکہ شخصی حیثیت سے بھی امام احمد رضا کا پایہ بہت بلند تھا، جس کا اندازہ ان سندات اجازات حدیث وبیعت سے ہوتا ہے جو امام احمد رضا نے علمائے حرمین کو جاری کیں اور ان مکتوبات سے جو علمائے حرمین نے آپ کو بھیجے، نیز خود امام احمد رضا کے ملفوظات، ان کی نگارشات اور علمائے عرب کی تصدیقات کے مطالعہ سے بھی ہوتا ہے۔''

(امام احمد رضا اور عالم اسلام، جماعت رضائے مصطفیٰ، اورنگ آباد، مہاراشٹر، ص:۶۰)

جانور کے ممنوع اعضا کے متعلق امام احمد رضا کی تحقیق:

اس بارے میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے ایک رسالہ ''المنح الملیحة فیمانھی من اجزاء الذبیحة'' تحریر فرمایا، جوشاید اب ناپید ہے۔حدیث میں سات اشیا کو ممنوع فرمایا ،علامہ قاضی بدیع خوارزمی، علامہ شمس الدین قہستانی، علامہ سیدی احمد مصری علیہم الرحمۃ وغیرہم نے ۱۲رتک تعداد بتائی، امام احمد رضا بریلوی نے اپنی تحقیق میں ۲۲رثابت فرمائیں۔اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں: سات اشیا حدیث میں آئیں، اور پانچ چیزیں کہ علمانے بڑھائیں، اور دس کہ فقیر نے زیادہ کیں، ان بائیس اور باقی فروع وتفاریع سب کی تفصیل تام وتحقیق تمام فقیر کے رسالہ ''المنح الملیحة فیمانھی من اجزاء الذبیحة'' میں دیکھی جائے۔''

(فتاویٰ رضویہ، رضا اکیڈمی ممبئی، ص:۳۲۷، جلد:۸)

خلاصۂ کلام یہ کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ کے ''مجتہد فی المسائل'' ہونے کے متعلق آپ کی فقہی تحقیقات، اصولی ابحاث، متقدمین فقہا پر آپ کے تطفلات کو پیش نظر رکھ کر اصحابِ فقہ وافتاہی کوئی فیصلہ کرسکتے ہیں، کیوں کہ وہی اس کے زیادہ حق دار ہیں۔ہاں البتہ ماضی قریب اور موجودہ فقہا ومفتیانِ کرام میں سے کچھ فقہا نے اپنی تحریرات ومجالس میں اس بات کا اظہار کیا ہے کہ امام احمد رضا علیہ الرحمۃ طبقات فقہا کے تیسرے طبقے ''مجتہدین فی المسائل'' میں شامل ہونے کے حق دار ہیں، جیسا کہ حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری، شارح بخاری علامہ مفتی شریف الحق امجدی، شارح صحیحین علامہ غلام رسول سعیدی، علامہ عبدالحکیم اختر شاہ جہاں پوری، حضرت مفتی شفیق احمد شریفی، حضرت مفتی محمد عالمگیر رضوی مصباحی ،مفتی مہتاب احمد نعیمی،

وغیرہم۔تاہم اگر کوئی آپ کو ''مجتہد فی المسائل'' نا بھی مانے تو اس پر ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔اللہ عزوجل ہمیں امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ کے علمی وفقہی افادات سے مزید استفادہ کرنے اور آپ کے پیغامات کو دور دور تک پہنچانے کی توفیق مرحمت فرمائے، آمین۔

☆☆☆

منزل بہ منزل

رضا اکیڈمی ممبئی کی خدمات

۲۲-۲۰۲۱ء

(سالانہ اجمالی رپورٹ: ستمبر ۲۰۲۱ء تا اگست ۲۰۲۲ء)

رضا اکیڈمی ممبئی کی خدمات ۲۲-۲۰۲۱ء

(سالانہ اجمالی رپورٹ: ستمبر ۲۰۲۱ء تا اگست ۲۰۲۲ء)

تحفظ ناموسِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور فروغِ مسلک اعلیٰ حضرت کے لیے سربراہ رضا اکیڈمی الحاج محمد سعید نوری نے متعدد جہتوں میں قابلِ قدر خدمات انجام دیں۔ رضا اکیڈمی نے بزمِ اشاعت کو منور کیا۔ ''مسلم ٹائمز'' کے ذریعے بزمِ صحافت میں خوشبو بکھیر دی۔ ''فتاویٰ رضویہ'' کی اشاعت وترسیل اور تصانیف اعلیٰ حضرت کے فروغ کے لیے مثالی کارنامے انجام دیے، جس کا ایک جہان معترف ہے۔ اللہ تعالیٰ! رضا اکیڈمی کو فکر اعلیٰ حضرت کا سچا سفیر بنائے۔ افکارِ رضا کی روشنی سے اکنافِ عالم کو منور فرمائے۔ آمین بجاہ حبیبہٖ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ (مدیر)

ستمبر ۲۰۲۱ء

۱۶/ستمبر: مدینہ منورہ میں سنیما گھر کھولے جانے پر سعودی حکومت کے خلاف رضا اکیڈمی کا احتجاج۔

۲۱/ستمبر: سعودی قونصلیٹ تک پیدل مارچ کا علمائے اہل سنت کا فیصلہ۔

۲۲/ستمبر: ۲۳/ستمبر کو سعودی حکومت کے خلاف ممبئی میں علمائے اہل سنت کا سخت احتجاج، یہ مطالبہ کیا گیا کہ سنیما گھروں پر سعودی حکومت فوراً پابندی عائد کرے۔

۲۳/ستمبر: سعودی عرب سنیما معاملے میں رضا اکیڈمی کی جانب سے ممبئی میں زبردست احتجاج کی تیاری۔

۲۳/نومبر: جنازے میں شرکت پر الحاج محمد سعید نوری سمیت ۵/افراد کورٹ میں طلب۔

۲۶/ستمبر: مساجد سمیت تمام عبادت گاہوں کے ساتھ ''جلوس عید میلا النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' کو شایانِ

شان طریقے سے نکالنے کی اجازت دی جائے۔ وزیر اعلیٰ ادھوٹھاکرے سے رضا اکیڈمی اور دیگر تنظیموں کی درخواست۔

۲۹/ستمبر: پیغمبر محمد ﷺ بل کے نفاذ کے لیے رضا اکیڈمی کے وفد نے شیوسینا ایم پی اروند ساونت سے ملاقات کی۔

۳۰/ستمبر: سعودی حکومت قرآنی تعلیمات اور آئین اسلام کی خلاف ورزی کرنے والا پہلا مسلم ملک۔ اس کے ایسے اقدامات افسوس ناک ہیں۔

اکتوبر ۲۰۲۱ء

یکم اکتوبر: عرس اعلیٰ حضرت پر مجلہ ''یادگار رضا'' کا اجرا۔ علما و اسکالرز نیز مشائخ اہل سنت کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ ایک سو اداروں، لائبریریوں اور جامعات میں ترسیل کیا گیا۔

۵/اکتوبر: گستاخِ رسول کے عبرت ناک انجام پر عرس اعلیٰ حضرت بریلی شریف میں مٹھائیاں تقسیم۔

۷/اکتوبر: اعلان جاری کیا گیا کہ بریلی شریف کے سجادہ نشین نے اگر گرفتاری دی تو ممبئی کے علمائے اہل سنت بھی گرفتاری دیں گے۔

۸/اکتوبر: کووڈ کے خاتمہ کے بعد مساجد اور درگاہوں کے کھلنے سے مسلمانوں کی خوشی اس وقت دوبالا ہوگی جب جلوس کی اجازت مل جائے گی، مسلمانوں کے نمائندہ وفد کی جلوس عید میلاد النبی ﷺ سے متعلق پولیس کمشنر سے ملاقات۔ مطالباتی نکات پیش کیے گئے۔

۱۴/اکتوبر: حکومت مہاراشٹر جلوس عید میلاد النبی ﷺ کی اجازت جلد دے۔

۱۵/اکتوبر: جلوس عید میلاد النبی ﷺ کے لیے گائیڈ لائن جاری کرنے کا مطالبہ۔

۱۵/اکتوبر: جلوس عید میلاد النبی ﷺ کی اجازت اگر حکومت نے نہ دی تو ہر گلی محلے کی مساجد سے نکلے گا جلوس!

۱۷/اکتوبر: بالآخر جلوس عید میلاد النبی ﷺ کے لیے حکومت کی گائیڈ لائن جاری۔

۱۷/اکتوبر: مسائل کے ضمن میں این سی پی صدر شرد پوار سے الحاج محمد سعید نوری کی ملاقات۔

۱۸/اکتوبر: جلوس عید میلاد النبی ﷺ شان وشوکت سے نکلے گا، حکومت مہاراشٹر جلوس عید

میلاد النبی ﷺ کے سلسلے میں نرم رویہ اختیار کرے۔

۲۱/اکتوبر: جلوس عید میلاد النبی ﷺ کا اہتمام۔ ''لبیک یا رسول اللہ'' کی صداؤں سے ممبئی کی فضا گونج اٹھی۔

۲۸/اکتوبر: الحاج محمد سعید نوری کی علالت۔ اسپتال سے بخیر وعافیت اپنے گھر پہنچے۔

۳۱/اکتوبر: تریپورہ حکومت برخاست کر کے صدر راج نافذ کیا جائے، پیغمبر اسلام ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والوں کے خلاف اب تک کوئی کارروائی کیوں نہیں کی گئی؟

نومبر ۲۰۲۱ء

۲/نومبر: تریپورہ میں صدر راج نافذ کیا جائے۔ اس ضمن میں رضا اکیڈمی کا صدر جمہوریہ ہند کو مکتوب روانہ۔

۳/نومبر: وشو ہندو پریشد پر حکومت ہند فوراً پابندی عائد کرے۔

۳/نومبر: تریپورہ میں ہوئے مظالم کے خلاف ۱۲/نومبر کو احتجاجاً پرامن و رضا کارانہ طریقے سے کاروبار بند رکھنے کی اپیل، رضا اکیڈمی کے دفتر میں میٹنگ۔

۷/نومبر: ۱۲/نومبر ممبئی بند کو کامیاب بنایا جائے، اس سلسلے میں علمائے کرام، ائمہ مساجد و ڈاکٹروں کی حمایت حاصل: رضا اکیڈمی

۷/نومبر: رضا اکیڈمی کے ممبئی بند کی ڈاکٹروں نے حمایت کی۔

۸/نومبر: تریپورہ میں منصوبہ بند تشدد کے خلاف بند کو کامیاب بنانے کی جمہوری جدوجہد۔

۹/نومبر: ممبئی کے پائیدھونی پولیس اسٹیشن میں گستاخِ رسول وسیم رضوی کے خلاف رضا اکیڈمی نے ایف آئی آر درج کروائی۔

۱۰/نومبر: تحفظ ناموس رسالت ﷺ کے لیے ملک کے مسلمان بیداری کا ثبوت دیں، اسیر مفتی اعظم، الحاج محمد سعید نوری سربراہ رضا اکیڈمی کا دردبھرا پیغام تمام مسلمانوں کے نام۔

۱۱/نومبر: تریپورہ فساد کی مذمت میں اور تحفظ ناموس رسالت ﷺ کے لیے جمعہ کو ممبرا بند، رضا اکیڈمی کے اعلان کی جماعت اہل سنت ممبرا نے تائید کرتے ہوئے بند اور اجتماعی دُعا کا اعلان

کیا۔

۱۲رنومبر: تریپورہ تشدد کے خلاف آج احتجاجاً پرامن طریقے سے ممبئی بند۔

۱۲رنومبر: مسلم محلوں میں رضا کارانہ گشت، آج پرامن بند کی اپیل۔

۱۳رنومبر: مسلمانوں پر ظلم وستم کے خلاف مہاراشٹر بند کامیاب رہا۔

۱۳رنومبر: رضا اکیڈمی کے اعلان پر رضا کارانہ طور پر مسلمانانِ بھیونڈی نے اپنے کاروبار کو بند رکھا۔

۱۵رنومبر: تین مقامات پر ہوئے تشدد کی شفاف جانچ کے احکامات کا رضا اکیڈمی خیر مقدم کرتی ہے۔

۱۵رنومبر: مذہبی جذبات بھڑکانے والے ویڈیو یا تصاویر وائرل نہ کریں، ممبرا میں مولانا سید معین میاں اشرفی جیلانی اور الحاج محمد سعید نوری کی عوام سے اپیل۔

۱۶رنومبر: شیوسینا کا اخبار سامنا میں رضا اکیڈمی پر سوال، رضا اکیڈمی کو آگے رکھ کر کون اپنے سیاسی مفاد حاصل کر رہا ہے؟

۲۷رنومبر: ۲۶/۱۱ ممبئی حملے کا ماسٹر مائنڈ حافظ سعید کو پھانسی دی جائے: بریلی شریف سے مطالبہ۔

دسمبر ۲۰۲۱ء

۲ردسمبر: جودھ پور میں محافظ ناموس رسالت الحاج محمد سعید نوری صاحب کا شان دار استقبال، کہا کہ ہم تحفظ ناموس رسالت ﷺ بل پاس کرانے کے لیے پورے ملک کا دورہ کریں گے۔

۵ردسمبر: ۶ردسمبر بابری مسجد کے یوم شہادت پر رضا اکیڈمی کی جانب سے دی جائے گی اذان۔

۶رسمبر: تحفظ ناموس رسالت ﷺ بل کی حمایت میں رضا اکیڈمی کا ملک گیر دورہ۔

۷ردسمبر: رضا اکیڈمی کی اپیل پر ملک بھر میں بابری مسجد کے ۲۹رویں یوم شہادت پر اذانیں دی گئیں۔

۱۹ردسمبر: سعودی عرب اسلامی سلطنت نہیں ہے۔محفل موسیقی میں سعودی پرچم لہرا کر کلمہ طیبہ کی

توہین ناقابل قبول۔

۲۰ردسمبر: سعودی پرچم سے کلمہ طیبہ کے تقدس پر مراسلہ۔حرمین کے تقدس کی پامالی ناقابل برداشت، رضا اکیڈمی کی میٹنگ میں علماے اہل سنت کی تنبیہ۔

۲۳ردسمبر: توہین رسالت کرنے کے جرم میں ''شبنم شیخ'' کی فوری گرفتاری کا مطالبہ، رضا اکیڈمی، پبلک کمپلینٹ سینٹر کا وفد جے جے مارگ پولیس اسٹیشن پہنچا۔

۳۰ردسمبر: امراوَتی تشدد معاملہ میں رضا اکیڈمی کو کلین چٹ۔

۳۱ردسمبر: امراوتی تشدد معاملہ میں رضا اکیڈمی شامل نہیں تھی۔

جنوری ۲۰۲۲ء

۹رجنوری: بُلّی بائی ایپ کے خلاف حکومت مہاراشٹر اور ممبئی پولیس کی سخت کارروائی پر رضا اکیڈمی کی ستائش، اسی طرح ملک دُشمن گستاخِ رسول وسیم رضوی کی گرفتاری کی مانگ دُہرائی۔

۱۱رجنوری: مفتی آل مصطفیٰ مصباحی کے وصال سے اہل سنت کا عظیم خسارہ، رضا اکیڈمی کے دفتر میں تعزیتی پروگرام۔

۱۸رجنوری: قاری ریاض الدین اشرفی لندن میں کار حادثے میں شہید ہوگئے، مشہور نعت خواں کی شہادت پر رضا اکیڈمی نے تعزیتی پیغام جاری کیا۔

۲۰رجنوری: ''کلب ہاؤس ایپ'' پر رضا اکیڈمی سخت برہم، مسلم خواتین کی تضحیک ناقابل برداشت۔

فروری ۲۰۲۲ء

یکم فروری: بزرگانِ دین نیز شہنشاہ اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ کے تعلق سے بدزبانی پر احتجاج، سدرشن چینل پر قانونی کارروائی کا پرزور مطالبہ۔

۳رفروری: اجمیر شریف میں ۸۱۰رویں عرس غریب نواز علیہ الرحمۃ کا آغاز، حضرت سید معین میاں اور الحاج محمد سعید نوری نے بارگاہِ غریب نواز میں چادر پیش کی۔

۴رفروری: خواجہ اجمیری کی درگاہ پر حاضری کے لیے وقت کی پابندی ختم کرنے کا مطالبہ، درگاہ

کے منتظمین پر مشتمل وفد وزیر اعلیٰ گہلوت سے ملنے پہنچا، رضا اکیڈمی اور سنی جمعیۃ العلماء کی جانب سے سونیا گاندھی، راہل گاندھی، مختار عباس نقوی کو مکتوب۔

۸؍فروری: تحفظ ناموس رسالت ﷺ بل کی تائید کرنا ملک کے ہر مسلمان کی ذمہ داری، انجمن خدام خواجہ صاحب سجادگان کی جانب سے ۸۱۰؍ویں عرس غریب نواز پر اجمیر شریف میں عظیم الشان کانفرنس کا انعقاد۔

۱۱؍فروری: حجاب پر پابندی مداخلت فی الدین ہے، یہ آئین کے خلاف بھی ہے۔ رضا اکیڈمی کا میڈیا میں بیان جاری۔

۱۱؍فروری: افسوس ہے کہ کہرام حجاب پر مچا ہے اور وزیر اعظم تین طلاق پر بول رہے ہیں۔ بیان جاری۔

۱۴؍فروری: پیغمبر محمد ﷺ بل کی حمایت میں بریلی شریف میں درخواست فارم بھرنے کا آغاز۔

۱۸؍فروری: کرناٹک کی مسکان کی بہادری اور شجاعت پر رضا اکیڈمی کا اہم اعلان، مسکان کو شہیدۂ حجاب ''مروہ الشربینی ایوارڈ'' سے نوازا جائے گا۔

۱۹؍فروری: تحفظ ناموس رسالت ﷺ کے لیے محمد سعید نوری کا ملک کے کئی اہم شہروں کا ۱۸؍روزہ کامیاب دورہ۔

۲۴؍فروری: بہادر بچی مسکان خان کو رضا اکیڈمی کی جانب سے ایوارڈ۔

۲۵؍فروری: ہبلی ومیسور پہنچنے پر الحاج محمد سعید نوری اور وفد کا شاندار استقبال۔

۲۶؍فروری: ہبلی میں دفتر رضا اکیڈمی کی افتتاحی تقریب، ممبئی سے بانی رضا اکیڈمی الحاج محمد سعید نوری کی آمد

۲۶؍فروری: رضا اکیڈمی کے زیر اہتمام تحفظ ناموس رسالت ﷺ بورڈ کا ہبلی میں شانتی سمّیلن، مسلمانوں کی جان ومال کی حفاظت کو یقینی بنانے کا مطالبہ۔

۲۸؍فروری: بیجاپور کرناٹک میں رضا اکیڈمی اور تحفظ ناموس رسالت بورڈ کا قیام۔

مارچ ۲۰۲۲ء

۳؍مارچ: تحفظ ناموس رسالت ﷺ کے لیے کیے گئے دورے سے واپسی پر الحاج محمد سعید نوری کا شاندار استقبال۔

۷؍مارچ: پٹھانوں میں قرآنی آیات کے معاملے میں بروقت وموثر مداخلت پر الحاج محمد سعید نوری نے جنید خان کی گل پوشی کی۔

۲۵؍مارچ: قوم مسلم کا ہر فرد ''پیغمبر محمد ﷺ بل'' کی حمایت میں فارم بھرے، رضا اکیڈمی کی اپیل۔

۲۸؍مارچ: ملعون وسیم رضوی کی گستاخانہ کتاب پر جوابی کتاب ''عظیم محمد ﷺ'' کا اجرا اجمیر معلّٰی میں ہوا۔

اپریل ۲۰۲۲ء

۱؍اپریل: جوابی کتاب ''عظیم محمد ﷺ'' کے شاندار اجرا کے بعد اجمیر شریف سے ممبئی واپسی پر الحاج محمد سعید نوری کا شاندار استقبال۔

۳؍اپریل: حضور پاک ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کرنے پر 'یو اے پی اے' لگایا جائے، گستاخِ رسول کی گھٹیا حرکت پر رضا اکیڈمی وفد کی میرا بھائندر کے ایڈیشنل پولیس کمشنر سے ملاقات کی۔

۶؍اپریل: سعودی حکومت کی دین میں مداخلت برداشت نہیں کی جائے گی، حرمین شریفین میں تراویح ۲۰؍رکعت کی بجائے ۱۰؍رکعت پڑھائی جانے پر سعودی حکومت کی مذمت۔

۲۱؍اپریل: رضا اکیڈمی کی جانب سے 'عالمی یوم درود' کا اہتمام، عیسوی سن کے لحاظ سے حضور اکرم ﷺ کے یوم ولادت پر مختلف مقامات، مساجد اور گھروں میں ۲؍ارب ۲؍کروڑ ۹۳؍لاکھ ۳۱؍ہزار ۸۸۲؍مرتبہ درود پاک کا ورد۔

۲۳؍اپریل: بانی رضا اکیڈمی جناب الحاج محمد سعید نوری صاحب کو ''قائد ملت ایوارڈ'' پیش کیا گیا۔

۲۷؍اپریل: جامعہ اشرفیہ کی ایک عمارت پر بلڈوزر چلائے جانے سے پورے ملک میں غم وغصہ، ممبئی میں رضا اکیڈمی کی میٹنگ، مولانا سید معین میاں اشرفی، الحاج محمد سعید نوری نے حکومت کی غیر

قانونی حرکت کی مذمت کی۔

۳۰/اپریل: قبلہ اول کی بازیابی مسلم حکمرانوں کی اولین ترجیح ہونا چاہیے، جمعۃ الوداع کو یوم بیت المقدس کا اہتمام، سنی حسینی اشرفی مسجد ورلی میں معین المشائخ مولانا سید معین میاں اشرفی کی رقت انگیز دُعا۔

مئی ۲۰۲۲ء

۲۵/مئی: مولانا نظام الدین اوران کے صاحبزادے سڑک حادثے میں جاں بحق۔ رضا اکیڈمی کا تعزیتی بیان جاری۔

۲۹/مئی: گستاخِ رسول نوپور شرما پر مسلمانانِ ہند سخت برہم، رضا اکیڈمی کا ممبئ پولیس کمشنر کو مکتوب، ایف آئی آر درج کر کے گرفتاری اور قانونی کارروائی کا مطالبہ، شاہین باغ میں دریدہ دہن کے خلاف شکایت درج۔

۳۰/مئی: نوپور شرما کے خلاف ممبئ کے پائیدھونی پولیس اسٹیشن میں ایف آئی آر درج، رضا اکیڈمی کی شکایت پر گستاخِ رسول بی جے پی ترجمان پہ ممبئ پولیس نے شکنجہ کسنا شروع کر دیا۔

۳۰/مئی: پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف گستاخانہ تبصرے پر کارروائی، بی جے پی ترجمان نوپور شرما کے خلاف بالآخر مقدمہ درج۔ ممبئ کے علاوہ دیگر مقامات پر رضا اکیڈمی کی ایف آئی آر کی بنیاد پر قانونی اقدامات کے لیے حکام بالا کو مکتوب روانہ نیز ایف آئی آر کا بھی اندراج۔

جون ۲۰۲۲ء

یکم جون: گستاخِ رسول، نوپور شرما کے خلاف بھیونڈی میں بھی ایف آئی آر درج، مسلمان اپنے نبی ﷺ کی شان میں گستاخی برداشت نہیں کر سکتا۔

یکم جون: رضا اکیڈمی بھیونڈی اور دیگر تنظیموں کی کوششیں رنگ لائیں اور نوپور شرما کے خلاف بھیونڈی میں بھی ایف آئی آر درج ہوئی۔

۲/جون: گستاخ رسول ''نوپور شرما'' کی گرفتاری کے لیے جمعہ کو ممبئ کی اکثر مسجد سے متصل دستخطی مہم چلائی گئی۔

۳/جون: نوپور شرما کی گرفتاری کو لے کر ٹرسٹیان ائمہ مساجد دستخطی مہم کی لیے سرگرم۔

۴/جون: رضا اکیڈمی کی جانب سے دستخطی مہم میں مسلمانوں کا زبردست جوش وجذبہ۔

۵/جون: کشمیری مظلوموں کی حمایت میں اور ظلم کے خلاف ممبئ میں احتجاجی اقدام۔

۱۲/جون: ممبئ پولیس نے نوپور شرما کو ۲۵/جون کو طلب کیا۔

۱۴/جون: مسلم متاثرین کی مدد اور شہدا کے لیے ایصالِ ثواب کریں۔ رضا اکیڈمی کی اپیل

۲۴/جون: ترکی کے عظیم بزرگ شیخ طریقت شیخ محمود آفندی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال۔ رضا اکیڈمی کا تعزیتی پیغام۔

۲۶/جون: شہزادۂ غوث اعظم حضرت سید عبدالرحمٰن الگیلانی بغداد شریف کا وصال۔ رضا اکیڈمی کا تعزیتی پیغام۔

جولائی ۲۰۲۲ء

۲۹/جولائی: محرم کی مجالس کے لیے کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔ ممبئ پولیس کمشنر کی رضا اکیڈمی کے وفد کو یقین دہانی۔

اگست ۲۰۲۲ء

۱۶/اگست: جشن یوم آزادی کے ۷۵/واں امرت مہااتسو کے تحت رضا اکیڈمی کی شاندار ترنگا ریلی۔

۱۶/اگست: سرکاری دفتر میں ہیلو کے بجائے وندے ماترم کہیں؟ سدھیر منگنٹیوار، وزیر عبدالستار کی حمایت.... اس ضمن میں رضا اکیڈمی اور این سی پی نے مخالفت کی۔

۲۳/اگست: گستاخ راجہ سنگھ کی دریدہ دہنی کے خلاف الحاج محمد سعید نوری کا مذمتی بیان اور سخت قانونی کارروائی کا مطالبہ۔

مطبوعات رضا اکیڈمی (۲۱-۲۰۲۰ء)

(۱) کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن (۲) یادگار رضا، شمارہ ۲۸

(۳) ذنبك کا معنی اور مسئلہ درود (۴) آیاتِ جہاد کا قرآنی مفہوم (اردو، ہندی، انگریزی)

(۵) بیان وتحریر عظمت نشان (۶) نکاح سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

یوں ہی عرسِ اعلیٰ حضرت کی نسبت سے حسب روایت اہم کتابوں کی رعایتی شرح پر اسکیم کا اعلان بھی کیا گیا، جس کے تحت کتابوں کی بکنگ کا مرحلہ تیزی کے ساتھ طے ہو رہا ہے۔

☆☆☆